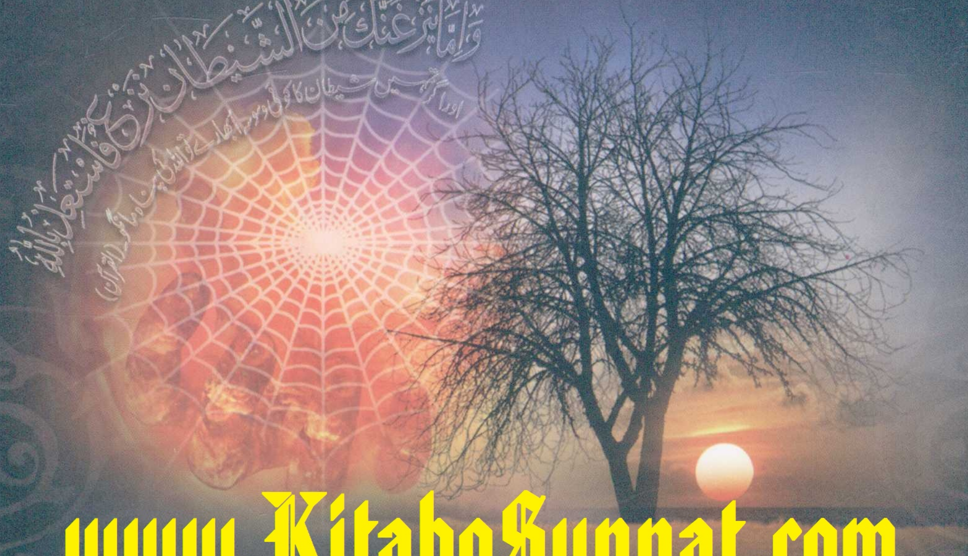
تفہیم کتاب وسنت
16

انسانیت کے سب سے بڑے دشمن شیطان کا تعارف،
مکروفریب، تلبیس کے طریقے اور بچاؤ کی حفاظتی تدابیر

کتاب الوقایة من الشیطان

شیطان سے بچاؤ کی کتاب



تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق وافادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHULHADITH PUBLICATIONS

تفہیم کتاب وسنت

16

کتاب الوقایۃ من الشیطان

انسانیت کے سب سے بڑے دشمن شیطان کا تعارف، مکروفریب، تلبیس کے طریقے اور بچاؤ کی حفاظتی تدابیر

شیطان سے بچاؤ کی کتاب



تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHULHADITH PUBLICATIONS

تاریخ اشاعت ———— دسمبر 2010ء

مطبوعہ ———— چاچا حمید پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور ۔ پاکستان

Phone: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

Website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Phone: 042-7321865

E-mail: nomania2000@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انسانیت کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ اسی نے تمام انسانوں کے والدین آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکلوایا۔ اسی نے دنیا کا پہلا قتل کرنے پر قابیل کو اُکسایا۔ اسی نے کائنات میں شرک وبت پرستی کا آغاز کرایا۔ اسی نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر کے جہنم میں داخل کرانے کی قسمیں کھائیں۔ اسی نے تا قیامت اللہ تعالیٰ سے مہلت حاصل کی۔ اسی نے ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھو کر تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ اسی نے دنیا کا سب سے پہلا گناہ تکبر وحسد کی صورت میں کیا۔ اسی نے لوگوں کو باہم جنگ وجدل پر اُبھارا۔ اسی نے اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعے میاں بیوی میں جدائی ڈلوا کر ہزاروں ہنستے بستے گھرانوں کو برباد کیا۔ اسی نے وساوس پیدا کر کے لوگوں کی روحانیت کو متاثر اور عبادات کو مفلوج بنانے کی کوشش کی۔ اسی نے ہمیشہ ہر راستے پر بیٹھ کر لوگوں کو نیکی اور خیر کے کاموں سے روکا اور برائی کی دعوت دی۔ اسی نے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر لوگوں کو اطاعت کے بلند مقام سے معصیت کے قعر مذلت میں گرایا۔ اسی نے ہمیشہ جھوٹے وعدوں اور امیدوں کے ذریعے اپنے دوستوں کو بہلایا اور انہیں کامیابی، ترقی اور فلاح وبہبود کے سبز باغ دکھائے۔ اسی نے ہمیشہ باطل کو مزین کر کے اور گناہ کا کوئی اچھا نام رکھ کے تیزی سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ اسی نے لوگوں کو دین کے متعلق شکوک وشبہات اور افراط وتفریط کے چکر میں پھنسایا۔ اسی نے ہمیشہ لوگوں کو سستی وکاہلی کا درس دیا۔ اسی نے انسانوں کو موسیقی، جادوگری، شراب خوری، جوابازی، سودخوری اور فال گیری جیسے مذموم کاموں میں لگایا۔ اسی نے انسانوں کے دلوں میں دنیا کی اتنی محبت بھر دی کہ وہ شب وروز دنیا کمانے میں مصروف ہو گئے اور آخرت کی ابدی زندگی کو بھلا بیٹھے۔ اسی نے عورت کو بے حجاب اور برہنہ ہونے پر اُکسایا اور اسے لوگوں کی نظروں میں انتہائی خوبصورت بنا کر پیش کیا۔ اسی نے دنیا میں زنا کاری، حرام زادوں اور شرح طلاق میں اضافہ کرایا۔ اسی نے طاعون، استحاضہ اور دیگر امراض میں لوگوں کو مبتلا کرایا۔ اسی نے ایک اللہ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر لوگوں کو ہزاروں خداؤں کے آگے جھکایا۔ اسی نے اچھے بھلے صحت مند، کمائی کے قابل افراد کو گداگری کے پیشے پر لگایا۔ اسی نے ہمیشہ طاقتور کو مظلوم پر ظلم وزیادتی کرنے پر

اُکسایا۔ الغرض شیطان ایسا دشمن ہے کہ جس نے انسانوں کو ہر ممکن طریقے سے ہر ایسے کام پر لگایا جو انہیں فوز وفلاح سے دور اور ہلاکت وبربادی کے قریب لے جائے۔

یہی وہ دشمن ہے جو نہ تو کوئی مالی فدیہ قبول کرتا ہے اور نہ ہی کسی کی سفارش۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ہمیشہ چھپ کر وار کرتا ہے اور کبھی کسی کو اپنی اصلی شکل میں نظر نہیں آتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس بدترین دشمن کا مکمل تعارف حاصل کیا جائے اور اس سے بچنے کے لیے اُس اللہ رب العزت کو پکارا جائے کہ جسے شیطان تو نظر آتا ہے لیکن شیطان اس ذاتِ اقدس کو نہیں دیکھ سکتا۔ یقیناً وہی انسانوں کو شیطانی حملوں سے بچانے پر قادر ہے۔

پیشِ نظر کتاب میں شیطان کے تعارف، عزائم و مقاصد، مکروفریب، وساوس، ایذاء رسانی اور حملے کے طریقوں کے ساتھ ساتھ اس سے بچنے کے وہ تمام طریقے بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں جو قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ بطورِ خاص ذکرواذکار اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پر مشتمل اُن تمام اَوراد و وظائف کی تفصیل بھی ذکر کی گئی ہے جن کے ذریعے انسان اپنے گرد محفوظ حصار بنا سکتا ہے اور شیطان سے بچ سکتا ہے۔ اسی طرح ایسے اعمال وافعال کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی انجام دہی سے شیطان بھاگتا ہے یا ذلیل ورسوا ہوتا ہے یا اس کی مخالفت ہوتی ہے یا ان کے ذریعے انسان کسی بھی شیطانی حملے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ شیطان کے حوالے سے معلومات یکجا کرتے ہوئے بالعموم مصنفین اسرائیلی، تفسیری اور من گھڑت روایات نقل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے جبکہ راقم الحروف نے صرف معتبر ومستند روایات سے ہی استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر روایت کا حوالہ مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ نقل کر دیا ہے اور آخر میں شیاطین کے حوالے سے چند معروف ضعیف روایات کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے راقم کے لیے ذریعہ نجات اور لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے (آمین!)

"وماتوفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ : دسمبر 2010ء ، بمطابق : ذی الحجہ 1431ھ

فون: 0324-4474674 (مغرب تا عشاء)

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ: www.fiqhulhadith.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

مقدمہ

☆ لفظ شیطان کا مفہوم 13
☆ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ 14
☆ جنات میں مومن بھی ہوتے ہیں اور شیطان بھی 15
☆ مومن جن جنت میں اور شیطان جن جہنم میں جائیں گے 15
☆ کیا جن اور شیطان میں کوئی فرق ہے؟ 16
☆ کیا شیطان مسلمان ہو سکتا ہے؟ 16
☆ شیطان کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ 17
☆ شیطانِ اکبر ابلیس 17
☆ ابلیس جن ہے یا فرشتہ؟ 18
☆ ابلیس اور دیگر شیاطین 19
☆ ابلیس اور اس کے چیلے چانٹے 20
☆ ابلیس اور ہمزاد 20
☆ ابلیس اور انسانی شیطان 22
☆ شیطان انسانیت کا بدترین دشمن 23
☆ شیطانی دشمنی اور انسانی دشمنی میں فرق 27
☆ شیطان کی انسان دشمنی کا سبب اور آغاز 28
☆ آدم وحواء علیہما السلام اور شیطان 31
☆ ہابیل وقابیل اور شیطان 37
☆ قوم نوح اور شیطان 39
☆ اہل عرب اور شیطان 40
☆ تمام انسان اور شیطان 41

☆ شیطان کی پیروی کی ممانعت 43
☆ اللہ کی ہر مخالفت شیطان کی پیروی ہے 45
☆ شیطان کا پیروکار خسارے میں 45
☆ شیطان کا اپنے پیروکاروں سے خطاب اور اظہارِ برائت 46
☆ **شیطان کی تخلیق کا فلسفہ** 47
☆ 1- شیطان اور اس کے چیلوں سے لڑنے میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل 47
☆ 2- بندوں کا گناہوں سے ڈرنا 48
☆ 3- شیطان سامانِ عبرت 48
☆ 4- شیطان بندوں کے لیے فتنہ و آزمائش 48
☆ 5- متضاد چیزوں کی تخلیق کے ذریعہ کمال قدرت کا اظہار 49
☆ 6- ضد کا حسن ضد سے ظاہر ہوتا ہے 49
☆ 7- شیطان کے ذریعہ آزمائش تکمیل شکر کا طریقہ 49
☆ 8- تخلیق ابلیس عبودیت کی گرم بازاری کا ذریعہ 49
☆ 9- شیطان کی تخلیق اللہ کی نشانیوں کے ظہور کا ذریعہ 50
☆ 10- اللہ کے اسماء کے متعلقات کا ظہور 50
☆ 11- اللہ کی مکمل حکومت اور کھلے تصرف کے آثار کا ظہور 50
☆ 12- ابلیس کا وجود اللہ کی کمال حکمت ہے 50
☆ 13- ابلیس کی تخلیق اللہ کے صبر اور بردباری کے اظہار کا ذریعہ 51
☆ **ابلیس کے تاقیامت زندہ رہنے کی حکمت** 51
☆ بندوں کا امتحان 51
☆ سابقہ نیک اعمال کے بدلہ میں لمبی عمر 51
☆ گناہوں میں اضافہ کے لیے لمبی عمر 52
☆ اس کو لمبی عمر دی گئی تا کہ مجرموں پر مسلط ہو جائے 52
☆ بنی آدم کو ہلاک کرنے میں شیطان کہاں تک کامیاب ہوا؟ 53
☆ ہلاک ہونے والوں کی اکثریت سے دھوکہ نہ کھایا جائے 55

باب 1 شیاطین کی دنیا اور چند احوال

☆ شیاطین کی خوراک ہڈی اور گوبر ہے 56

☆ زمین پر گری پڑی کھانے کی چیز بھی شیاطین کی خوراک ہے 56
☆ بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیاطین کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں 57
☆ شیاطین بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں 57
☆ شیاطین بالعموم ویران اور گندی جگہوں پر رہتے ہیں 58
☆ بعض شیاطین لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں 58
☆ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے 58
☆ شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے 59
☆ دھوپ اور سائے کے درمیان شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے 59
☆ شیطانِ اکبر (ابلیس) کا ٹھکانہ پانی پر ہے 59
☆ بازار شیاطین کے میدانِ جنگ ہیں 60
☆ شیاطین کے سینگ ہوتے ہیں اور ناک، کان اور آنکھ بھی 60
☆ شیاطین کی شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد بھی 61
☆ شیاطین فضاؤں کی بلندیوں میں اُڑ سکتے ہیں 61
☆ شیاطین کو اپنی شکل وصورت تبدیل کرنے کی بھی طاقت حاصل ہے 62
☆ شیاطین فنِ تعمیر کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں 63
☆ شیاطین بے پناہ قوت وطاقت اور سرعتِ رفتار کے مالک ہیں 64
☆ شیاطین نیند کی حالت میں انسان پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں 64
☆ شیاطین رمضان میں جکڑ دیئے جاتے ہیں 65
☆ شیاطین بالعموم شام کے وقت پھیلتے ہیں 67
☆ شیاطین کو بعض جانور دیکھ لیتے ہیں 67
☆ شیاطین بعض اللہ کے بندوں سے ڈرتے ہیں 67
☆ شیاطین غیب نہیں جانتے 68
☆ شیاطین قرآن جیسا معجزہ نہیں لا سکتے 69
☆ شیاطین فضا میں اپنی مقررہ حد سے آگے نہیں جا سکتے 69
☆ شیاطین نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے 70
☆ شیاطین بند دروازہ اور ڈھکا ہوا برتن نہیں کھول سکتے 71
☆ شیاطین کسی کو گمراہی پر مجبور نہیں کر سکتے 72
☆ شیاطین کو موت آتی ہے 73

☆ شیاطین روزِ قیامت جہنم کا ایندھن بنیں گے 73

باب 2 شیطان کے عزائم و مقاصد

☆ لوگوں کو کفر و شرک میں مبتلا کرنا 74
☆ اگر کافر و مشرک نہ بنا سکے تو انہیں گناہوں میں مبتلا کرنا 75
☆ ہر خیر و بھلائی کے کام سے روکنا 75
☆ عبادت و ریاضت میں خلل اندازی کرنا 76
☆ ہر ممکن طریقے سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنا 77
☆ اذیت پہنچانا 78
☆ بالآخر تمام انسانوں کو جہنم کا ایندھن بنانا 78

باب 3 شیطان کے اذیت پہنچانے کے طریقے

☆ نومولود کو تکلیف پہنچانا 79
☆ برے خواب دکھانا 81
☆ طاعون کے مرض میں مبتلا کرنا 81
☆ استحاضہ کے مرض میں مبتلا کرنا 82
☆ دیگر مختلف امراض میں مبتلا کرنا 82
☆ بنی آدم کے کھانے پینے اور سونے میں شرکت کرنا 83
☆ کچھ چرا لینا 84
☆ مرگی کے دورے میں مبتلا کرنا 84
☆ گھروں میں آتش زدگی 84
☆ آسیب زدگی 85
☆ موت کے وقت خبطی بنانا 86

باب 4 شیطان کے دھوکہ دہی کے طریقے

شیطانی وساوس

☆ وساوس کا معنی و مفہوم 89
☆ وساوس کی چند امثلہ 90

☆ وسوسہ عملِ شر کا نقطہ آغاز 90
☆ وسوسہ اندازی کی ترتیب 90
☆ انسان کا نفس بھی وسوسہ اندازی کرتا ہے 91
☆ کتاب وسنت سے شیطانی وسوسہ اندازی کے دلائل 92
☆ شیطان کے وسوسہ اندازی کے چند طریقے 94
☆ عملاً ارتکاب نہ کیا جائے تو شیطانی وساوس کی معافی 95
☆ ❁ امام طیبی رحمہ اللہ کی تشریح: 95
☆ ❁ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تشریح: 96
☆ ❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تشریح: 96
☆ ❁ علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے: 97
☆ وساوس کے اسباب 97
☆ وساوس کا علاج 98
☆ وسوسہ اور صریح ایمان 99
☆ وساوس کا شکار زیادہ خواتین کیوں ہوتی ہیں؟ 101

شیطانؑ کے دھوکہ دہی کے مختلف طریقے

☆ انسان سے ہمدردی کا اظہار 102
☆ جھوٹے وعدے اور امیدیں 106
☆ باطل کو مزین کر کے پیش کرنا 107
☆ تدریجی طریقہ اختیار کرنا 109
☆ برائی کا اچھا نام رکھ دینا 109
☆ غفلت ونسیان 110
☆ افراط وتفریط 111
☆ شکوک وشبہات پیدا کرنا 112
☆ آج کا کام کل پر ڈالنے کا عادی بنانا 115
☆ انسان کی کمزوری ڈھونڈنا اور اس پر حملہ کرنا 116
☆ نفس پر قبضہ کر لینا 117
☆ فوج کا خوف دلانا 118

☆ شراب، جوا، بت پرستی اور فال گیری 119
☆ جادوگری 122
☆ موسیقی 124
☆ عورت 125
☆ دنیا سے محبت 126

باب 5 شیطان سے بچاؤ کے طریقے

ذکرواذکار

☆ ذکر الٰہی 129
☆ سورۂ بقرہ 130
☆ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات 131
☆ آیت الکرسی 132
☆ گھر سے نکلنے کی دعا 134
☆ گھر میں داخلے اور کھانے کی دعا 134
☆ کلمہ تہلیل 135
☆ اذان 135
☆ ہر قسم کے نقصان سے بچنے کی دعا 136
☆ تلاوتِ قرآن 136
☆ گھروں میں نوافل کی ادائیگی 137
☆ بسم اللہ کی برکت سے شیطان کا انتہائی چھوٹا اور حقیر ہو جانا 137

استعاذہ

☆ استعاذہ کا مفہوم 138
☆ استعاذہ کی اہمیت وضرورت 138
☆ استعاذہ کے اسرار ورموز 141
☆ استعاذہ کے چند کلمات اور مواقع 141
☆ استعاذہ کی بہترین سورتیں 141

☆ عقائد میں شیطانی وساوس کے وقت استعاذہ 143
☆ بیت الخلاء میں داخلے کے وقت استعاذہ 143
☆ مسجد میں داخلے کے وقت استعاذہ 144
☆ مسجد سے نکلتے وقت استعاذہ 145
☆ ہم بستری کے وقت استعاذہ 145
☆ غصہ کے وقت استعاذہ 145
☆ کسی مقام پر اترتے وقت استعاذہ 146
☆ صبح وشام کے اوقات کا خاص استعاذہ 147
☆ صبح وشام اور سوتے وقت استعاذہ 147
☆ نیند میں بے چینی کے وقت استعاذہ 147
☆ برا خواب دیکھنے پر استعاذہ 148
☆ وفات کے وقت شیطانی حملے سے استعاذہ 148
☆ گدھے کی آواز سن کر استعاذہ 148
☆ نماز کی ابتدا میں استعاذہ 149
☆ دورانِ نماز شیطانی وساوس سے استعاذہ 149
☆ تلاوتِ قرآن کے وقت استعاذہ 150
☆ بچوں کے لیے استعاذہ 150
☆ شیطان سے بچاؤ کا ایک اہم اور خاص استعاذہ 151

دیگر مختلف اعمال

☆ شام کو بچوں کو گھروں میں روکنا اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لینا 151
☆ رات کو برتن ڈھک کے اور چراغ بجھا کے سونا 152
☆ دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے بچنا 153
☆ کھڑے ہو کر پانی پینے سے بچنا 153
☆ جن شکوک کے ذریعے شیطان دلوں تک پہنچ سکتا ہے ان کا ازالہ کرنا 153
☆ مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا 154
☆ صبح سویرے نماز کے لیے بیدار ہونا 155
☆ نماز کی صفوں کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑنا 156

☆ تشہد کے دوران انگشت شہادت کو حرکت دینا 157
☆ ہمیشہ اچھی بات کہنا 157
☆ اپنے مومن بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ نہ کرنا 157
☆ کسی کو برے کام پر بددعا نہ دینا 158
☆ شیطان کے لیے لقمہ نہ چھوڑنا 159
☆ ایک جوتی میں نہ چلنا 160
☆ غیر محرم عورتوں سے تنہائی اختیار نہ کرنا 160
☆ تنہا یا بلا ضرورت عورت کا گھر سے باہر نہ نکلنا 161
☆ کوئی اجنبی عورت اچھی لگے تو فوراً اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا 161
☆ تین یا تین سے زیادہ افراد کی جماعت میں سفر کرنا 162
☆ جمائی کو روکنا 163
☆ جلد بازی سے بچنا 164
☆ نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھنا 164
☆ کبوتر بازی سے بچنا 165
☆ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا اور لینا دینا 166
☆ قیلولہ کرنا 166
☆ گھر کو گھنٹی، کتوں اور تصاویر سے پاک رکھنا 167
☆ نبی ﷺ کی شان میں غلو نہ کرنا 168
☆ فضول خرچی سے بچنا 169
☆ سترے کے قریب ہو کر کھڑا ہونا 171
☆ وفات کی خبر سن کر رونے سے بچنا 171
☆ جادو کا علاج جادو کے ذریعے نہ کرانا 172
☆ **لَوْ** (اگر) کے لفظ سے بچنا 173
☆ باوضو ہو کر سونا 174
☆ **شیاطین سے متعلقہ چند ضعیف روایات** 175

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

لفظ شیطان کا مفہوم

شیطان عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کی جمع شیاطین ہے۔شیطان عربی میں ہر سرکش، نافرمان اور متکبر کو کہتے ہیں (خواہ انسان ہو یا جن) جیسا کہ امام جوہری رحمہ اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ((وَ الشَّیْطَانُ مَعْرُوْفٌ وَکُلُّ عَاتٍ مِّنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ وَ الدَّوَابِّ شَیْطَانٌ))۔[1] اسی سے شیاطین العرب ہے یعنی عرب کے سرکش و نافرمان لوگ۔

المعجم الوسیط میں ہے کہ ''شیطان ایک شریر اور گمراہ روح کا نام ہے اور ہر سرکش و فسادی کو بھی شیطان کہا جاتا ہے، خبیث سانپ پر بھی شیطان کا لفظ بولا جاتا ہے، نیز کسی چیز کی برائی بیان کرنے کے لیے بھی لفظ شیطان استعمال کیا جاتا ہے گویا کہ وہ چیز شیطان کا چہرہ ہے یا شیطان کا سر ہے وغیرہ۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک جہنمی درخت کے وصف میں شیطان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ﴾ [الصافات : ٦٥] ''اس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں۔''[2]

المصباح المنیر میں ہے کہ لفظ شیطان کے متعلق دو قول ہیں؛ ایک یہ کہ اس کی اصل شطن ہے۔اس صورت میں لفظ شیطان کا نون اصلی ہوگا اور اس کا وزن فیعال ہوگا اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہوگی جو سرکش ہو اور حق اور اللہ کی رحمت سے دور ہو (خواہ انسان ہو، جن ہو یا جانور ہو)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نون زائدہ ہے اور یہ باب شاط یشیط سے مشتق ہے، اس صورت میں نون زائدہ ہوگا اور اس کا وزن فعلان ہوگا اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہوگی جو بے کار ہو یا جلی ہوئی ہو۔[3]

واضح رہے کہ شطن طویل رسی کو کہتے ہیں (گویا جو برائی اور شر میں طویل ہو) اور شاطن اسے کہتے ہیں جو حق سے دور ہو۔[4]

(۱) [الصحاح فی اللغة (۳۵۷/۱)]
(۲) [المعجم الوسیط (۴۸۳/۱)]
(۳) [المصباح المنیر (۱۴/۵)]
(۴) [النهایة فی غریب الحدیث (۱۱۶۰/۲)]

معلوم ہوا کہ ہر سرکش، نافرمان اور حد سے تجاوز کرنے والے کو عربی میں شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ جن بھی ہو سکتا ہے اور انسان بھی۔ البتہ بالعموم جب بھی شیطان کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے جن ہی مراد ہوتا ہے بالخصوص سب سے بڑا شیطان ''ابلیس''۔

کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟

بعض قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں لیکن ان شیطانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو شیطانی راستے پر چلتے ہیں، شیطان کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، شب وروز شیطانی کام انجام دیتے ہیں اور شیطان کی طرح لوگوں کو گمراہ کرنے، دھوکہ دینے اور ان پر ظلم وزیادتی کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ انسانوں کو شیطانی کاموں میں شیطان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مجازی طور پر شیطان کہہ دیا جاتا ہے ورنہ حقیقی شیطان جنات ہی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی یہی وضاحت فرمائی ہے۔[1] ایسے چند دلائل، جن میں انسانوں کے لیے شیطان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، حسب ذیل ہیں:

1- ﴿ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴾ [البقرۃ: ۱٤] ''اور جب وہ (منافقین) ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین (یعنی بزرگوں اور سرکش سرداروں) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔''

اس آیت میں شیاطین سے مراد سردارانِ قریش و یہود ہیں جن کے ایما پر وہ (منافقین) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے یا منافقین کے اپنے سردار مراد ہیں۔[2]

2- ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴾ [الانعام: ۱۱۲] ''اور ہم نے تو اس طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہتے ہیں۔''

اس آیت میں بھی یہ وضاحت ہے کہ جیسے شیطان کے پیروکار جنوں میں سے ہیں ویسے ہی انسانوں میں سے بھی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو دونوں گروہوں کے سرکش، باغی اور متکبر لوگ ہیں۔

3- ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ ﴾ ''بلا شبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ انسانی شیطان اور جناتی شیطان عمر کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔''[3]

---

(۱) [فتح الباری (۱/٥٨٤)] (۲) [تفسیر احسن البیان (ص: ۱۱) مزید دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۱/۱۸۲)]

(۳) [صحیح: المشکاۃ (٦٠٤٠) صحیح ترمذی، ترمذی (۳٦۹۱) آداب الزفاف (ص: ۲۰۲)]

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) سرکش انسان پر شیطان کا لفظ بولنا بھی معروف ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے "شیاطین الانس والجن"۔ (۱)

(خطابی رحمہ اللہ) شیطان ہر سرکش ومتکبر کا نام ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ (۲)

جنات میں مومن بھی ہوتے ہیں اور شیطان بھی

جنات میں نیک اور بد دونوں طرح کے گروہ موجود ہیں اس کا ثبوت قرآن کریم کی درج ذیل آیت ہے:

﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿14﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿15﴾﴾ [الجن: ۱٤۔۱۵] "ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ پس جو فرمانبردار ہو گئے انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔"

امام بغوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((وَ فِی الْجِنِّ مُسْلِمُوْنَ وَ کَافِرُوْنَ ... وَ اَمَّا الشَّیَاطِیْنُ فَلَیْسَ مِنْهُمْ مُسْلِمُوْنَ)) "جنات میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی... جبکہ شیاطین میں مسلمان نہیں ہوتے۔" (۳)

معلوم ہوا کہ تمام جنات شیاطین نہیں بلکہ جنات کا ایک گروہ شیطان ہے جبکہ دوسرا گروہ مومن ہے۔

مومن جن جنت میں اور شیطان جن جہنم میں جائیں گے

اس کی ایک دلیل تو درج بالا آیت ہے اور دوسری دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ [الاعراف: ۱۷۹] "اور یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت زیادہ تعداد کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جنوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور جمہور اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں داخل ہوں گے۔ (٤)

یہاں کسی کے ذہن میں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ جنات تو خود آگ سے پیدا ہوئے ہیں پھر انہیں آگ کا عذاب کیسے ہوگا؟ تو اس کے بہت سے جوابات ہیں جن میں سے زیادہ مناسب اور مختصر جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود یہ ذکر فرمایا ہے کہ سرکش جنوں کو آتشِ جہنم میں عذاب دیا جائے گا تو اس پر ہمارا کامل ایمان ہونا چاہیے کہ انہیں عذاب ہوگا، البتہ اس عذاب کی صورت وکیفیت اور حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھا ہے اس لیے ہمیں بھی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔

---

(۱) [فتح الباری (۵۸٤/۱)] (۲) [غریب الحدیث للخطابی (۵۲۹/۱۱)]

(۳) [معالم التنزیل ۔ المعروف بہ تفسیر بغوی (۳۷۹/٤)]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۳۸/۱۹)]

کیا جن اور شیطان میں کوئی فرق ہے؟

جن اور شیطان میں یہ فرق ہے کہ ہر شیطان جن ہوتا ہے جبکہ ہر جن شیطان نہیں ہوتا۔ بالفاظِ دیگر شیطان جنات کی اس قسم کا نام ہے جو سرکش، باغی اور نافرمان ہو جبکہ جنات کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو نافرمان نہیں بلکہ اللہ کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے۔ چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ''شیاطین جنات کی وہ قسم ہے جو خدا کے نافرمان ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد میں سے ہیں۔''(۱)

کیا شیطان مسلمان ہو سکتا ہے؟

شیخ سلیمان اشقر رقمطراز ہیں کہ شیطانِ اکبر یعنی ابلیس مسلمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کے متعلق خبر دے دی ہے کہ وہ کفر پر ہی باقی رہے گا۔ رہی بات اس کے علاوہ کسی اور شیطان کی تو ہمیں یہی بات سمجھ آتی ہے کہ دوسرے شیطان مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا۔(۲) مگر بعض علماء اس کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ شیطان مومن نہیں ہو سکتا۔ انہی میں سے شارح طحاویہ ہیں، انہوں نے لفظ فَاَسْلَمَ کی توجیہہ اِسْتَسْلَمَ سے کی ہے یعنی ''وہ مطیع و فرمانبردار ہو گیا''۔(۳)

بعض علماء کا خیال ہے کہ روایت میم کے پیش کے ساتھ فَاَسْلَمُ ہے یعنی ''میں شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہوں''۔ اگرچہ شارح طحاویہ کا خیال یہ ہے کہ پیش والی روایت لفظ میں تحریف ہے لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ ''یہ دونوں روایتیں (زبر اور پیش کے ساتھ) مشہور ہیں۔'' امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بات امام خطابی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے کہ انہوں نے پیش والی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۴)

جن لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان مسلمان ہو سکتا ہے ان میں امام ابن حبان رحمہ اللہ بھی ہیں۔ وہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ((فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ شَیْطَانَ الْمُصْطَفٰی ﷺ اَسْلَمَ حَتّٰی اِنَّهُ لَمْ یَكُنْ یَاْمُرُهُ اِلَّا بِخَیْرٍ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ یَسْلَمُ مِنْهُ وَ اِنْ كَانَ كَافِرًا)) ''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمزاد شیطان مسلمان ہو گیا تھا اور وہ آپ کو صرف بھلائی کا حکم دیتا تھا اور اگر وہ کافر بھی تھا تب بھی آپ اس کے شر سے محفوظ رہتے تھے۔''

شارح طحاویہ کی یہ بات محل نظر ہے کہ شیطان کافر ہی ہوتا ہے، اگر ان کی اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان

(۱) [آکام المرجان فی احکام الجان (ص: ۵۱)]

(۲) ["أن الله اعاننی علیه فاسلم ، فلا یأمرنی الا بالخیر" صحیح مسلم (۲۸۱٤)]

(۳) [شرح العقیدة الطحاویة (ص: ٤۳۹)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۱۵۸/۱۷)]

صرف کافر جنوں کو کہتے ہیں تو یہ درست ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ شیطان اسلام کی طرف نہیں پلٹ سکتا تو یہ عقل سے بعید تر بات ہے، حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔ (۱)

شیطان کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟

شیاطین کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ شیاطین جنات ہی ہیں اور جنات کی تخلیق کے بارے میں کتاب وسنت میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے:

(1) ﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ [الحجر : ۲۷] ''اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔''

(2) ایک دوسرا ارشاد یوں ہے کہ ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ [الرحمن : ۱۵] ''اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔''

فرمان نبوی ہے کہ ﴿ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ ﴾ ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بیان کردی گئی ہے (یعنی مٹی)۔'' (۲)

شیطانِ اکبر ابلیس

شیطانِ اکبر یعنی سب سے بڑا شیطان ''ابلیس'' ہے۔ جس نے سب سے پہلے اللہ کی نافرمانی کی اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے اولین کافر ٹھہرا۔ البتہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت ﴿ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۳٤] ''اور وہ کافروں میں سے ہو گیا'' سے پتہ چلتا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت پہلے سے ایسی موجود تھی جو سرکش و نافرمان تھی اور ابلیس کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ قرآن میں بالعموم شیاطین کا لفظ انہی جنوں اور ان کی ذریت کے لیے استعمال ہوا ہے اور جہاں شیاطین سے انسان مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہ ہو وہاں یہی شیاطین جن مراد ہوتے ہیں۔ (۳) تاہم حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق گناہوں کا آغاز ابلیس سے ہی ہوا اور اس کا گناہ تکبر تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کو کیوں سجدہ کرے۔ (٤)

اہل علم کا کہنا ہے کہ ابلیس کو یہ نام اسی لیے دیا گیا کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا تھا۔ عربی زبان میں

---

(۱) [عالم الجن والشیاطین، از عمر سلیمان الاشقر (اردو)، (ص : ۸۱، ۸۲)]

(۲) [مسلم (۲۹۹٦) کتاب الزھد والرقائق]

(۳) [تفہیم القرآن، از مولانا مودودی (٦٧/١)]

(٤) [تفسیر ابن ابی حاتم (۸٤/۱)]

بَلَسٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیر اور بھلائی نہ ہو، اسی سے فعل اُبْلِسَ آتا ہے جس کے معنی مایوس اور حیران ہونے کے ہیں ۔ علماء سلف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے پہلے شیطان کا نام ''عزازیل'' تھا۔ (۱) لہٰذا ابلیس کا معنی ہوا ''انتہائی مایوس'' اصطلاحاً یہ اُس جن کا نام ہے جس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے آدم اور بنی آدم کے لیے مطیع و مسخر ہونے سے انکار کر دیا اور اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی کہ اسے نسل انسانی کو بہکانے اور گمراہیوں کی طرف ترغیب دینے کا موقع دیا جائے۔ اسی کو الشیطان بھی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت شیطان اور ابلیس بھی محض کسی مجرد قوت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ بھی انسان کی طرح ایک صاحبِ تشخص ہستی ہے۔ (۲)

ابلیس جن ہے یا فرشتہ؟

ابلیس اگرچہ عبادت و ریاضت کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ رہنے لگ گیا تھا لیکن وہ فرشتہ نہیں بلکہ جن ہی تھا اور اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ [الکہف : ۵۰] ''(ابلیس) جنوں میں سے تھا اور اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کا سبب یہ بیان کیا کہ ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ﴾ [الاعراف : ۱۲] ''میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے (اور بلاشبہ آگ سے جنات ہی پیدا کیے گئے ہیں) جبکہ اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

(حسن بصری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ابلیس لحہ بھر کے لیے بھی فرشتوں میں سے نہ تھا کیونکہ وہ تو جنات کی اصل تھا جیسا کہ آدم علیہ السلام انسانوں کی اصل ہیں۔ (۳)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے قبل ابلیس کا شمار فرشتوں میں تھا اور اس کا نام عزازیل تھا، یہ زمین کے باشندوں میں سے تھا۔ عبادت اور علم کے اعتبار سے یہ تمام فرشتوں سے بڑھ کر تھا۔ اسی وجہ سے یہ تکبر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا تعلق فرشتوں کے ایک ایسے خاندان سے تھا جس کا نام 'جن' تھا، یعنی جنوں کی ایک قسم سے تھا۔ (۴)

---

(۱) [عالم الجن والشیاطین (اردو)، (ص : ۲۵)] (۲) [تفہیم القرآن (۶۵/۱)]
(۳) [تفسیر الطبری (۳۲۳/۱۵) تفسیر ابن کثیر (۱٦٧/۵)]
(٤) [تفسیر ابن کثیر (۱۷۹/۱) تفسیر الطبری (۳۲۱/۱)]

(شیخ صالح الفوزان) صحیح بات یہ ہے کہ شیطان فرشتوں میں سے نہیں تھا کیونکہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔[1]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) یہ بات مخفی نہیں کہ فرشتے بھی اللہ کی مخلوقات میں سے ہی ایک جنس ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے، یہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے جبکہ ابلیس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی ذکر فرما دیا ہے کہ وہ جنوں میں سے ہے (اسی لیے اس نے اللہ کی نافرمانی بھی کی اور اللہ کے احکام کے سامنے تکبر وسرکشی کا بھی مظاہرہ کیا)۔[2]

ایک دوسرے فتوے میں یہ صراحت ہے کہ ((اِبْلِيْسُ مِنَ الْجِنِّ وَ لَيْسَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ)) ''ابلیس جنوں میں سے ہے فرشتوں میں سے نہیں۔''[3]

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ابلیس فرشتوں میں سے نہیں کیونکہ ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ فرشتے نور سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ) ابلیس کا مزاج بھی فرشتوں کے مزاج سے مختلف ہے۔ فرشتوں کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے... جبکہ شیطان کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ متکبر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔[4]

ابلیس اور دیگر شیاطین

ابلیس اور دیگر شیاطین میں جنس کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیونکہ ابلیس بھی جنات میں سے ہے اور دیگر شیاطین بھی۔ البتہ نافرمانی اور سرکشی کے اعتبار سے فرق ہے اور وہ یہ کہ ابلیس سرکشی میں باقی تمام شیاطین سے بڑھ کر ہے حتی کہ گمراہی پھیلانے میں وہی ان کا سردار ہے، نیز اسے قیامت تک مہلت بھی دی گئی ہے اور وہ تا قیامت لوگوں کو گمراہ کرتا رہے گا جبکہ دوسرے شیاطین کو نہ تو قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی ہے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ گمراہی میں ہی مبتلا رہیں کیونکہ وہ اسلام بھی قبول کر سکتے ہیں اور مومن جنات میں شامل ہو کر جنت میں بھی داخل ہو سکتے ہیں، جیسا کہ پیچھے اس کی کچھ وضاحت گزر چکی ہے۔

ابلیس اور اس کے چیلے چانٹے

ابلیس کے کچھ معاون و مددگار بھی ہیں بالخصوص اس کی نسل و اولاد اور بالعموم دیگر جنات جو برائی کے

---

(۱) [المنتقى من فتاوى الفوزان (۳۳/۷)]

(۲) [فتاوى اسلامية (۵۰/۱)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۵۰۹/۳)]

(۴) [مجموع فتاوى ابن عثيمين (۲۸۶/۱)]

کاموں میں اس کے تابع فرمان ہیں۔ تاہم اس کے کچھ چیلے چانٹے انسانوں میں بھی ہیں جو شیطان کی طرح ہی دوسروں کو ہمہ وقت گمراہ کرنے، رسوا کرنے، ان پر ظلم وزیادتی کرنے اور انہیں جہنم کے راستے پر چلانے میں مصروف ہیں، شیطان ان سے بھی اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے تعاون لیتا ہے۔ اس حوالے سے کچھ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ [الاسراء : ٦٤] ''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز (یعنی گانے، موسیقی وغیرہ) سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (انسانی اور جناتی لشکر) چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے بھی ساجھا لگا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔''

(2) ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ [الکھف : ٥٠] ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔''

(3) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ [مریم : ٨٣] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اُکساتے ہیں۔''

(4) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ ...﴾ ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہاں سے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں)۔''(۱)

ابلیس اور ہمزاد

ہمزاد سے مراد وہ شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت رہتا ہے اور اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے بعینہ جیسے ہمہ وقت اس کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے جو اسے نیکی کا حکم دیتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ شیطان ابلیس کے علاوہ ہے کیونکہ ابلیس کی رہائش ہر انسان کے ساتھ نہیں بلکہ پانی پر ہے۔ البتہ یہ شیطان ابلیس کا ہی کوئی چیلا چانٹا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ ہر وقت اس کی اطاعت میں اپنے متعلقہ شخص کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اگر انسان اللہ کا ذکر کرتا رہے اور تقویٰ کا دامن تھامے رکھے تو یہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر انسان ذکر الٰہی میں غفلت کا مرتکب ہو تو یہ اس پر غلبہ پا لیتا ہے۔ ہمزاد کی ہر شخص کے ساتھ موجودگی کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [مسلم (۲۸۱۳) کتاب صفة القیامة والجنة والنار : باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه]

(1) ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ [الزخرف : ٣٦] ''اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔''

(2) ﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ [فصلت : ٢٥] ''اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشین (یعنی شیاطین) مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے۔''

(3) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ قَرِيْنَهٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا وَ اِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَ اِيَّایَ اِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِیْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَيْرٍ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو اس کے ساتھی کے طور پر مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے صرف خیر و بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔''(۱)

اگر چہ اس روایت میں جن کا ذکر ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ شیطان بھی جنات کی ہی ایک قسم ہے، جو لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس لیے یہاں جن سے مراد شیطان ہی ہے۔ یہی باعث ہے کہ دوسری روایت میں جن کی جگہ شیطان کا لفظ بھی موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت ان کے پاس سے نکلے تو انہیں غیرت آ گئی (یعنی وہ سمجھیں کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں)۔ پھر آپ واپس لوٹے اور میرا حال دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! تجھے کیا ہوا؟ کیا تجھے غیرت آ گئی ہے؟ میں نے کہا بھلا ایسا کیوں نہ ہو کہ میرے جیسی عورت آپ جیسے شوہر پر غیرت نہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ ؟ ﴾ ''کیا تیرے پاس تیرا شیطان آ گیا ہے؟'' میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ تب آپ نے فرمایا ﴿ نَعَمْ وَ لٰكِنَّ رَبِّیْ اَعَانَنِیْ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ ﴾ ''ہاں (میرے ساتھ بھی ہے) لیکن میرے رب نے اس کے مقابلے میں میری مدد کی ہے اور میں اس سے سلامت ہو گیا ہوں۔''(۲)

ابلیس اور انسانی شیطان

جیسے شیطان کے بہت سے چیلے چانٹے جنوں میں ہیں ویسے ہی اس کے بہت سے مددگار انسانوں میں بھی

---

(۱) [مسلم (٢٨١٤) كتاب صفة القيامة والجنة والنار]

(۲) [مسلم (٢٨١٥) كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان ، وبعثه سراياه لفتنه للناس]

ہیں۔تعجب اس بات پر ہے کہ سب سے بڑا دشمن ہونے کے باوجود شیطان کو انسانوں کی اکثریت نے اپنا دوست بنا رکھا ہے، وہ شب و روز اسی کی پیروی کرتے ہیں، اسی کے افکار کو پھیلاتے ہیں، اسی کے راستوں پر چلتے ہیں اور ہمہ وقت اسی کے تعاون میں مصروف رہتے ہیں۔مقامِ افسوس ہے کہ ایک نہایت عقل مند اور دانا انسان اپنے دشمن کو ہی دوست بنا بیٹھا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یوں تنبیہ فرمائی ہے کہ

﴿ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾ [الکھف : ۵۰] ''کیا تم اسے (یعنی شیطان کو) اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔''

آئندہ سطور میں انسانوں میں سے شیطان کے دوستوں کے متعلق چند معلومات ذکر کی جارہی ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

1- شیطان کے دوستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [سبا : ۲۰]

''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔''

2- شیطان کے اکثر و بیشتر دوست وہی لوگ ہیں جو بے ایمان ہیں:

﴿ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾ [الاعراف : ۲۷] ''ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے (یعنی بے ایمان قسم کے لوگ ہی اس کے دوست اور اس کے خاص شکار ہیں۔تاہم اہل ایمان پر بھی وہ ڈورے ڈالتا رہتا ہے۔کچھ اور نہیں تو شرک خفی (ریاکاری) اور شرک جلی میں ہی ان کو مبتلا کر دیتا ہے اور یوں ان کو بھی ایمان کے بعد ایمانِ صحیح کی پونجی سے محروم کر دیتا ہے)۔''

3- شیطان اہل ایمان کو اپنے دوستوں سے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے:

﴿ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾

[آل عمران : ۱۷۵] ''یہ صرف شیطان ہی تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا (یعنی تمہیں اس وسوسے میں مبتلا کر رہا تھا کہ اس کے دوست بڑے مضبوط اور طاقتور ہیں) تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو (اور صرف مجھ پر ہی بھروسہ کرو) اگر تم مومن ہو۔''

4- شیطان اپنے دوستوں کو اہل ایمان کے خلاف جنگ و قتال پر آمادہ کرتا ہے:

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ

﴿فَقَاتِلُوٓا أَوۡلِيَآءَ ٱلشَّيۡطَٰنِۖ إِنَّ كَيۡدَ ٱلشَّيۡطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾﴾ [النساء : ٧٦] ''جولوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ بالکل کمزور ہے (خواہ تمہیں شیطان کے دوست کتنے ہی ظاہری اسباب اور اسلحہ سے لیس نظر آئیں مگر یاد رکھو کہ شیطان کے یہ چیلے تمہارے عزم جہاد اور ایمانی قوت کے مقابلے میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتے)۔''

5- شیطان اپنے دوستوں کے ذریعے اہل ایمان کو ذہنی پریشانی پہنچانے کی بھی کوشش کرتا ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلنَّجۡوَىٰ مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ لِيَحۡزُنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَيۡسَ بِضَآرِّهِمۡ شَيۡـًٔا إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ﴾

[المجادلۃ : ١٠] ''(بری) سرگوشیاں ایک شیطانی کام ہے جس سے ایمان والوں کو رنج پہنچے۔ گو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' شیطان دراصل اپنے دوستوں (کفار و مشرکین) کو اس بات پر اُبھارتا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان ان کے پاس سے گزرے تو آپس میں کانا پھوسی شروع کر دیں تاکہ وہ یہی سمجھے کہ یہ لوگ اسی کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں اور وہ ذہنی طور پر پریشان ہو جائے۔

6- شیطان اپنے دوستوں سے اس طرح بھی کام لیتا ہے کہ انہیں مومنوں کو گمراہ کرنے کے لیے دین میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرنے میں لگا دیتا ہے:

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ لِيُجَٰدِلُوكُمۡۖ وَإِنۡ أَطَعۡتُمُوهُمۡ إِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُونَ﴾

[الانعام : ١٢١] ''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (شکوک واعتراضات) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔'' واضح رہے کہ یہود، نصاریٰ، ملحدین، مستشرقین، کفار اور دیگر تمام بے دین لوگ جو بھی آج دین اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، سب شیطان کے ہی دوست اور مطیع وفرمانبردار ہیں۔

شیطان انسانیت کا بدترین دشمن

(1) ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلۡغَرُورُ ﴿٥﴾ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمۡ عَدُوّٞ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّاۚ إِنَّمَا يَدۡعُواْ حِزۡبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴿٦﴾﴾

[فاطر : ٥، ٦] ''لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ ہی دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈال دے۔ یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن ہی سمجھو (یعنی اس سے سخت عداوت رکھو)، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم میں داخل ہو جائیں۔''

غــرور بمعنی بہت بڑا دھوکہ باز اور یہ شیطان ہے۔ جو اللہ ہی کے بارے میں انسان کو دھوکہ میں ڈالے رکھتا ہے۔ سب سے پہلے تو وہ اللہ کی ہستی کے بارے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہے اور وہ اس کے دھوکہ میں آ کر اللہ کی ہستی کے ہی منکر بن جاتے ہیں اور جو لوگ شیطان کے اس فریب سے بچ نکلتے ہیں تو وہ اللہ کی صفات میں بہت سی دوسری ہستیوں کو شریک بنانے کی راہیں سجھاتا ہے اور ہر دور میں نئی نئی راہیں سجھاتا ہے۔ کچھ لوگ مظاہر کائنات کے پجاری ہیں کچھ فرشتوں، کچھ جنوں، کچھ اولیاء اللہ اور ان کی قبروں سے امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ہر دور میں شیطان انہیں شرک کے جواز پر نئی سے نئی دلیلیں سجھاتا رہتا ہے۔ پھر جو لوگ اس فریب سے بھی بچ نکلتے ہیں انہیں یہ پٹی پڑھاتا رہتا ہے کہ اگر تم سے یہ گناہ سرزد ہو بھی گیا تو اللہ بڑا غفور رحیم ہے یا ابھی بہت زندگی پڑی ہے۔ بعد میں توبہ تائب کر لیں گے۔ اسی طرح شیطان لوگوں کو اللہ اور اس کے عذاب سے نڈر اور گناہوں سے جری بنا دیتا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! تم شیطان کے فریب میں نہ آ جانا۔ اس کی ایک بھی بات نہ ماننا۔ وہ پہلے دن سے تمہارا دشمن ہے۔ لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو گے تو اسی میں تمہاری عافیت ہے، وہ کبھی تمہارا دوست نہیں بن سکتا۔ وہ شرکیہ عقائد و بدعات خواہ کس خوبصورت انداز میں پیش کرے اور تم اسے کار ثواب اور اس میں فلاح دارین ہی سمجھنے لگو حقیقت میں وہ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہوتا ہے۔ اس کا تو اولین مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اکیلا دوزخ میں نہ جائے بلکہ جنوں اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو اپنا ساتھی بنا کر اپنے ہمراہ دوزخ میں لے جائے۔ (۱)

(2) ﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ كَمَآ أَخۡرَجَ أَبَوَيۡكُم مِّنَ ٱلۡجَنَّةِ يَنزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡءَٰتِهِمَآۚ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمۡ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡۗ إِنَّا جَعَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوۡلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾ [الاعراف : ۲۷] ''اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں کسی خرابی میں مبتلا نہ کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین (آدم وحواء علیہما السلام) کو جنت سے باہر نکلوا دیا، ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تاکہ وہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے (یعنی وہ نظر بھی نہیں آتے اس لیے ان سے بچنے کی فکر بھی زیادہ ہونی چاہیے)۔ ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند حقائق سے آگاہ فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ شیطان کے مکروفریب سے ہوشیار رہیں، وہ اگر تمہارے باپ کو مکروفریب سے اور سبز باغ دکھا کر جنت سے نکلوا سکتا ہے تو تمہارے ساتھ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرے یہ کہ شیطان کا سب سے پہلا وار یہ ہوتا ہے کہ انسان کو فحاشی میں مبتلا کر دے، بے حجابی کو عام کر دے اور تمہارے پردۂ شرم وحیا کو تار تار کر دے۔ تیسرے یہ کہ تمہارا دشمن تو تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے جبکہ تم اسے

(۱) [تیسیر القرآن (۶۵٤/۳)]

نہیں دیکھ سکتے اور ظاہر ہے کہ ایسا دشمن اپنے مدِ مقابل (انسان) پر وار اس وقت کرے گا جب وہ غفلت میں پڑا ہو اور اس کا یہ وار شدید تر ہوگا۔ اور چوتھے یہ کہ اس کا وار صرف ان لوگوں پر چل سکے گا جو ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ ایمان لانے والے اور اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے ایک ایسی ہستی کی پناہ میں آجاتے ہیں جو خود تو ان شیطانوں کو دیکھتا ہے لیکن شیطان اسے نہیں دیکھ سکتے گویا معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں پر شیطان کا حملہ بہت کم کارگر ہوتا ہے اور اگر کسی وقت وہ شیطان کے بہکاوے میں آ بھی جائیں تو اللہ سے معافی مانگ کر اور اس کے دامن میں پناہ لے کر شیطانی حملے کے اثر سے پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ (۱)

(3) ﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [یوسف: ۵] ''بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

(4) ﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾ [الاسراء: ۵۳] ''یقیناً شیطان انسان کے لیے کھلا دشمن ہے۔''

(5) ﴿وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْإِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ [الفرقان: ۲۹] ''اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔''

''دغا دینے والا'' سے مراد یہ ہے کہ شیطانِ انسان کے سامنے باطل کو آراستہ کرتا ہے اور انسان کو سبز باغ دکھا کر اور بڑی بڑی آرزوئیں دلا کر گمراہ کرتا ہے۔ لیکن بعد میں مشکل وقت میں وہ اسے دنیا میں بھی چھوڑ جاتا ہے اور آخرت میں بھی چھوڑ جائے گا۔ یہی خصلت شیطان کے دوستوں یا شیطان سیرت انسانوں کی بھی ہوتی ہے۔

(6) ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿60﴾ وَّأَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿61﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾

[یسین: ۶۰۔۶۲] ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے۔ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے (یعنی تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور دشمن کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے)۔''

اس آیت کی تشریح میں امام رازی رحمہ اللہ نے ایک نفیس بحث قلمبند فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ''شیطان کی عبادت نہ کرنا'' کا معنی ہے ''اس کی اطاعت نہ کرنا'' لہٰذا اطاعت ہی عبادت ہے۔ اس کے بعد موصوف یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر عبادت بمعنی اطاعت ہے تو کیا آیت ﴿أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ میں ہم کو رسول اور امراء کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟ پھر اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان کی اطاعت جبکہ اللہ کے حکم سے ہو تو وہ اللہ ہی کی عبادت اور اسی کی اطاعت ہوگی۔ کیا دیکھتے نہیں ہو فرشتوں نے اللہ کے حکم سے آدم کو سجدہ کیا اور یہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ تھی۔ امراء کی اطاعت ان کی عبادت صرف اُس صورت میں ہوگی جب

(۱) [ایضاً (۲/۴۱۔۴۲)]

کہ ایسے معاملات میں اُن کی اطاعت کی جائے جن میں اللہ نے ان کی اطاعت کا اذن نہیں دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہارے سامنے آئے اور تمہیں کسی چیز کا حکم دے تو دیکھو کہ اس کا یہ حکم اللہ کے حکم کے موافق ہے یا نہیں۔ موافق نہ ہو تو شیطان اس شخص کے ساتھ ہے، اگر اس حالت میں تم نے اس کی اطاعت کی تو تم نے اس کی اور اس کے شیطان کی عبادت کی۔ اسی طرح اگر تمہارا نفس تمہیں کسی کام کے کرنے پر اُکسائے تو دیکھو کہ شرع کی رو سے وہ کام کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اجازت نہ ہو تو تمہارا نفس خود شیطان ہے یا شیطان اس کے ساتھ ہے۔ اگر تم نے اس کی پیروی کی تو تم اس کی عبادت کے مرتکب ہوئے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ مگر شیطان کی عبادت کے مراتب مختلف ہیں؛ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کرتا ہے اور اس کے اعضاء کے ساتھ اس کی زبان بھی اس کی موافقت کرتی ہے اور دل بھی اس میں شریک ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعضاء و جوارح سے تو آدمی ایک کام کرتا ہے مگر دل اور زبان اس کام میں شریک نہیں ہوتے۔ بعض لوگ ایک گناہ کا ارتکاب اس حال میں کرتے ہیں کہ دل اُن کا اس پر راضی نہیں ہوتا اور زبان ان کی اللہ سے مغفرت کر رہی ہوتی ہے اور وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم یہ برا کام کر رہے ہیں۔ یہ محض ظاہری اعضاء سے شیطان کی عبادت ہے۔ کچھ اور لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ٹھنڈے دل سے جرم کرتے ہیں اور زبان سے بھی اپنے اسے فعل پر خوشی و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں ... یہ ظاہر و باطن دونوں میں شیطان کے عابد ہیں۔[1]

(7) ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ [الزخرف : ٦٢] ''اور شیطان تمہیں (سیدھی راہ سے) روک نہ دے، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

(8) ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۢ ۚ بِئْسَ لِلظَّٰلِمِينَ بَدَلًا﴾ [الكهف : ٥٠] ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے، ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے (اور ایک دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ ''ظالموں نے کیا ہی برا بدل اختیار کیا ہے'' یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کی دوستی چھوڑ کر شیطان کی اطاعت اور اس کی دوستی جو اختیار کی ہے تو یہ بہت ہی برا بدل ہے، جسے ان ظالموں نے اپنایا ہے)۔''

اس آیت کریمہ میں پرزور ترغیب ہے کہ شیطان کو دشمن سمجھا جائے اور وہ سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے جو اس کو

(١) [تفسير كبير (١٠٣/٧) بحواله تفهيم القرآن (٢٦٧/٤ـ٢٦٨)]

دشمن قرار دینے کا موجب ہے، نیز یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ صرف ظالم شخص ہی اس کو اپنا دوست قرار دیتا ہے اور اس شخص کے ظلم سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہو سکتا ہے جو اپنے حقیقی دشمن کو دوست سمجھے اور اپنے حقیقی اور قابل تعریف دوست کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيَائُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ ﴾[البقرة : ٢٥٧] ''اللہ ان لوگوں کا دوست اور مددگار ہے جو ایمان لائے، وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور وہ لوگ جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے والی اور مددگار طاغوت ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الاعراف : ٣٠] ''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست اور سرپرست بنالیا ہے۔''(١)

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ شیطان انسان کا ہمیشہ سے دشمن ہے اور ہمیشہ دشمن ہی رہے گا اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ شیطان کو اپنا دشمن ہی سمجھے اور اس سے دشمنوں جیسا ہی سلوک کرے یعنی اس سے دوستی مت لگائے، اس کی اطاعت نہ کرے، جن کاموں سے وہ خوش ہوتا ہے ان سے بچے اور اس کے ہر قسم کے حملے سے بچنے کے لیے تمام حفاظتی تدابیر اختیار کرے (جن کا ذکر آئندہ باب ''شیطان سے بچاؤ کے طریقے'' کے تحت کیا جائے گا، إن شاء الله)۔

شیطانی دشمنی اور انسانی دشمنی میں فرق

شیطانی دشمنی اور انسانی دشمنی میں یہ فرق ہے کہ انسانی دشمن کے ساتھ اگر نیکی اور حسن سلوک سے پیش آیا جائے تو وہ دشمنی چھوڑ کے آپ کا حقیقی دوست بن سکتا ہے لیکن شیطانی دشمن کے ساتھ آپ جتنا بھی اچھا سلوک کر لیں وہ کبھی بھی آپ کا دوست نہیں بنے گا، نہ تو وہ کوئی رشوت قبول کرے گا اور نہ ہی کسی کی سفارش بلکہ وہ ہمیشہ آپ کا دشمن ہی رہے گا۔ یہی باعث ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انسانی دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور شیطانی دشمن سے صرف اللہ کی پناہ مانگنے کی ہی نصیحت کی گئی ہے۔ چند آیات حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿١٩٩﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭاِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٠٠﴾ ﴾[الاعراف : ١٩٩۔٢٠٠] ''آپ عفو و درگزر سے کام لیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کر لیجیے۔ اور اگر شیطان کا کوئی وسوسہ آپ کو اُبھارے تو اللہ کی پناہ مانگیے۔ بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

---

(١) [تفسير السعدى (١٥٢٨/٢)]

(2) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿96﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿97﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿98﴾﴾ [المومنون: ٩٦-٩٨] ''برائی کو اس طریقے سے دفع کیجئے جو احسن ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، ہمیں وہ خوب معلوم ہے۔ اور آپ کہیں: اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! میں (اس سے بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔''

(3) ﴿وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿34﴾ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿35﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿36﴾﴾ [حم السجده: ٣٤-٣٦] ''اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں تو برائی کا ایسے طریق سے جواب دیجئے جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ یکایک وہ شخص کہ آپ اور اس کے درمیان دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔ اور اگر آپ کو شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ اُبھارے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ بیشک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یہ تینوں آیات ایک ہی مضمون کی ہیں اور کوئی چوتھی آیت اس مفہوم کی نہیں ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسانوں میں سے جو دشمن ہو، اسے رام کرنے کے لیے حسن سلوک اور احسان کو اختیار کیا جائے۔ اس روش سے انسانوں کی اصل طبع سلیم دوستی اور صلح صفائی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ شیطانی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے استعاذے کو اختیار کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں، اس لیے کہ وہ حسن سلوک اور کسی احسان کو قبول نہیں کرتا۔ اس کی پوری پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو تباہ و برباد کردے۔ اس لیے کہ اس کے اور انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے مابین پہلے سے شدید عداوت چلی آرہی ہے۔ (۱)

شیطان کی انسان دشمنی کا سبب اور آغاز

دراصل شیطان کی انسان سے دشمنی بہت قدیم ہے حتی کہ اس کا آغاز اسی روز ہو گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر کھڑا کیا تھا۔ شیطان نے اسی وقت اس کے گرد گھوم کر اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ

(۱) [تفسیر ابن کثیر (مطبوعہ دار السلام) (۱/۸٤-۸۵)]

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَتْرُكَهُ فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا تو اس کو جب تک چاہا کچھ مدت تک کے لیے اپنی حالت پر چھوڑ دیا، اس کا معائنہ کرنے کے لیے شیطان آس پاس چکر لگانے لگا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ ڈھانچہ کھوکھلا ہے تو سمجھ گیا کہ اللہ نے ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کو اپنی ذات پر قابو نہیں۔''(۱)

بہر حال اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی انسان دشمنی کے دو بنیادی سبب تھے:

❶ **حسد** : ﴿قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ﴾ [الاسراء : ٦٢] ''(ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے) کہا، اچھا دیکھ لے اسے (یعنی آدم علیہ السلام) کو تو نے مجھ پر عزت دی ہے۔''

❷ **تکبر** : ﴿فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَٰفِرِينَ﴾ [البقرة : ٣٤] ''(سب فرشتوں نے) سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا، تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔''

ابلیس نے حسد اور تکبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس تھا۔

دراصل ابلیس جنوں میں سے تھا اور اپنی عبادت گزاری کی کثرت کی بنا پر فرشتوں میں گھلا ملا رہتا تھا۔ جب فتنہ و فساد کی بنا پر فرشتوں نے جنوں کو سمندروں کی طرف مار بھگایا تو اس وقت بھی یہ فرشتوں میں ہی شامل تھا اور جن بھی چونکہ مکلف مخلوق ہیں اور قوتِ اختیار و ارادہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا جنوں کے بعد ابلیس خود خلافتِ ارضی کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیا تو یہ اندر ہی اندر جلتا بھنتا رہا اور جب فرشتوں کو حکم سجدہ ہوا تو اس کے اندرونی حسد و کینہ نے جوش مارا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا برملا اظہار شروع کر دیا۔ اس وجہ سے راندۂ درگاہ الٰہی اور کافر قرار پایا۔ گویا اس کا جرم صرف یہی نہ تھا کہ اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ اس سے زیادہ جرم یہ تھا کہ تکبر کی بنا پر حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنی برتری بیان کرنا شروع کر دی۔(۲)

ابلیس کے اس حسد و تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال باہر کیا۔ اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اسے تا قیامت مہلت دے دی، تب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ہر قسم کا داؤ پیچ استعمال کر کے آدم کی ساری اولاد کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور بہت کم لوگ ہی اس کے حملے سے بچ پائیں گے۔ اس بات کا تذکرہ قرآن کریم نے یوں کیا ہے:

---

(۱) [مسلم (٢٦١١) كتاب البر والصلة والآداب : باب خلق الانسان خلقا لا يتمالك]

(۲) [تيسير القرآن (٦١/١)]

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿28﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿29﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿30﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ﴿31﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ﴿32﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿33﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿34﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿35﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿36﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿37﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿38﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿39﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿40﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿41﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِينَ ﴿42﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿43﴾﴾ [الحجر : ۲۸-۴۳]

''اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے (صاف) انکار کردیا۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا اب تو اس (جنت) سے نکل جا کیونکہ تو راندۂ درگاہ ہے۔ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری پھٹکار ہے۔ کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے۔ روز مقرر کے وقت تک کی۔ (شیطان نے) کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کی قسموں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِينَ ﴿17﴾﴾ الاعراف

[الاعراف: ۱۶۔۱۷] ''اس (شیطان) نے کہا (اے پروردگار!) بسبب اس کے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے تمہاری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، ان کے پیچھے سے بھی، ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر اس بات کا ذکر یوں ہے کہ

﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿118﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: ۱۱۸۔۱۱۹]

''اس (شیطان) پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور انہیں راہ سے بہکاتا رہوں گا، انہیں باطل امیدیں دلاتا رہوں گا، انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔''

آدم وحواء علیہما السلام اور شیطان

شیطان نے چونکہ ساری انسانیت کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی تھی اس لیے اس کے حملے کا اولین شکار خود انسانیت کے والدین ''آدم وحواء علیہما السلام'' ہوئے۔ شیطان نے انہیں بھی بہلا پھسلا کر بالآخر جنت سے نکلوا ہی دیا۔ لیکن ان دونوں نے فوراً توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف تو فرما دیا لیکن قیامت تک کے لیے زمین پر بھیج دیا۔ کیونکہ اسی میں اس منشا کی تکمیل تھی جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا تھا۔ شیطان کے آدم وحواء علیہما السلام کو بہکانے کے متعلق سورۂ اعراف میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿20﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿21﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿22﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿23﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿24﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿25﴾﴾ [الاعراف: ۲۰۔۲۵]

''پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب

سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین مانو میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا، پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے؟ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔''

اس قصے سے چند اہم حقیقتوں پر روشنی پڑتی ہے:

❶ انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اولین مظہر وہ شرم ہے جو اپنے جسم کے مخصوص حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو فطرۃً محسوس ہوتی ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شرم انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے مصنوعی طور پر پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ یہ اکتسابی چیز ہے جیسا کہ شیطان کے بعض شاگردوں نے قیاس کیا ہے بلکہ درحقیقت یہ وہ فطری چیز ہے جو اول روز سے انسان میں موجود تھی۔

❷ شیطان کی پہلی چال جو اس نے انسان کو فطرتِ انسانی سے ہٹانے کے لیے چلی، یہ تھی کہ وہ اُس کے اس جذبۂ شرم وحیاء پر ضرب لگائے اور برہنگی کے راستے سے اس کے لیے فواحش کا دروازہ کھولے اور اس کو جنسی معاملات میں بدراہ کردے۔ بالفاظِ دیگر اپنے حریف کے محاذ میں ضعیف ترین مقام جو اس نے حملہ کے لیے تلاش کیا وہ اس کی زندگی کا جنسی پہلو تھا اور پہلی ضرب جو اس نے لگائی وہ اس محافظ فصیل پر لگائی جو شرم وحیا کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں رکھی تھی۔ شیاطین اور ان کے شاگردوں کی یہ روش آج تک جوں کی توں قائم ہے۔ ترقی کا کوئی کام ان کے ہاں شروع نہیں ہوسکتا جب تک کہ عورت کو بے پردہ کر کے وہ بازار میں نہ لاکھڑا کریں اور اسے کسی نہ کسی طرح عریاں نہ کردیں۔

❸ یہ بھی انسان کی عین فطرت ہے کہ وہ برائی کی کھلی دعوت کو کم ہی قبول کرتا ہے۔ عموماً اسے جال میں پھانسنے کے لیے ہر داعیِ شر کو خیر خواہ کے بھیس ہی میں آنا پڑتا ہے۔

❹ انسان کے اندر معالی اُمور مثلاً بشریت سے بالاتر مقام پر پہنچنے یا حیاتِ جاوداں حاصل کرنے کی ایک فطری پیاس موجود ہے اور شیطان کو اُسے فریب دینے میں پہلی کامیابی اسی ذریعہ سے ہوئی کہ اس نے انسان کی اس

خواہش سے اپیل کیا۔ شیطان کا سب سے زیادہ چلتا ہوا حربہ یہ ہے کہ وہ آدمی کو بلندی پر لے جانے اور موجودہ حالت سے بہتر حالت پر پہنچا دینے کی امید دلاتا ہے اور پھر اُس کے لیے وہ راستہ پیش کرتا ہے جو اُسے اُلٹا پستی کی طرف لے جائے۔

5 عام طور پر جو مشہور ہو گیا ہے کہ شیطان نے پہلے حضرت حواء کو دام فریب میں گرفتار کیا اور پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کو پھانسنے کے لیے آلۂ کار بنایا، قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ شیطان نے دونوں کو دھوکا دیا اور دونوں اس سے دھوکا کھا گئے۔ بظاہر یہ بہت چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن جن لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت حواء کے متعلق اس مشہور روایت نے دنیا میں عورت کے اخلاقی، قانونی اور معاشرتی مرتبے کو گرانے میں کتنا زبردست حصہ لیا ہے وہی قرآن کے اس بیان کی حقیقی قدر و قیمت سمجھ سکتے ہیں۔

6 یہ گمان کرنے کے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ شجر ممنوعہ کا مزہ چکھتے ہی آدم وحوا کے ستر کھل جانا اُس درخت کی کسی خاصیت کا نتیجہ تھا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا کسی اور چیز کا نتیجہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا تھا۔ جب انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی تو خدا کی حفاظت اُن سے ہٹا لی گئی، اُن کا پردہ کھول دیا گیا اور انہیں خود اُن کے اپنے نفس کے حوالے کر دیا گیا کہ اپنی پردہ پوشی کا انتظام خود کریں اگر اس کی ضرورت سمجھتے ہیں، اور اگر ضرورت نہ سمجھیں یا اس کے لیے سعی نہ کریں تو خدا کو اِس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کس حال میں پھرتے ہیں۔ یہ گویا ہمیشہ کے لیے اس حقیقت کا مظاہرہ تھا کہ انسان جب خدا کی نافرمانی کرے گا تو دیر یا سویر اس کا پردہ کھل کر رہے گا۔ اور یہ کہ انسان کے ساتھ خدا کی تائید وحمایت اسی وقت تک رہے گی جب تک وہ خدا کا مطیعِ فرمان رہے گا۔ اطاعت کے حدود سے قدم باہر نکالنے کے بعد اسے خدا کی تائید ہرگز حاصل نہ ہوگی بلکہ اسے خود اس کے اپنے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ وہی مضمون ہے جو متعدد احادیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اور اسی کے متعلق حضور ﷺ نے دعا فرمائی ہے کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ ﴾ ''خدایا! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس مجھے ایک لحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔''

7 شیطان یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ انسان اُس فضیلت کا مستحق نہیں ہے جو اُس کے مقابلہ میں انسان کو دی گئی ہے۔ لیکن پہلے ہی معرکے میں اس نے شکست کھائی۔ اس میں شک نہیں کہ اس معرکے میں انسان اپنے رب کے امر کی فرمانبرداری کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا اور اس کی یہ کمزوری ظاہر ہو گئی کہ وہ اپنے حریف کے فریب میں آ کر اطاعت کی راہ سے ہٹ سکتا ہے۔ مگر بہرحال اس اولین مقابلہ میں یہ قطعی ثابت ہو گیا کہ انسان اپنے اخلاقی مرتبہ میں ایک افضل مخلوق ہے۔ ① اولاً: شیطان اپنی بڑائی کا خود مدعی تھا اور انسان نے اس کا دعویٰ آپ نہیں کیا بلکہ بڑائی اسے دی گئی تھی۔ ② ثانیاً: شیطان نے خالص غرور وتکبر کی بنا پر اللہ کے امر کی نافرمانی

آپ اپنے اختیار سے کی اور انسان نے نافرمانی کو خود اختیار نہیں کیا بلکہ شیطان کے بہکانے سے وہ اس میں مبتلا ہوا۔ ③ ثالثاً: انسان نے شر کی کھلی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ داعیِ شر کو داعیِ خیر بن کر اس کے سامنے آنا پڑا۔ وہ پستی کی طرف پستی کی طلب میں نہیں گیا بلکہ اِس دھوکے میں مبتلا ہو کر گیا کہ یہ راستہ اُسے بلندی کی طرف لے جائے گا۔ ④ رابعاً: شیطان کو تنبیہ کی گئی تو وہ اپنے قصور کا اعتراف کرنے اور بندگی کی طرف پلٹ آنے کے بجائے نافرمانی پر اور زیادہ جم گیا اور جب انسان کو اس کے قصور پر متنبہ کیا گیا تو اس نے شیطان کی طرح سرکشی نہیں کی بلکہ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ نادم ہوا، اپنے قصور کا اعتراف کر کے بغاوت سے اطاعت کی طرف پلٹ آیا اور معافی مانگ کر اپنے رب کے دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈنے لگا۔

❽ اس طرح شیطان کی راہ اور وہ راہ جو انسان کے لائق ہے، دونوں ایک دوسرے سے بالکل متمیز ہو گئیں۔ خالص شیطانی راہ یہ ہے کہ بندگی سے منہ موڑے، خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کرے، متنبہ کئے جانے کے باوجود پورے استکبار کے ساتھ اپنے باغیانہ طرزِ عمل پر اصرار کیے چلا جائے اور جو لوگ اطاعت کی راہ چل رہے ہوں ان کو بھی بہکائے اور معصیت کی راہ پر لانے کی کوشش کرے۔ بخلاف اس کے جو راہ انسان کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اوّل تو وہ شیطانی اغوا کی مزاحمت کرے اور اپنے اِس دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور اُن سے بچنے کے لیے ہر وقت چوکنّا رہے۔ لیکن اگر کبھی اس کا قدم بندگی و اطاعت کی راہ سے ہٹ بھی جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی ندامت و شرمساری کے ساتھ فوراً اپنے رب کی طرف پلٹے اور اُس قصور کی تلافی کر دے جو اس سے سرزد ہو گیا ہے۔ یہی وہ اصل سبق ہے جو اللہ تعالیٰ اس قصے سے یہاں دینا چاہتا ہے۔ ذہن نشین یہ کرنا مقصود ہے کہ جس راہ پر تم لوگ جا رہے ہو یہ شیطان کی راہ ہے۔ یہ تمہارا خدائی ہدایت سے بے نیاز ہو کر شیاطینِ جن و انس کو اپنا ولی و سرپرست بنانا اور یہ تمہارا پے در پے تنبیہات کے باوجود اپنی غلطی پر اصرار کئے چلے جانا، یہ دراصل خالص شیطانی رویہ ہے۔ تم اپنے ازلی دشمن کے دام میں گرفتار ہو گئے ہو اور اس سے مکمل شکست کھا رہے ہو۔ اس کا انجام پھر وہی ہے جس سے شیطان خود دوچار ہونے والا ہے۔ اگر تم حقیقت میں خود اپنے دشمن نہیں ہو گئے ہو اور کچھ بھی ہوش تم میں باقی ہے تو سنبھلو اور وہ راہ اختیار کرو جو آخر کار تمہارے باپ اور تمہاری ماں آدم و حواء نے اختیار کی تھی۔ (۱)

⇦ اس قصے کے ذیل میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے بھی مفید نکات ذکر فرمائے ہیں، چند ملاحظہ فرمایئے:

آگ اور مٹی کے خواص کا تقابل: ابلیس کا گمان یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ لطیف ہوتی ہے اور مٹی کثیف، آگ نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی اوپر سے نیچے کو گرتی ہے، آگ اپنی شکل اور رنگ بدل سکتی ہے مگر مٹی میں بغیر محنتِ شاقہ کے یہ صفت نہیں پائی جاتی۔ اس ظاہری برتری کے بعد اگر نتیجہ دیکھیں تو آگ ہر چیز کو

---

(۱) [ماخوذ از تفہیم القرآن (۲/۱۵-۱۷)]

جلا کر فنا کر دیتی ہے جبکہ مٹی سے نباتات یا ہر قسم کے پھل، غلے اور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ آگ کی طبیعت میں سرکشی ہے، مٹی کی طبیعت میں انکسار اور تواضع ہے۔ اسی آگ کی فطرت کی بنا پر ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور راندۂ درگاہِ الٰہی بن گیا اور آدم علیہ السلام سے اللہ کی نافرمانی ہوگئی تو انہوں نے گناہ کی معافی مانگ لی اور اللہ کے مقرب بن گئے۔ بعض علماء نے آگ اور مٹی کا تقابل کر کے انہیں وجوہ کی بنا پر مٹی کو آگ سے افضل قرار دیا ہے۔

ممنوعہ درخت کون سا تھا؟: ابلیس کو تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا اور آدم کے بعد اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے فرمایا کہ یہ جنت تمہارا مسکن ہے یہاں سے جو چاہو اور جتنا چاہو کھاؤ پیؤ البتہ اس ایک درخت کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ یہ درخت کون سا تھا؟ اس کی صراحت نہیں کی گئی اور نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ اس حکم سے مقصود صرف آدم و حوا کی آزمائش تھی کہ وہ کہاں تک اللہ کا یہ حکم بجا لاتے ہیں اور شیطان جو اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہتا ہے کہ میں آدم اور اس کی اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا کیا یہ اس کی چالوں میں آتے ہیں یا نہیں؟

منع کرنے کے باوجود آدم و حوا شیطان کے جال میں کیسے پھنسے؟: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مدتوں گزر چکی تھیں کہ آدم و حوا دونوں عیش و آرام سے جنت میں رہ رہے تھے اور انہیں اس درخت کے پاس آنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا تھا حتی کہ اللہ کا یہ حکم انہیں بھول ہی گیا تھا اس وقت شیطان کو اس نافرمانی پر اکسانے کا موقع مل گیا جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہے کہ ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ [طٰہٰ: ۱۱۵]
''پھر آدم (علیہ السلام) اللہ کا حکم بھول گئے اور ہم نے ان میں نافرمانی کا کوئی ارادہ نہ پایا۔''

ایک غلط فہمی: یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہی یہی تھی کہ آدم و حوا اور ان کی اولاد زمین میں آباد ہو اور شیطان ان کا دشمن بن کر آدم اور اولادِ آدم کو گمراہ کرتا رہے اور ان کے درمیان محاذ آرائی کا عمل جاری رہے اور اس طرح اس دنیا کو بنی آدم کے لیے دار الامتحان بنایا جائے تو پھر آخر اس قصہ آدم و ابلیس میں ابلیس کا یا آدم کا قصور ہی کیا تھا، ہونا تو وہی تھا جو اللہ کی مشیت میں تھا۔ پھر آدم و ابلیس اللہ کی نافرمانی کے موردِ الزام کیوں ٹھہرائے گئے؟۔

اللہ کی مشیت اور تقدیر کا مسئلہ: اس طرح کے سوالات قرآن کریم میں اور بھی متعدد مقامات پر پیدا ہوتے ہیں جیسے اسی سورہ میں ایک مقام پر فرمایا کہ ''ہم نے جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے'' (۱۷۹:۷)۔ یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو پیدا ہی جہنم کے لیے کیا گیا ہے تو پھر اس میں جنوں اور انسانوں کا کیا قصور ہے؟ اسی طرح احادیثِ صحیحہ میں بھی یہ مضمون بکثرت وارد ہے مثلاً جب شکمِ مادر میں روح پھونکی جاتی ہے تو ساتھ ہی فرشتہ یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ یہ شخص جنتی ہوگا یا جہنمی۔ اور

ایسے مقامات کتاب وسنت میں بے شمار ہیں۔ جہاں انسان یہ سوچتا ہے کہ ہم تو قدرت کے ہاتھ میں محض کھلونے ہیں مشیت تو اللہ کی پوری ہوتی ہے پھر ہمیں سزا کیوں ملے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو کسی چیز کے نتیجہ کے متعلق پیشگی علم ہونا یا اس کا علم غیب کسی انسان کو اس پر مجبور یا اس کا پابند نہیں بناتا کہ وہ وہی کچھ کرے جو اللہ کے علم یا اس کی مشیت یا تقدیر میں لکھا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ انسان اپنے پورے ارادہ واختیار سے کرنے والا ہوتا ہے اس کا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے یہ بات ہم یہاں ایک مثال سے سمجھائیں گے۔

ایک بادشاہ اپنی مہمات میں اکثر اپنے درباری نجومی سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ نجومی اسے سیاروں کی چال کے زائچے تیار کر کے اُمورِ غیب سے مطلع کر دیتا۔ نجومی کی یہ خبریں کبھی درست ثابت ہوتیں اور کبھی کوئی خبر غلط بھی ثابت ہو جاتی۔ ایک دفعہ بادشاہ اس نجومی سے خفا ہو گیا اور وہ اس نجومی کو کسی بہانے سزا دینے کے متعلق سوچنے لگا۔ اسے یک دم ایک خیال آیا اور اس نے ایک ایسا کمرہ بنانے کا حکم دیا جس کے چاروں طرف دروازے ہوں۔ جب ایسا کمرہ تیار ہو گیا تو اس نے اس نجومی کو بلا کر کہا، میں اس کمرے میں داخل ہونے والا ہوں تم حساب لگا کر بتاؤ کہ میں اس کمرے کے کون سی سمت والے دروازے سے باہر نکلوں گا۔

نجومی کو بھی بادشاہ کی خفگی کا علم تھا وہ سمجھتا تھا کہ یہ سوال دراصل اس کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ سوال کا جواب تو میں دے دوں گا لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں اس سوال کا جواب لکھ کر آپ کے کسی معتمد علیہ وزیر کے پاس سربمہر کر کے امانت رکھ دیتا ہوں، آپ یہ جواب اس وقت دیکھیں جب آپ کمرہ سے باہر نکل آئیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ نجومی نے سوال کا جواب لکھ کر سربمہر کر کے وزیر کے حوالے کر دیا تو بادشاہ نے اپنے معمار کو بلا کر کہا کہ میں اس کمرہ میں داخل ہوتا ہوں اس کے چاروں دروازے مقفل کر دینا اور مجھے چھت پھاڑ کر اور سیڑھی لگا کر اوپر سے نکال لانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ باہر آ کر بادشاہ نے نجومی کا جواب طلب کیا جو سب کے سامنے پڑھا گیا اس میں لکھا تھا کہ بادشاہ کسی بھی دروازے سے نہیں بلکہ چھت پھاڑ کر باہر نکلے گا، بادشاہ یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا اور نجومی اس کے عتاب سے بچ گیا۔

اب دیکھئے کہ نجومی کی پہلے سے لکھی ہوئی تحریر نے بادشاہ کو ہرگز اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ چھت پھاڑ کر باہر نکلے بلکہ وہ اس کام میں مکمل طور پر آزاد اور بااختیار تھا بالکل یہی صورت ان مسائل کی ہے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، انسان جو کچھ کرتا ہے مکمل طور پر اپنے ارادہ واختیار سے کرتا ہے اسی بنا پر اسے جزا وسزا ملے گی۔ رہی پیشگی لکھنے یا مشیت یا تقدیر کی بات تو یہ چیز اسے مجبور سمجھنے پر دلیل نہیں بن سکتی بلکہ یہ بات تو اللہ کے علم کی وسعت کی دلیل ہے۔ (۱)

---

(۱) [ماخوذ از تیسیر القرآن (۳۴۔۴۰)]

ہابیل وقابیل اور شیطان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿27﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿29﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿30﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿31﴾ ﴾ [المائدۃ: ۲۷-۳۱]

''آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنایئے۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے حضور) قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ دوسرے نے پہلے سے کہا، میں ضرور تمہیں مار دوں گا۔ پہلے نے جواب دیا (اس میں میرا کیا قصور) اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے اگر تو مجھے مار ڈالنے کے لیے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سب کچھ سمیٹ لے اور اہل دوزخ سے ہو جائے اور ظالم لوگوں کی یہی سزا ہے۔ بالآخر دوسرے کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر ہی لیا۔ چنانچہ اسے مار ڈالا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا تاکہ اس (قاتل) کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپا سکتا ہے۔ (کوے کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا، افسوس! میں تو اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا سکتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کئے پر بہت نادم ہوا۔''

آدم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں کا کیا نام تھا اور ان کا تنازعہ کس بات پر ہوا تھا اور پھر انہوں نے کس چیز کی قربانی پیش کی تھی؟ ان سوالات کے جوابات کتاب وسنت میں مذکور نہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان ساری باتوں کی وضاحت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ اس قصے سے مقصود صرف اتنا ہی ہے کہ کسی کو بھی ناحق قتل کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور یہ مقصود ان آیات سے کما حقہ پورا ہو رہا ہے۔

تاہم تفسیری روایات کے مطابق آدم علیہ السلام کے ان دو بیٹوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ جمہور علما کی یہی رائے

ہے۔[1] ان کا قصہ یہ ہے جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف وخلف نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں انہیں اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ ضرورت کے پیش نظر وہ اپنی بیٹیوں کا اپنے بیٹوں سے نکاح کر دیں لیکن انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے ہاں ہر دفعہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ولادت ہوتی تھی تو وہ ایک بار کی بیٹی کی دوسری بار کے بیٹے سے شادی کر دیتے تھے، ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن بدصورت تھی جبکہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہت خوب صورت تھی، لہٰذا اس نے ارادہ کیا کہ وہ خود اس سے نکاح کر لے لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے انکار کر دیا مگر یہ کہ دونوں قربانی کریں اور جس کی قربانی قبول ہو جائے وہ اس لڑکی سے نکاح کر لے۔[2]

ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی یعنی آسمان سے آگ آئی اور اسے کھا گئی جو اس کے قبول ہونے کی دلیل تھی۔[3]

یہ دیکھ کر قابیل طیش میں آ گیا اور یہ اعلان کر دیا کہ وہ اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دے گا۔ لیکن ہابیل نے اسے جواب میں کہا کہ اگر تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بلکہ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے، اس صورت میں شاید تمہاری قربانی قبول ہو جاتی اور اگر تم مجھے مارنے پر ہی تلے ہوئے ہو تو میرا ایسا قطعاً کوئی ارادہ نہیں۔ میں بہرحال اس معاملہ میں ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اسے بہت بڑا ظلم سمجھتا ہوں۔ قابیل نے اپنے بھائی کی باتیں سنیں تو کچھ عرصہ ان پر غور کرتا رہا، لیکن بالآخر اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک ہابیل زندہ رہے گا اس کا نکاح اس لڑکی سے نہیں ہو سکتا لہٰذا اسے ختم کر دینے سے ہی اسے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نفس کے شیطان نے اسے سبز باغ دکھا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے بھائی کا قصہ پاک کر دے۔ پھر جب اس نے اسے مار ڈالا تو اس پر ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار پڑنے لگی کہ ایسے نیک سیرت اور مشفق بھائی کو اس نے بے قصور مار ڈالا ہے اور آخرت میں جو اس کے لیے سزا ہے وہ تو بہرحال مل کے رہے گی۔

تھوڑی دیر بعد لاش میں سڑانڈ اور بدبو پیدا ہونے لگی۔ اب اسے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس لاش کو کیا کرے؟ یہ تو امر واقع ہے کہ روئے زمین پر نوع انسانی میں یہ پہلا قتل تھا اور وہ بھی ناحق قتل تھا۔ اور غالب خیال یہ تھا کہ اس وقت تک کوئی انسان مرا بھی نہ تھا ورنہ اگر انسان کی لاش کو دفن کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا تو قابیل تذبذب میں نہ پڑتا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے لیے دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوے نے دوسرے کو چونچیں مار کر ہلاک کر ڈالا۔ پھر اس نے اپنی چونچ سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا

---

(۱) [تفسیر اضواء البیان (۳۷۱/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۳۲۱/۲)]

(۳) [تفسیر احسن البیان (ص: ۲۹۷)]

تا آنکہ اس میں اتنا گڑھا بن گیا جس میں مردہ کوے کی لاش کو چھپایا جا سکے۔ کوے نے مردہ کوے کی لاش کو اس گڑھے میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال کر اسے زمین میں دفن کر دیا۔ قابیل یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ سوچنے لگا کہ مجھ میں اس کوے جتنی بھی عقل نہیں۔ خیر اس نے بھی اسی طرح زمین میں گڑھا کھود کر اپنے بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیا۔ جب دبا چکا تو اب اس کا نفس اسے ملامت کرنے لگا کہ ایک نیک سیرت اور شفیق بھائی اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا اور اس بات پر بھی اسے ندامت ہوئی کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر کے انتہائی وحشیانہ حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ (۱)

اس قصے سے معلوم ہوا کہ اولادِ آدم میں قتل کا جرم سب سے پہلے قابیل نے کیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قتل ایک لڑکی کی وجہ سے ہوا تھا۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر طرح کا داؤ پیچ کھیلتا ہے، گناہ کو انسان کے سامنے مزین کر کے اور خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے گناہ کروانے کی پوری کوشش کرتا ہے اور جب انسان گناہ کر لیتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے تو گناہ کے بعد ندامت کا احساس ہوتا ہے جس کا گناہ کرتے وقت ہرگز خیال نہیں آتا کیونکہ اس وقت انسان پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

قومِ نوح اور شیطان

قومِ نوح میں بت پرستی کا آغاز شیطان کی وجہ سے ہی ہوا تھا جیسا کہ درج ذیل حدیث اس پر شاہد ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قومِ نوح میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی پانچ نیک صالح بزرگ تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے کسی طرح سے ان کی (اگلی نسل یا قوم) کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان پانچوں بزرگوں کے بت بنا کر اپنی مجلسوں (اور اجتماعات وغیرہ) میں رکھو اور ان بتوں کے نام بھی اپنے بزرگوں کے ناموں پر رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا (اور اپنے بزرگوں کے بت بنا لیے مگر) اس وقت ان بتوں (کو محض بزرگوں کی یاد کے لیے بنایا گیا تھا ورنہ قومِ نوح کے نیک صالح لوگ ان) کی عبادت و پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب یہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت بنائے تھے اور لوگوں میں علم بھی نہ رہا (کہ یہ بت تو محض بزرگوں کی یاد کا ایک ذریعہ تھے) تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔ (۲)

اس حدیث کی شرح میں مولانا داود راز رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ

”بت پرستی کی ابتدا جملہ بت پرستوں کی اقوام میں اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے اپنے نیک لوگوں کے ناموں پر بت بنا لئے۔ پہلے عبادت میں ان کو سامنے رکھنے لگے۔ شیطان نے یہ فریب اس طرح چلایا کہ ان

---

(۱) [ماخوذ از تیسیر القرآن (۱/۵۲۷-۵۲۸) مزید دیکھئے: قصص الانبیاء (ترجمہ وتخریج: حافظ عمران ایوب)]

(۲) [بخاری (۴۹۲۰) کتاب تفسیر القرآن: باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق]

بتوں کے دیکھنے سے بزرگوں کی یاد تازہ رہے گی اور عبادت میں دل لگے گا، رفتہ رفتہ وہ بت ہی خود معبود بنا لئے گئے۔ تمام بت پرستوں کا آج یہی حال ہے پس دنیا میں بت پرستی یوں شروع ہوئی۔ اسی لئے اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے بت اور صورت بنانے سے منع فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں بت یا صورت دیکھو اس کو توڑ پھوڑ کر پھینک دو کیونکہ یہ چیزیں اخیر میں شرک کا ذریعہ ہو گئیں۔ اسلامی شریعت میں یادگار کے لیے بھی بت یا صورت کا بنانا درست نہیں اور کوئی کتنے ہی مقدس پیغمبر یا اوتار کی صورت ہو اس کی کوئی عزت یا احترام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ صرف ایک مورت ہے جس کا اسلام میں کوئی وزن نہیں۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے اس اصول مذہبی کا خیال رکھنا چاہیے اور کسی بادشاہ یا بزرگ کے بت بنانے میں بالکل مدد بھی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة : ٢] ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو لیکن گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔'' (وحیدی) مگر یہ کس قدر افسوسناک حرکت ہے کہ بعض تعزیہ پرست حضرات تعزیہ کے ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء کی کاغذی صورت بنا کر تعزیہ کے آگے رکھتے اور اس کا پورا ادب بجالاتے ہیں۔ کتنے نام نہاد مسلمانوں نے مزار اولیاء کے فوٹو لے کر ان کو گھروں میں رکھا ہوا ہے اور صبح اور شام ان کو معطر کر کے ان پر پھول چڑھاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ جملہ حرکات بت سازی اور بت پرستی کی ہی شکلیں ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں ورنہ میدان حشر میں سخت ترین رسوائی کے لیے تیار رہیں۔''[1]

بہر حال قومِ نوح میں جب شرک و بت پرستی عروج پر پہنچ گئی اور حضرت نوح علیہ السلام کی طویل عرصہ (۹۵۰ سال) دعوت کے باوجود بھی سوائے چند ایک کے لوگ راہِ راست پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب کا عذاب نازل فرما دیا اور اس طوفان میں چند نیک لوگوں کے سوا تمام نافرمان ہلاک کر دیئے گئے۔

اہل عرب اور شیطان

یہاں یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ازاں وہی بت جو قومِ نوح میں پوجے جاتے تھے عرب میں بھی پوجے جانے لگے اور آغازِ اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے۔ **ودّ** قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنی کلب کا معبود تھا جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل میں بنا رکھا تھا، یہ بت ایک بھاری بھرکم جسم کے انسان کی صورت میں تھا۔ **سواع** قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی، اس کا بت ایک عورت کی شکل کا تھا۔ **یغوث** بنو مراد اور بنو غطیف کا بت تھا، اس کی شکل شیر جیسی تھی۔ **یعوق** قبیلہ ہمدان کا بت تھا اور یہ

---

(۱) [شرح صحیح بخاری از مولانا داود راز (مطبوعہ قدوسیہ)، (٦/٤٦٢)]

گھوڑے کی شکل کا تھا۔ **نسر** قبیلہ حمیر کا بت تھا، اس کی شکل گدھ کی سی تھی۔ (۱)

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ (قومِ نوح کے) ان بتوں کو طوفان نے دفن کر دیا اور مٹی نے چھپا دیا (پھر ایک عرصہ تک) یہ بت مدفون ہی رہے حتی کہ شیطان نے پھر ان بتوں کو مشرکینِ عرب کے لیے ظاہر کر دیا۔ (۲) غالبًا جیسے شیطان نے عقیدت کا جھانسا دے کر قومِ نوح کو بت پرستی پر لگایا تھا اسی طرح مشرکینِ عرب کو بھی گمراہ کر دیا۔

تمام انسان اور شیطان

شیطان کی دشمنی چونکہ ساری اولادِ آدم سے ہے اس لیے وہ، اس کی اولاد اور اس کے چیلے چانٹے ہمہ وقت تمام انسانوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں اور ان کی یہ کوشش تا قیامت جاری رہے گی۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ کافر، مشرک اور بے دین قسم کے لوگ تو پہلے ہی شیطان کے جال میں پھنس چکے ہیں اس لیے شیطان کا اصل ہدف مسلمان ہیں جو اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کی پیدائش خالص دینِ اسلام (یعنی فطرتِ اسلامیہ) پر ہی ہوتی ہے بعد میں شیطان انسان کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ [الروم: ۳۰] ''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی فطرت سے مراد اللہ کی معرفت اور توحید ہے یعنی ہر مخلوق اللہ کی معرفت و توحید پر پیدا ہوتی ہے۔ (۳)

(2) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ﴾ ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (یعنی فطرتِ اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (٤)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَ اِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَ اَمَرَتْهُمْ اَنْ يُشْرِكُوْا بِيْ مَا

(۱) [ماخوذ از، تفسیر الخازن (۱٦٦/٦) تفسیر ابن کثیر (۲۳٤/۸) تفسیر کبیر للرازی (٦٢/١٦-٦٤)]

(۲) [تفسیر بغوی (۲۳۳/۸)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۳/٦)]

(٤) [بخاری (٤٧٧٥) کتاب تفسیر القرآن: باب لا تبدیل لخلق الله، مسلم (٢٦٥٨)]

لَمْ اُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ﴾ ''میں نے اپنے تمام بندوں کو یک طرفہ دین (یعنی دین اسلام) پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انہوں نے ان (میرے بندوں) کو ان کے دین سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہیں میرے ساتھ شرک کرنے پر آمادہ کیا جبکہ میں نے اس (شرک) کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''(۱)

معلوم ہوا کہ ہر انسان پیدائشی طور پر توحید پرست ہے اور اس میں فطرتاً دین اسلام کو قبول کرنے کی استعداد موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب انسان ہی برائی (جیسے کسی کا ناحق مال کھانا، ناحق کسی کا قتل کرنا، کسی کی عزت پر حملہ کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ مارنا، جھوٹ بولنا، فریب کرنا، دغا دینا اور کسی پر تہمت لگانا وغیرہ) کو برا اور اچھائی (جیسے سچ بولنا، غریب پر ترس کھانا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا اور مستحق کو اس کا پورا حق دینا وغیرہ) کو اچھا ہی سمجھتے ہیں الا کہ جسے شیطان دھوکہ دے کر گمراہ کر دے۔

شیطان کا تو اولین مقصد ہی انسانوں کو گمراہ کرنا اور انہیں جہنم کے راستے پر چلانا ہے لیکن انسانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے ان کی نجات صرف اسی ہدایت کی پیروی میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسمان سے نازل فرمائی ہے۔ اسی کا نام صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔ یہ ہدایت پہلے نبیوں پر مختلف کتب (تورات، انجیل، زبور) اور صحیفوں کی صورت میں نازل ہوتی رہی ہے اور آج قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی۔ کتاب وسنت میں اسی ہدایت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی راستے پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے:

(1) ﴿ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾[البقرۃ ۳۸] ''(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابع داری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں ہوگا۔''

(2) ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ﴾ [الانعام : ۱۵۳] ''اور یہ کہ یہ دین (اسلام) میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا ﴿ هٰذَا سَبِیْلُ اللّٰهِ مُسْتَقِیْمًا قَالَ : ثُمَّ خَطَّ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ : هٰذِهِ السُّبُلُ وَ لَیْسَ مِنْهَا سَبِیْلٌ اِلَّا عَلَیْهِ شَیْطَانٌ یَدْعُوْ اِلَیْهِ ﴾ ''یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور فرمایا کہ یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔'' پھر

(۱) [مسلم (۲۸۶۵) کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها ؛ مسند احمد (۱۶۲/۴)]

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾۔(۱)

شیطان کی پیروی کی ممانعت

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر شیطان کی پیروی اور اطاعت سے منع کیا گیا ہے، چند آیات حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾[البقرۃ: ۱۶۸] ''لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو (یعنی شیطان کے طریقے اور احکام پر نہ چلو)۔''

(2) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾[البقرۃ: ۲۰۸] ''ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔''

(3) ﴿كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾[الانعام: ۱۴۲] ''اس میں سے کھاؤ جو کچھ اللہ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو۔''

(4) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾[النور: ۲۱] ''ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔''

درج بالا تمام آیات میں خطوات الشیطان کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ خطوات الشیطان کا مطلب ہے ''شیطان کے قدم'' یعنی شیطان کے راستے جن پر چلنے کا وہ حکم دیتا ہے۔ اس سے مراد کفر، فسق، ظلم اور دیگر تمام گناہ ہیں۔ نیز اس کے اندر تمام حرام ماکولات بھی شامل ہیں۔ ہمارے پروردگار نے ہمیں صرف شیطان کے نقش قدم پر چلنے ہی سے منع نہیں کیا بلکہ اس نے یہ خبر بھی دی ہے کہ شیطان ہم سے عداوت رکھتا ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تفصیل کے ساتھ آگاہ بھی فرمایا کہ شیطان کن اُمور کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ شیطان جن اُمور کا حکم دیتا ہے وہ سب سے زیادہ قباحت کے حامل اور مفاسد میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ فرمایا ﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ﴾ ''وہ شر کا حکم دیتا ہے'' یعنی ایسے شر کا جو اپنے مرتکب کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ پس تمام معاصی اس میں آجاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿وَالْفَحْشَاءِ﴾ کا ذکر کیا ہے یعنی فحاشی و بے حیائی کے کام۔ یہ بھی دراصل معاصی ہی کی ایک قسم ہیں لیکن قباحت میں بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر

(۱) [حسن: مسند احمد (۱/۴۶۵)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۴۴۳۷)]

الگ سے کیا گیا ہے مثلاً زنا، شراب نوشی، قتل ناحق اور تہمت وغیرہ، ایسے کام جنہیں ہر شخص ہی برا سمجھتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ﴿ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''(شیطان اس بات کا بھی حکم دیتا ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں علم نہیں'' اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی تقدیر کے بارے میں کسی علم کے بغیر بات کہنا بھی شامل ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے موصوف کرتا ہے جسے خود اس نے یا اس کے رسول ﷺ نے بیان نہیں کیا یا اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی صفت کی نفی کرتا ہے جس کو خود اس نے اپنے لیے ثابت کیا ہے یا کسی ایسی صفت کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتا ہے جس کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بات کرتا ہے اور جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر ہے، یا بت ہیں جن کی عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم بات کرتا ہے اور جو کوئی دلیل کے بغیر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حلال کی ہے یا فلاں چیز حرام کی ہے یا فلاں کام کا حکم دیا ہے یا فلاں کام سے روکا ہے تو وہ بھی بغیر کسی علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرتا ہے اور جو کوئی بغیر کسی دلیل اور برہان کے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی فلاں صنف فلاں علت کی وجہ سے تخلیق فرمائی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم بات کرتا ہے اور بغیر کسی علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہوئی باتوں میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تاویل کرنے والا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کے کلام کی ان معانی کے مطابق تاویل کرے جو کسی باطل فرقے کی اصطلاحات میں سے ہو اور پھر یہ کہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔

پس بغیر کسی علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا سب سے بڑا حرام ہے جس میں تمام گناہ شامل ہیں اور یہ شیطان کا سب سے بڑا راستہ ہے: جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ یہی شیطان اور اس کے لشکروں کے راستے ہیں، جہاں وہ اپنے مکر وفریب کے جال پھیلائے رکھتے ہیں اور جتنا بس چلتا ہے مخلوق کو پھانستے رہتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو عدل واحسان اور رشتہ داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور فواحش، منکرات اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔

پس بندہ اپنے بارے میں غور کرے کہ وہ ان دو داعیوں میں سے کس داعی اور دو گروہوں میں سے کس گروہ کے ساتھ ہے؟ کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی پیروی کر رہا ہے جو تیرے لیے بھلائی، دنیاوی اور اخروی سعادت چاہتا ہے، وہ جس کی اطاعت تمام تر فلاح، جس کی خدمت ہر لحاظ سے کامیابی ہے اور ہر قسم کا نفع اس منعم حقیقی کے ساتھ ظاہری اور باطنی نعمتوں پر معاملہ کرنے میں ہے جو صرف بھلائی کا حکم دیتا ہے اور صرف اسی چیز سے روکتا ہے جو شر ہے۔ یا تو شیطان کے داعی کی پیروی کر رہا ہے جو انسان کا دشمن ہے جو تیرے لیے برائی چاہتا ہے اور جو تجھے دنیا وآخرت میں ہلاک کرنے کے لیے بھرپور کوشش اور جدوجہد میں مصروف ہے، وہ جو تمام تر

شر اس کی اطاعت میں اور ہر قسم کا خسارہ اس کی سرپرستی میں ہے، وہ صرف شر کا حکم دیتا ہے اور صرف اس چیز سے روکتا ہے جس میں خیر ہے۔ (۱)

اللہ کی ہر مخالفت شیطان کی پیروی ہے

واضح رہے کہ اعتقاداً یا زبانی طور پر تو کوئی بھی شیطان کو اپنا دوست یا مطاع یا سرپرست کہنے کو تیار نہیں ہوتا بلکہ سب اس پر لعنت ہی بھیجتے ہیں۔ مگر عملاً جب انسان اللہ کی بتائی ہوئی راہ کے برخلاف دوسری راہیں اختیار کرتا اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو یہ عملاً شیطان ہی کی پیروی ہوتی ہے کیونکہ نافرمانی اور سرکشی کی روش اسی نے اختیار کی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر مخالفت شیطان کی ہی پیروی شمار ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾﴾ [النساء: ۱۱۷-۱۱۸] ''یہ تو اللہ کو چھوڑ کر صرف عورتوں (یعنی وہ بت جن کے نام مؤنث ہیں) کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو ہی پوجتے ہیں۔ جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔''

معلوم ہوا کہ بتوں، فرشتوں اور دیگر تمام ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی ہی عبادت ہے کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کے دربار سے ہٹا کر دوسروں کے آستانوں پر جھکاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ روزِ قیامت فرشتوں کے پجاریوں کو بتا دیا جائے گا کہ وہ فرشتوں کی نہیں بلکہ درحقیقت شیطان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾﴾ [سبا: ۴۰-۴۱] ''اور ان سب (مشرکین) کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے اور ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ لوگ جنوں (یعنی شیاطین) کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر کا انہی پر ایمان تھا۔''

شیطان کا پیروکار خسارے میں

درج بالا اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات اور نصیحتوں کے باوجود اگر کوئی شیطان کی راہ اختیار کرے گا تو یقیناً دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ اسی بات کا تذکرہ ان آیات میں کیا گیا ہے:

---

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۱/۲۱۰-۲۱۱)]

(1) ﴿وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَٰنُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا﴾ [النساء: ٣٨] ''اور جس کا ہم نشین اور ساتھی شیطان ہو، وہ بدترین ساتھی ہے۔''

(2) ﴿وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا﴾ [النساء: ١١٩] ''اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا (اور اس سے بڑا خسارہ کیا ہو سکتا ہے کہ انسان ہمیشہ رہنے والی نعمت ''جنت'' سے محروم ہو کر ابدی بدبختی ''عذابِ جہنم'' میں مبتلا ہو جائے)۔''

(3) ﴿وَكَانَ الشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا﴾ [الفرقان: ٢٩] ''اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔''

(4) ﴿إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [فاطر: ٦] ''(شیطان) تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم میں داخل ہو جائیں۔''

(5) ﴿اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَٰنُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَٰنِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَٰنِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [المجادلہ: ١٩] ''ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے، یہ شیطانی لشکر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے۔''

شیطان کا اپنے پیروکاروں سے خطاب اور اظہارِ برائت

روزِ قیامت شیطان کے خطبے کے متعلق امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ((يَقِفُ إِبْلِيسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَطِيبًا فِي جَهَنَّمَ عَلَى مِنْبَرٍ مِنْ نَارٍ يَسْمَعُهُ الْخَلَائِقُ جَمِيعًا)) ''روزِ قیامت ابلیس (شیطانِ اکبر) جہنم میں آگ کے منبر پر بیٹھ کر خطاب کرے گا جسے تمام لوگ سنیں گے۔''(۱)

شیطان کے اس خطبے کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

﴿وَقَالَ الشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [ابراهيم: ٢٢] ''جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا (یعنی جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے) تو شیطان (جہنمیوں سے) کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں (پیغمبروں کے ذریعے نجات کا) سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے (بلا دلیل وحجت) جو وعدے کیے تھے ان کی خلاف ورزی کی (میں نے تو تمہیں صرف جھوٹی ہی امیدیں دلائی تھیں جو نہ کبھی حاصل ہوئیں اور نہ ہی حاصل ہوں گی)، میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں

(۱) [الجامع لأحكام القرآن، المعروف بـ تفسير قرطبي (٩/٣٥٦)]

(کہ تم میری بات مانو کیونکہ میرے پاس نہ تو کوئی دلیل تھی اور نہ ہی اپنی بات کی کوئی تائید)، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی (بس یہی میرے اختیار میں تھا سو میں نے تمہیں اپنے مقصد کی طرف بلایا اور تمہارے سامنے اسے خوب آراستہ کیا، تم نے اپنی خواہشات نفس اور شہوات کی پیروی کرتے ہوئے میری دعوت پر لبیک کہا)، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو (کیونکہ سارا قصور تمہارا ہی ہے، تم نے ہی عقل سے کام نہیں لیا، لہٰذا آج کے اس عذاب کا سبب تم خود ہی ہو)، نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو (یعنی آج نہ تو میں تمہیں عذاب سے بچا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے)، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے (کیونکہ اللہ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری ہی بے وقوفی و نادانی تھی، میں تم سے بریٔ الذمہ ہوں)، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے (وہ ابدالآباد تک اس عذاب میں مبتلا رہیں گے جنہوں نے شیطان کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پر توجہ نہ دی کہ جس نے انہیں اپنی کتاب ہدایت میں شیطان کے مکروہ عزائم، شیطانی افعال، شیطانی ہتھکنڈوں، گمراہ کرنے کے طریقوں اور شیطان کی اطاعت کے سنگین نتائج سے پہلے ہی بار بار آگاہ کر دیا تھا)۔''

اس طرح شیطان اولادِ آدم سے اپنی دشمنی ظاہر کر دے گا اور اپنے پیروکاروں کو بھی روزِ قیامت بے یارومددگار چھوڑ دے گا تاکہ ان کی حسرت وندامت میں مزید اضافہ ہو سکے۔ تو کیا شیطانی راستے بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ؟ آج ہی ہمیں سوچ سمجھ لینا چاہیے تاکہ ہم قیامت کے دن کی رسوائی وندامت سے بچ سکیں۔

شیطان کی تخلیق کا فلسفہ

شیطان بھی ایک مخلوق ہے جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور شیطان تمام خرابیوں اور پریشانیوں کا سرچشمہ ہے وہی دنیوی واخروی بربادی کی طرف لے جاتا ہے اور ہر طرف اور ہر جگہ اپنا جھنڈا لہراتا ہے۔ وہ لوگوں کو کفر اور معصیتِ الٰہی کی دعوت دیتا ہے تو کیا اس کی تخلیق کے پس پشت کوئی حکمت پنہاں ہے۔ آخر وہ کون سی حکمت ہے؟

اس سوال کا جواب امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شفاء العلیل (ص:۳۲۲)'' میں دیا ہے، آپ فرماتے ہیں ''ابلیس اور اس کی فوج کو پیدا کرنے میں اتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کی تفصیل صرف اللہ کو معلوم ہے۔

1- شیطان اور اس کے چیلوں سے لڑنے میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل

پہلی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور ولیوں کو عبودیت کے ان مراتب کی معراج پر پہنچانا چاہتا ہے جو اللہ کے دشمن سے لڑنے، اللہ کی خاطر اس کی مخالفت کرنے، اس کو اور اس کے ساتھیوں کو غضب ناک کرنے اور اس

کے مکر وفریب سے اللہ کی پناہ مانگنے پر ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ نیز اس پر وہ بہت سے دنیوی واخروی مصالح مرتب ہوتے ہیں جو اس کے بغیر نہیں ہو سکتے اور جو چیز کسی چیز پر موقوف ہو وہ اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔

2- بندوں کا گناہوں سے ڈرنا

دوسری حکمت یہ ہے کہ جب فرشتوں اور مومنوں نے ابلیس کی حالتِ زار اور اس کا ملکوتیت کی بلندی سے شیطنت کی پستی کی طرف انحطاط دیکھ لیا تو ان کے دل میں گناہوں کا خوف اور زیادہ مضبوط اور گہرا ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب فرشتوں نے اس کو دیکھا تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اور عبودیت پیدا ہو گئی اور خضوع وخوف پیدا ہو گیا جیسا کہ دنیوی بادشاہ کے غلاموں کی حالت ہوتی ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ نے ان میں سے کسی کو بری طرح ذلیل کیا ہے تو ان کا خوف واحتیاط اور بڑھ جاتا ہے۔

3- شیطان سامانِ عبرت

تیسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لوگوں کے لیے سامانِ عبرت بنایا ہے جو اس کے احکام کی مخالفت، اس کی اطاعت سے تکبر اور اس کی نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کی غلطی کو ان لوگوں کے لیے سامانِ عبرت بنایا جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب یا اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں پھر اس پر شرمندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان دونوں کے باپوں کو گناہ میں ڈال کر ان کی آزمائش کی، اس باپ کو ان لوگوں کے لیے عبرت بنایا جو اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہیں اور اس باپ کو ان لوگوں کے لیے نصیحت بنایا جو گناہ کے بعد خدا کے حضور میں توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اس کے اندر اللہ کی کتنی عظیم حکمتیں اور نشانیاں ہیں۔

4- شیطان بندوں کے لیے فتنہ وآزمائش

چوتھی حکمت یہ ہے کہ شیطان کسوٹی ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنی مخلوق کا امتحان لیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ اللہ نے نوع انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی نرم بھی ہے سخت بھی، اچھی بھی ہے بری بھی، کس کا خمیر کس مٹی سے بنا ہے یہ ظاہر ہونا ضروری ہے جیسا کہ ترمذی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ نے آدم کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو تمام زمین سے لی گئی تھی، چنانچہ آدم کی اولاد بھی اسی پر پیدا ہوئی، ان میں اچھے بھی ہیں برے بھی، سخت بھی ہیں نرم بھی، جو جس مادہ سے بنا ہوگا اس میں وہ مادہ ضرور رہے گا، اللہ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ اس مادہ کو ظاہر کرے، اس کے اظہار کے لیے ایک سبب ناگزیر تھا، چنانچہ ابلیس کو کسوٹی بنایا گیا جس کے ذریعہ اچھے اور برے میں تمیز ہو سکے۔ اللہ نے انبیاء ورسل کو بھی اس کام کے لیے کسوٹی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ [آل عمران : ۱۷۹] ''اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہو، وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔''

اللہ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ اس نے دار الامتحان یعنی دنیا میں اچھے اور برے تمام لوگوں کو ایک ساتھ رکھا جب وہ دار القرار یعنی آخرت میں منتقل ہوں گے تو اچھے اور برے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اس علیحدگی میں عظیم حکمت وقدرت مضمر ہے۔

5- متضاد چیزوں کی تخلیق کے ذریعہ کمال قدرت کا اظہار

پانچویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل اور فرشتے ابلیس اور شیاطین جیسی متضاد چیزوں کو پیدا کر کے اپنی کمال قدرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کی قدرت، مشیت اور قوت کی عظیم ترین نشانی ہے۔ وہ آسمان وزمین، روشنی وتاریکی، جنت وجہنم، آب وآتش، سرد وگرم اور طیب وخبیث جیسی متضاد چیزوں کا خالق ہے۔

6- ضد کا حسن ضد سے ظاہر ہوتا ہے

چھٹی حکمت یہ ہے کہ کسی چیز کے ضد کی تخلیق اس کے ضد کے حسن کا کمال ہے کیونکہ ضد کا حسن اس کی ضد ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر بدصورتی نہ ہوتی تو خوبصورتی کی اچھائی سمجھ میں نہ آتی اور غریبی نہ ہوتی تو امیری کی قدر معلوم نہ ہوتی۔

7- شیطان کے ذریعہ آزمائش تکمیل شکر کا طریقہ

ساتویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا مختلف طریقوں سے شکر ادا کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے دشمن ابلیس اور اس کی فوج کے پائے جانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے کی وجہ سے اللہ کے بندوں نے اللہ کا اتنے مختلف طریقوں سے شکر ادا کیا کہ اگر شیطان نہ ہوتا تو وہ اتنے طریقوں سے اس کا شکر ادا نہ کرتے۔ آدم علیہ السلام کے اس شکر میں جب وہ جنت میں تھے اور ابھی وہاں سے نکالے نہیں گئے تھے اور اس شکر میں جب ان کو شیطان کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی کتنا عظیم فرق ہے۔

8- تخلیق ابلیس عبودیت کی گرم بازاری کا ذریعہ

آٹھویں حکمت یہ ہے کہ محبت، انابت، توکل، صبر، رضا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین عبودیت ہے، اس عبودیت کی تکمیل جہاد، اللہ کے لیے ایثار وقربانی اور اس کی محبت کو ہر شخص کی محبت پر مقدم رکھنے سے ہوتی ہے۔ جہاد عبودیت کا اعلیٰ ترین مقام اور اللہ کی سب سے پسندیدہ بندگی ہے۔ شیطان اور اس کی

فوج کی تخلیق میں اسی عبودیت اور اس کے ملحقات کی گرم بازاری مضمر تھی جس کے فوائد، حکمتیں اور مصلحتیں صرف اللہ کو معلوم ہیں۔

9- شیطان کی تخلیق اللہ کی نشانیوں کے ظہور کا ذریعہ

نویں حکمت یہ ہے کہ جو اللہ کے رسولوں کی مخالفت کرے ان کو جھٹلائے اور ان سے دشمنی رکھے ایسے شخص کی تخلیق سے اللہ کی نشانیاں اور عجیب وغریب قدرتوں کا ظہور ہوا اور ایسی چیزیں وجود میں آئیں جن کا ہونا اللہ کو زیادہ پسند اور اس کے بندوں کے لیے زیادہ نفع بخش تھا، ان کے نہ ہونے سے جیسے طوفان، لاٹھی، ید بیضاء، سمندر کا پھٹنا، ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالنا یا اور اس طرح کی بے شمار نشانیوں کا ظہور، ان سب نشانیوں کے ظہور کے لیے اسباب کا ہونا ناگزیر تھا۔

10- اللہ کے اسماء کے متعلقات کا ظہور

دسویں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں جن میں خَافِضٌ (پست کرنے والا) رَافِعٌ (بلند کرنے والا) مُعِزٌّ (عزت دینے والا) مُذِلٌّ (ذلت دینے والا) حَکَمٌ (فیصلہ کرنے والا) عَدْلٌ (انصاف کرنے والا) مُنْتَقِمٌ (بدلہ لینے والا) وغیرہ بھی ہیں۔ ان ناموں کا تقاضا ہے کہ ان کے کچھ متعلقات ہوں جو احسان، رزق اور رحمت وغیرہ معانی کی طرح ان کے معانی کے بھی مظہر ہوں لہٰذا ان متعلقات یعنی مظاہر کا وجود ضروری ہے۔

11- اللہ کی مکمل حکومت اور کھلے تصرف کے آثار کا ظہور

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل حکومت والا حاکم ہے اس کی مکمل حاکمیت میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ جس طرح چاہے تصرف کرے، کسی کو ثواب دے کسی کو عذاب، کسی کو عزت دے کسی کو ذلت، کسی کو اس کا منصفانہ حق دے کسی کو حق سے بھی زیادہ دے دے۔ چنانچہ جس طرح اس نے ایک قسم سے متعلقہ لوگوں کو پیدا کیا اسی طرح دوسری قسم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی پیدا کرنا ضروری تھا۔

12- ابلیس کا وجود اللہ کی کمال حکمت ہے

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام حکیم ہے۔ حکمت اس کی صفت ہے، اس کی حکمت اس بات کو مستلزم ہے کہ ہر چیز اپنی اسی جگہ پر رکھی جائے جو اس کے سوا کسی کے شایان شان نہ ہو۔ چنانچہ اللہ کی حکمت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ متضاد چیزیں پیدا کی جائیں اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی اسی صفت اور خصوصیت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے جو اس کے علاوہ کسی کو زیب نہ دیتی ہو، اسی سے حکمت اپنے درجۂ کمال کو پہنچ سکتی ہے لہٰذا

نوع شیطانی کا وجود کمال حکمت بھی ہے اور کمال قدرت بھی۔

13- ابلیس کی تخلیق اللہ کے صبر اور بردباری کے اظہار کا ذریعہ

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے سامنے اپنی بردباری، صبر، نرمی، وسعت رحمت اور جود وسخاوت کا اظہار کرے چنانچہ اس کا تقاضا تھا کہ ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو اللہ کے ساتھ شرک کرے، اس کے احکام سے سرتابی کرے، اس کی مخالفت کرنے اور اس کو ناراض کرنے میں کوشاں رہے بلکہ اس کی ہمسری بھی کرنا چاہے اور ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو اچھی اچھی نعمتوں سے نوازے، اس کو خیر وعافیت بخشے، اس کی مصیبت کو دور کرے اور اس کے ساتھ بالکل اس کے برعکس کفر وشرک کے مقابلہ میں فضل وکرم کا معاملہ کرے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کتنی حکمتیں اور تعریفیں ہیں۔

ابلیس کے تاقیامت زندہ رہنے کی حکمت

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''شفاء العلیل (ص: ۳۲۷)'' میں اس کا بڑی وضاحت کے ساتھ جواب دیا ہے۔

بندوں کا امتحان

چنانچہ علامہ نے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کسوٹی اور آزمائش بنایا ہے جس سے اچھے برے اور دوست دشمن میں تمیز ہو جائے، اسی لیے اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ اس کو قیامت تک زندہ رکھا جائے تاکہ اس کی تخلیق کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو جائے اگر اس کو مار دیا جاتا تو وہ مقصد فوت ہو جاتا جیسا کہ حکمت کا تقاضا تھا کہ اللہ کے کافر دشمنوں کا وجود دنیا میں تاقیامت رہے اگر انہیں بالکل ختم کر دیا جاتا تو وہ بہت سی حکمتیں بے کار ہو جاتیں جو ان کے زندہ رہنے میں مضمر ہیں۔ چنانچہ جس طرح خدا کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ابوالبشر آدم علیہ السلام کا امتحان لیا گیا اسی طرح ان کے بعد ان کی اولاد کا بھی امتحان ہوگا۔ جو شیطان کی مخالفت اور اس سے دشمنی کرے گا وہ سعادت سے ہم کنار ہوگا اور جو اس کی موافقت اور اس سے دوستی کرے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

سابقہ نیک اعمال کے بدلہ میں لمبی عمر

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چونکہ پہلے سے اللہ کے علم وحکمت میں یہ بات تھی کہ شیطان کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا اور چونکہ وہ اطاعت وعبادت کر چکا ہے تو اللہ نے اس کو اس کی عبادت واطاعت کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا۔ اس طرح کہ اس کو قیامت تک زندگی بخش دی کیونکہ اللہ کسی کو اس کے عمل کی نیکی سے محروم نہیں کرتا۔ جہاں تک بندۂ مومن کا تعلق ہے تو اللہ اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔ لیکن کافر کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں مل جائے گا، آخرت میں اس کے لیے کچھ نہ ہوگا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

گناہوں میں اضافہ کے لیے لمبی عمر

شیطان کا قیامت تک زندہ رہنا اس کے حق میں عزت وکرامت نہیں کیونکہ اگر وہ پہلے ہی مرجاتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا اس کے عذاب میں بھی کمی ہوتی اور شر میں بھی، لیکن چونکہ معصیت پر اصرار کرنے، جس ذات کے فیصلہ کو تسلیم کرنا چاہیے اس سے لڑنے، اس کی حکمت پر اعتراض کرنے اور اس کے بندوں کو اس کی بندگی سے روکنے کی وجہ سے شیطان کا جرم سنگین ترین ہو چکا ہے اس لیے اس کو اس سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہی ملے گی۔ چنانچہ اللہ نے اس کو دنیا میں زندہ رکھا اور خوب مہلت دے دی تاکہ اس جرم کے ساتھ اس کے ذریعہ اور گناہوں میں اضافہ ہو جائے اور ایسی سزا کا مستحق ہو جائے جو اس کے علاوہ کسی کو نہ دی جاسکتی ہو، چنانچہ وہ جس طرح شر اور کفر میں شر پسندوں کا سردار تھا اسی طرح سزا میں بھی ان کا سردار بن جائے گا، چونکہ ہر برائی کی جڑ اسی سے نکلتی تھی اس لیے جہنم میں بھی اس کو اسی طرح سزا دی جائے گی یعنی جہنمیوں کو جو عذاب ہوا کرے گا اس کی ابتدا شیطان سے ہوگی پھر وہ اس کے پیروکاروں تک پہنچے گا۔ یہ اللہ کا انصاف اور عظیم حکمت ہے۔

اس کو لمبی عمر دی گئی تاکہ مجرموں پر مسلط ہو جائے

شیطان کو تا قیامت زندہ رکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے رب سے مخاصمہ (جھگڑا) کرتے ہوئے کہا تھا کہ

﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿62﴾﴾ [الاسراء: ٦٢] ''دیکھ تو سہی یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں گا، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آدم علیہ السلام کی ذریت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اس کے گھر میں رہنے کے قابل نہ ہوں گے، ان کی وہی حیثیت ہوگی جو کوڑے کرکٹ کی ہوتی ہے اس لیے اللہ نے ان کے لیے شیطان کو زندہ رکھا اور بزبان تقدیر فرمایا کہ یہ ہیں تیرے دوست اور فرمانبردار تو ان کے انتظار میں بیٹھ۔ جب ان میں سے کوئی تیرے پاس سے گزرے تو پکڑ لے اگر وہ میرا مطیع ہوگا تو میں اس کو تیرے قبضہ میں نہیں دوں گا کیونکہ میں مطیع اور فرمانبردار بندوں کا نگہبان ہوں اور تو مجرموں کا سرپرست ہے جو میری دوستی اور خوشنودی سے بے نیاز ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿99﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى

الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿100﴾ [النحل: ۹۹-۱۰۰] ''اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔''

رہا انبیاء اور رسولوں کو موت آنا تو یہ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ وہ اللہ کے نزدیک حقیر تھے بلکہ اس لیے ہوا تاکہ وہ اللہ کی باعزت جگہ میں پہنچ جائیں اور دنیا کی مصیبتوں نیز اپنوں اور غیروں کی تکلیفوں سے چھٹکارا حاصل کر لیں اور تاکہ اللہ ان کے بعد دوسرے رسولوں کو پیدا کرے، ان کی موت ان کے اور ان کی امت دونوں کے لیے ٹھیک ہے، ان کے لیے اس لیے کہ انہیں دنیا سے نجات مل گئی اور انتہائی سرور ولذت کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اور امت کے لیے اس لیے کہ ان کی امت صرف ان کی زندگی میں اطاعت کی پابند نہ تھی بلکہ ان کی زندگی کی طرح موت کے بعد بھی اطاعت کی پابند تھی، نیز انبیاء کے پیروکار اپنے انبیاء کی نہیں بلکہ ان کے حکم سے اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کو کبھی موت نہیں۔ انبیاء کی موت میں ان کے اور ان کی امت کے لیے کتنی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں؟ اسی کے ساتھ تمام انبیاء بشر تھے اور اللہ نے بشر کو دنیا میں ہمیشہ رہنے والی مخلوق بنا کر نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو زمین میں خلیفہ یعنی جانشین بنایا کہ ایک کے بعد دوسرا اس کا قائم مقام بنے۔ اگر تمام انسانوں کو ہمیشہ زندہ رکھتا تو ان کو خلیفہ بنانے میں جو حکمت و مصلحت تھی فوت ہو جاتی اور ان کے لیے زمین کا دامن تنگ ہو جاتا۔ موت ہر مومن کا نقطہ کمال ہے، اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کی زندگی میں کوئی لطف نہ ہوتا اور لوگوں کو دنیا میں کوئی خوشی نہ ہوتی، زندگی کی طرح موت میں بھی حکمت ہے۔

بنی آدم کو ہلاک کرنے میں شیطان کہاں تک کامیاب ہوا؟

جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ نے اس کو اپنی جنت و رحمت سے بے دخل کر کے اس پر غضب و لعنت بھیجی تو اس نے اللہ کے سامنے اپنے آپ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ ہمیں گمراہ کر کے رہے گا اور ہم سے اپنی عبادت کروائے گا:

﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ، وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ﴾

[النساء: ۱۱۸-۱۱۹] ''(وہ اس شیطان کی عبادت کرتے ہیں) جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے اور جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا۔''

﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ

﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [الاسراء : ٦٢] ''پھر وہ بولا دیکھ تو سہی یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں گا، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔''

تو شیطان بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا؟

تاریخ انسانیت پر نظر دوڑانے والا یہ دیکھ کر دنگ رہ جائے گا کہ کتنے لوگ گمراہ ہیں اور انہوں نے کس طرح رسولوں اور آسمانی کتابوں کو جھٹلا دیا اور اللہ کا انکار کر دیا اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک ٹھہرایا جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یوسف : ١٠٣] ''مگر خواہ تم کتنا ہی چاہو ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔''

اسی لیے ان پر اللہ کا غیظ وغضب نازل ہوا:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [المومنون : ٤٤] ''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے، جس قوم کے پاس بھی اس کا رسول آیا اس نے اسے جھٹلا دیا اور ہم ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے حتی کہ ان کو بس افسانہ ہی بنا کر چھوڑا، پھٹکار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔''

عصر حاضر میں ہم جہاں کہیں دیکھیں ہر جگہ شیطان کے ماننے والوں کا شور سنائی دے گا۔ وہ شیطان کا جھنڈا اٹھائے اس کے افکار ونظریات کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اللہ کے نیک بندوں پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ شیطان اپنے مقصد کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آدم علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ وہ اپنی ذریت میں سے جہنمی جماعت کو الگ کریں، جب آدم علیہ السلام اس جماعت کی تعداد کے متعلق پوچھیں گے تو اللہ فرمائے گا کہ ننانوے جہنم میں ایک جنت میں۔ ایک روایت میں ہے کہ نو سو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں۔

اسی سے شیطان کا اس کی ذریت کے بارے میں اپنا خیال صحیح ثابت ہوا، انہوں نے نہ تو اپنے باپ کے ساتھ جو ہوا اس سے عبرت پکڑی اور نہ اپنے اسلاف پر جو گزری اس سے سبق حاصل کیا اور یہ ملعون انہیں تباہی کی طرف لے جاتا رہا بلکہ بسا اوقات وہ خود جہنم کی طرف دوڑ میں شیطان سے آگے نکل گئے۔

کتنی بری بات ہے کہ ایک دشمن کا خیال اپنے دشمن کے بارے میں صحیح ثابت ہو:

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [سبا : ٢٠]

''ان کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اس کی پیروی کی بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔''

انسان کے لیے یہ خراب بات ہے کہ اس کے بارے میں شیطان کا خیال صحیح ثابت ہو یعنی وہ اس دشمن کی اطاعت کرے اور اپنے رب کا نافرمان ہو جائے۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے جس کا بیان یا تصور ممکن نہیں، چنانچہ عراق اور دوسرے علاقوں میں ایسی بھی جماعت ہے جو اپنے آپ کو ''شیطان کے بندے'' کہتی ہے۔ بعض مصنفین کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شیطان کی قسم کھاتے ہیں، کتنا تعجب خیز ہے ان کا یہ رویہ!

ہلاک ہونے والوں کی اکثریت سے دھوکہ نہ کھایا جائے

عقل مند انسان کو ہلاک ہونے والوں کی اکثریت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اللہ کی میزان میں اکثریت کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار صرف حق کا ہے، خواہ حق پرستوں کی تعداد اقلیت میں کیوں نہ ہو۔

آپ بھی حق پرستوں میں شامل ہو جایئے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول مانتے ہیں، جو شیطان اور اس کے پیروکاروں کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اور ان سے ہر طرح سے برسرِ پیکار ہیں، دل سے برا مان کر، زبان سے بول کر، ہاتھ سے لکھ کر، حق پر عمل کر کے اور سب سے پہلے اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر اور اس کے دین پر عامل بن کر۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿208﴾ فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿209﴾﴾ [البقرة : ۲۰۸۔۲۰۹] ''اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آ چکی ہیں اگر ان کو پا لینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں میں شامل کرے جو پورے طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ (آمین)(۱)

---

(۱) [بحوالہ : ''جن اور شیاطین کی دنیا'' اردو ترجمہ ''عالم الجن والشیاطین'' از عمر سلیمان الاشقر (ص : ۲۲۸۔۲۳۹)] مزید دیکھئے : ''الجن والشیاطین مع الناس'' از عبد الوہاب العثمان (ص : ۱۶۷۔۱۷۵)]

باب دنیا الشیاطین و بعض احوالھم

شیاطین کی دنیا اور ان کے چند احوال کا بیان

شیاطین کی خوراک ہڈی اور گوبر ہے

(1) ایک حدیث میں ہے کہ جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی خوراک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ﴿لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِيْ أَيْدِيْكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُوْنُ لَحْمًا وَ كُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ﴾ ''تمہاری خوراک ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں آتے ہی گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور تمہارے جانوروں کا چارہ مینگنیاں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ تم ان دونوں اشیاء کے ساتھ استنجامت کرو کیونکہ یہ تمہارے (مسلمان جن) بھائیوں کی خوراک ہے۔''(۱)

(2) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ﴿هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَ اِنَّهُ اَتَانِيْ وَفْدُ جِنِّ نَصِيْبِيْنَ ـ وَ نِعْمَ الْجِنُّ ـ فَسَأَلُوْنِي الزَّادَ ، فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَا يَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهَا طُعْمًا﴾ ''وہ جنوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا اور کیا ہی اچھے وہ جن تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے توشہ مانگا میں نے ان کے لیے اللہ سے یہ دعا کی کہ جب ہڈی یا گوبر پر ان کی نظر پڑے تو ان کے لیے اس چیز سے کھانا ملے۔''(۲)

⇦ اگرچہ ان روایات میں جنات کی خوراک کا ذکر ہے لیکن چونکہ شیاطین بھی جنات کی ہی ایک قسم ہیں اس لیے ان کی بھی وہی خوراک ہے جو جنات کی ہے۔

زمین پر گری پڑی کھانے کی چیز بھی شیاطین کی خوراک ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذَى وَ لْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ﴾ ''جب تم میں سے کسی کا کوئی لقمہ زمین پر گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔''(۳)

(۱) [مسلم (۴۵۰) کتاب الصلاۃ : باب الجھر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن]
(۲) [بخاری (۳۸۶۰) کتاب مناقب الانصار : باب ذکر الجن]
(۳) [مسلم (۲۰۳۴) ابوداود (۳۸۴۵) ترمذی (۱۸۰۳) مسند احمد (۲۹۰/۳) نسائی فی الکبری (۶۷۶۵)]

بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیاطین کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے (یعنی بِسْمِ اللّٰه پڑھتا ہے) اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے نہ تو (یہاں) تمہارے لیے رات کا قیام ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ لیکن جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے (یہاں) رات کا قیام پالیا اور جب انسان کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا قیام اور رات کا کھانا (دونوں کو) پالیا۔(۱)

شیاطین بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿لَا یَأْكُلُ أَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ وَ لَا يَشْرَبُ بِشِمَالِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَ يَشْرَبُ بِشِمَالِهِ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے مت کھائے پیئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔''(۲)

شیخ عبد المحسن العباد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو شیطان کے مشابہ نہیں بلکہ اس کی مشابہت سے بہت بعید ہونا چاہیے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، اس ضمن میں متعدد احادیث بھی وارد ہیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ''۔ مزید برآں یہ حدیث اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ شیطان کا دایاں اور بایاں ہاتھ ہے اور اس کا بھی ثبوت ہے کہ وہ کھاتا پیتا بھی ہے۔(۳)

شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے پینے کی تعلیم دی ہے۔ الیمنی (دایاں ہاتھ) کا لفظ یمن سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خیر و برکت۔ پس آپ ﷺ نے صحابہ کو اس ہاتھ کے ساتھ کھانے پینے کا حکم دیا تاکہ وہ شیطان کی مشابہت سے دور رہ سکیں۔(۴)

علامہ محمد عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں شیطان کے کھانے سے حقیقی طور پر اس کا

---

(۱) [مسلم (۲۰۱۸) كتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷۶۵) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام ' ابن ماجه (۳۸۸۷) احمد (۱۵۱۱۰)]

(۲) [صحیح : الصحيحة (۱۲۳۶) ترمذی (۱۷۹۹) ابن ماجه (۳۲۶۶) ابو داود (۴۱۳۷)]

(۳) [ماخوذ از ، شرح سنن ابی داود لعبد المحسن العباد (۳۶/۲۰)]

(۴) [شرح عمدة الاحكام : آداب الاكل]

کھانا مراد ہے اور عقلی طور پر یہ ناممکن بھی نہیں۔ جبکہ امام طیبی رحمہ اللہ کی یہ تاویل نا قابل التفات ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان (خود نہیں کھاتا بلکہ) انسانوں میں سے اپنے دوستوں کو بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے پر اُبھارتا ہے ... امام نووی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے کام سے بچنا مستحب ہے جو شیطانی فعل کے مشابہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے دو ہاتھ ہیں۔ (۱)

شیاطین بالعموم ویران اور گندی جگہوں پر رہتے ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَاِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ : اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ ﴾ ''بلاشبہ ان قضائے حاجت کے مقامات پر جنات موجود ہوتے ہیں لہٰذا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آنے کا ارادہ کرے تو یوں کہے ''میں خبیث جنوں اور خبیث چڑیلوں سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔'' (۲)

﴿ اَلْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ ﴾ کے متعلق امام ابن اثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((اَیْ يَحْضُرُهَا الْجِنُّ وَ الشَّيَاطِيْنُ)) یعنی ان مقامات میں جنات و شیاطین موجود ہوتے ہیں۔ (۳)

بعض شیاطین لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں

ایک روایت میں ہے کہ ایک نوجوان نے اپنے گھر میں ایک سانپ کو مارا، جو درحقیقت جن تھا، جواباً سانپ نے بھی اس نوجوان پر حملہ کر دیا، جس سے وہ نوجوان بھی ہلاک ہو گیا اور سانپ بھی مر گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اَسْلَمُوْا فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا مِّنْ هٰذِهِ الْعَوَامِرِ فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَاِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَاِنَّهُ شَيْطَانٌ ﴾ ''بلاشبہ مدینہ میں جنات کا ایک گروہ اسلام قبول کر چکا ہے۔ پس جو بھی ان گھروں میں رہنے والے جنوں میں سے کسی کو پائے تو اسے تین دن تک (گھر چھوڑ کر چلے جانے) کی اطلاع دے، اگر وہ بعد میں بھی اسے نظر آئے تو اسے قتل کر دے کیونکہ وہ شیطان ہے۔'' (۴)

ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو اس کے ساتھی کے طور پر مقرر کر

---

(۱) [فیض القدیر (۴۴۳/۵)]

(۲) [صحیح : السلسلہ الصحیحۃ (۱۰۷۰) مسند احمد (۳۶۹/۴) ابن حبان (۱۲۶) طیالسی (۶۷۹)]

(۳) [النہایۃ فی غریب الحدیث (۹۸۸/۱)]

(۴) [مسلم (۲۲۳۶) کتاب السلام : باب قتل الحیات وغیرها]

رکھا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے صرف خیر و بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔''(۱)

یہاں جن سے مراد شیطان ہی ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے۔ (۲)

شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ ﴾ ''بلاشبہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔'' (۳)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک تو ظاہری مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اتنی قدرت و طاقت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کے اندر خون کی طرح گردش کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ بات محض استعارۃً ذکر کی گئی ہے کیونکہ شیطان انسان کو بہت زیادہ بہکانے اور وساوس میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور یوں وہ انسان سے اسی طرح جدا نہیں ہوتا جیسے خون جدا نہیں ہوتا (اسی لیے اس کے کثرت سے بہکانے کو خون کی گردش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے)۔ (۴)

دھوپ اور سائے کے درمیان شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُجْلَسَ بَيْنَ الضَّحِّ وَالظِّلِّ وَقَالَ مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے دھوپ اور چھاؤں کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔''(۵)

شیطانِ اکبر (ابلیس) کا ٹھکانہ پانی پر ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ إِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً

---

(۱) [مسلم (۲۸۱۴) كتاب صفة القيامة والجنة والنار]

(۲) [مسلم (۲۸۱۵) كتاب صفة القيامة والجنة والنار: باب تحريش الشيطان، وبعثه سراياه لفتنة للناس]

(۳) [بخاری (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف: باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه، ابو داود (۲٤۷۰) ابن ماجه (۱۷۷۹) كتاب الصيام: باب في المعتكف يزوره أهله في المسجد، ترمذي (۱۱۷۲)]

(٤) [حواشي على صحيح مسلم (۱۹۳/٥)]

(٥) [صحيح: صحيح الترغيب (۳۰۸۱) مسند احمد (٤١٣/٣) شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٥٤٥٩)]

اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا فَيَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ امْرَاَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَ يَقُوْلُ : نِعْمَ اَنْتَ ﴾ ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہاں سے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں)، اس کے لشکر میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں برائی کروائی ہے۔ ابلیس کہتا ہے کہ نہیں، تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ ابلیس اسے کہتا ہے، تم نے واقعی بڑا کام کیا ہے اور اسے اپنے قریب کر لیتا ہے۔''(۱)

بازار شیاطین کے میدانِ جنگ ہیں

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ﴿ لَا تَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ وَ لَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيَاطِيْنِ ﴾ ''اگر تم ایسا کر سکو تو ضرور کرو کہ بازار میں داخل ہونے والے پہلے شخص اور بازار سے نکلنے والے آخری شخص مت بنو کیونکہ یہ (مقام) شیاطین کا میدانِ جنگ ہے۔''(۲)

امام ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیاطین کے میدانِ جنگ سے مراد شیاطین کی وہ جگہ ہے جہاں وہ پناہ پکڑتے ہیں اور جہاں وہ کثرت سے موجود ہوتے ہیں کیونکہ بازار میں حرام اُمور، جھوٹ، سود اور غصب وغیرہ جیسے (شیطان کے پسندیدہ) کام انجام دیئے جاتے ہیں (اس لیے وہاں ان کی کثرت ہوتی ہے)۔(۳)

شیاطین کے سینگ ہوتے ہیں اور ناک، کان اور آنکھ بھی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾[الاعراف : ۱۷۹] ''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ

---

(۱) [مسلم (۲۸۱۳) كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه]

(۲) [مسلم (۲٤٥۱) مسند بزار (۳۹۲/۱) كنز العمال (۹۳۳٥)]

(۳) [النهاية فى غريب الحديث (٤٤٧/۳)]

قَــرْنَــیْ شَیْـطَـانٍ ﴾ ''پھر سورج غروب ہونے تک نماز سے رُکے رہو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے۔''(۱)

شیاطین کی شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد بھی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾

[الکھف : ۵۰] ''(ابلیس) جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔''

معلوم ہوا کہ شیطان کی اولاد ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اولاد بیوی سے ہی ہوتی ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر مجھ سے پوچھا، کیا ابلیس کی بیوی ہے؟ تو میں نے یہ آیت تلاوت کی ''کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟'' اور کہا کہ تمہیں علم ہے کہ اولاد صرف بیوی سے ہی ہوتی ہے، اس پر اس نے کہا جی ہاں۔ علاوہ ازیں قتادہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جنات میں بھی اسی طرح توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے جیسے اولادِ آدم میں ہے۔(۲)

شیاطین نر اور مادہ ہوتے ہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیت الخلاء جاتے وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے کہ ''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور چڑیلوں سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''(۳)

شیاطین فضاؤں کی بلندیوں میں اُڑ سکتے ہیں

اس کا ثبوت یہ ہے کہ جنات غیب کی خبریں چرانے کے لیے آسمان تک جا پہنچتے ہیں، پھر اللہ کی طرف سے ایک انگارہ ان کا پیچھا کرتا ہے جس سے بعض اوقات وہ ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ﴿٨﴾ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ ﴾ [الجن :] ''(جنات کہتے ہیں) اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پُر پایا۔ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ

---

(۱) [بخاری (۳۲۸۶)]

(۲) [دیکھئے : تفسیر ابن کثیر (۱۷۹/۵)]

(۳) [بخاری (۱٤۲) کتاب الوضوء : باب ما یقول عند الخلاء]

ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَاَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ ، فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا : مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟ قَالُوْا لِلَّذِيْ قَالَ الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَ مُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا اِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا اَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ اَنْ يُلْقِيَهَا وَ رُبَّمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ، فَيُقَالُ : اَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا ، كَذَا وَ كَذَا ، فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِيْ سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں اوپر نیچے ہوتے ہیں (پھر راوی حدیث نے ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیاطین ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں) پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں۔ اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ کلمہ اپنے نیچے والے کو بتائیں آگ کا گولا انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارہ ان پر پڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے (جب کاہن کی ایک بات صحیح ہو جاتی ہے تو اس کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ ہم سے اسی طرح فلاں روز کاہن نے کہا تھا، چنانچہ اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔''(۱)

شیاطین کو اپنی شکل وصورت تبدیل کرنے کی بھی طاقت حاصل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا

(۱) [بخاری (٤٨٠٠) كتاب التفسير : باب قوله تعالى : حتى اذا فزع عن قلوبهم...]

لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿48﴾ [الانفال : ٤٧ـ٤٨] ''ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اِتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔''

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مشرکین جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی بکر بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ شیطان سراقہ بن مالک کی صورت بنا کر آیا؛ جو بنی بکر بن کنانہ کے ایک سردار تھے، اور انہیں نہ صرف فتح وغلبہ کی بشارت دی بلکہ اپنی حمایت کا بھی پورا یقین دلایا۔ لیکن جب ملائکہ کی صورت میں امدادِ الٰہی اسے نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا۔ (١)

معلوم ہوا کہ شیاطین انسانی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت وہ روایت بھی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ کی کھجوروں کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تو شیطان ایک آدمی کی شکل بن کر آیا اور چوری کی کوشش کی مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا۔ پھر اس نے منت سماجت کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (٢) ایک اور حدیث کے مطابق شیاطین سانپوں کی صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ (٣)

شیاطین فنِ تعمیر کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ﴿82﴾﴾

[الانبیاء : ٨٢] ''بہت سے شیطان بھی ہم نے اس (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے تابع کیے تھے جو اس کے فرمان سے (سمندروں میں) غوطے لگاتے تھے (اور موتی، جواہر تلاش کر کے نکالتے) اور اس کے علاوہ بھی بہت سے (عمارتی وغیر عمارتی) کام کرتے تھے، ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

---

(١) [تفسیر احسن البیان (ص : ٤٩٤)]

(٢) [بخاری (٥٠١٠) کتاب فضائل القرآن : باب فضل سورۃ البقرۃ]

(٣) [مسلم (٢٢٣٦) کتاب السلام : باب قتل الحیات وغیرھا]

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿12﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾ [سبا : ۱۲۔۱۳] ''اور اس (یعنی سلیمان ﷺ) کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمان (ﷺ) چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔''

دراصل اللہ تعالیٰ نے جنات وشیاطین کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر رکھا تھا، وہ آپ کی اطاعت پر مجبور تھے۔ جو بھی آپ کے حکم کی نافرمانی کرتا اسے آگ میں جھونک دیا جاتا۔ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے یہ جنات بڑے بڑے محلات، مساجد، قلعے، بڑے بڑے لگن اور اتنی بڑی دیگیں بناتے جو بڑی بوجھل اور ناقابلِ نقل وحمل ہونے کی وجہ سے کسی خاص مقام پر نصب کر دی جاتیں، پھر ان میں سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کا کھانا تیار کیا جاتا۔ بلاشبہ ان آیات سے جنات کی ذہانت، صنعت وحرفت اور فنِ تعمیر میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

شیاطین بے پناہ قوت وطاقت اور سرعتِ رفتار کے مالک ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿38﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿39﴾ ﴾ [النمل : ۳۸۔۳۹]

''جب آپ (یعنی سلیمان ﷺ) نے کہا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان (اہل یمن) کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس (ملکۂ سبا) کا تخت مجھے لا دے؟ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مانیئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔''

اس آیت سے جنات کی اس غیر معمولی قوت وطاقت اور سرعتِ رفتار کا اندازہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں نواز رکھی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی انسان (خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو) ایسا ہرگز نہیں کر سکتا کہ بیت المقدس سے ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے ملک سبا (یمن) جائے اور پھر ایک عظیم الشان تخت (جسے بہت زیادہ لوگ مل کر بھی بمشکل ہی اٹھا سکیں) اٹھا کر دوبارہ ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے اتنی قلیل مدت میں واپس آ جائے۔

شیاطین نیند کی حالت میں انسان پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ

أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ ، يَضْرِبُ عَلَى مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَ إِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ ﴾ ''شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ بات کہتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے، پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ ﴾ ''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو تین مرتبہ ناک (میں پانی ڈال کر اسے اچھی طرح) جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے نتھنے کی ہڈی پر رات گزارتا ہے۔''(۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سوتے وقت انسان پر شیطان غلبہ پا لیتا ہے اور اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو سستی و کاہلی میں مبتلا کر کے اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔

شیاطین رمضان میں جکڑ دیئے جاتے ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ ﴾ ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔''(۳)

شیطانوں کے جکڑے جانے کے معنی کے متعلق علماء کے کئی ایک اقوال ہیں:

(ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حلیمی نے کہا کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جس طرح وہ عام دنوں میں مسلمانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں رمضان میں نہیں کر سکتے کیونکہ لوگ روزے میں مشغول ہوتے ہیں جو شہوات کو ختم کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

حلیمی کے علاوہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اس سے بعض شیطان مراد ہیں جو زیادہ سرکش قسم کے ہوتے ہیں صرف

---

(۱) [بخاری (۱۱٤۲) کتاب التهجد : باب عقد الشيطان على قافية الرأس اذا لم يصل بالليل ، مسلم (۱۸۱٦)]

(۲) [مسلم (۲۳۸) کتاب الطهارة : باب الإيتار فی الاستنثار والاستجمار ' نسائی (٦٧/١)]

(۳) [بخاری (۱۸۹۹) مسلم (۱۰۷۹) دارمی (۱۷۷۵) ابن حبان (۳٤۳٤) ابن خزیمة (۱۸۸۲)]

انہیں ہی جکڑا جاتا ہے۔ قاضی عیاض ؒ کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے یعنی اس سے مراد رمضان المبارک کے شروع ہونے کی علامت' اس کی حرمت کی تعظیم اور شیطانوں کا مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آ جانا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں اجر وثواب کی کثرت کی طرف اشارہ ہو اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی کے باعث انہیں جکڑے ہوئے کہا گیا ہو۔

اس دوسرے احتمال کی تائید صحیح مسلم کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ "رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔"

یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانوں کو اس لیے جکڑے ہوئے کہا گیا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے لیے شہوات کو مزین کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ زین بن منیر کہتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے اور الفاظ کو ظاہری معنی میں نہ لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ [1]

(قرطبی ؒ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں تو پھر ہم رمضان المبارک میں بہت ساری معاصی کا ارتکاب ہوتا ہوا کیوں دیکھتے ہیں' اگر واقعی شیطان جکڑے ہوئے ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ اُن روزہ داروں سے کم ہوتے ہیں جو روزہ کی شرائط پر عمل کریں اور اس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یا پھر جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ کچھ شیطان جو زیادہ سرکش ہوں انہیں جکڑا جاتا ہے سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا۔ یا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مہینے میں گناہ بہت ہی کم ہو جاتے ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کچھ کم ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ برائی کا وقوع ہی نہ ہو۔ بلکہ گناہوں کے شیطانوں کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں' مثلاً خبیث قسم کے نفس' غلط وگندی عادتیں اور انسانوں میں سے شیطان صفت لوگ۔ [2]

(شیخ ابن عثیمین ؒ) اس طرح کی احادیث اُمورِ غیبیہ میں شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ انہیں تسلیم کرنا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور ہمیں اس میں کچھ بھی کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کے دین اور اس کی عاقبت کی بہتری ہے۔ اسی لیے جب عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ ماہ رمضان میں بھی انسان کو جن چمٹ جاتے ہیں اور وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں کہا کہ حدیث یہی کہتی ہے اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے' ہم اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے۔ پھر ظاہر یہی ہے کہ انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے سے جکڑا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رمضان میں

(۱) [فتح الباری (۴/۱۱۴)] (۲) [أیضا]

خیر و بھلائی کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔ (۱)

لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شیطانوں کا جکڑا جانا حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شر و برائی کا وقوع ہی نہ ہو یا پھر لوگ گناہوں کا ارتکاب ہی نہ کریں کیونکہ جن شیاطین کو جکڑا گیا ہے انہوں نے اپنی آزادی کے دور میں لوگوں کے دلوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں گناہوں کی اس قدر عادت ڈال دی ہے کہ جو ان کے جکڑے جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔

شیاطین بالعموم شام کے وقت پھیلتے ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ جب شام ہوتی ہے اور رات کا آغاز ہوتا ہے ﴿ فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ ﴾ ''اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں'' لہٰذا اس وقت اپنے بچوں کو گھروں میں روک لینا چاہیے اور بسم اللہ پڑھ کر گھروں کے دروازے بند کر دینے چاہئیں کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتے۔ (۲)

شیاطین کو بعض جانور دیکھ لیتے ہیں

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَ إِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا ﴾ ''مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔'' (۳)

شیاطین بعض اللہ کے بندوں سے ڈرتے ہیں

(1) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی شیطان تجھے کسی راستے سے آتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔'' (٤)

(2) اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ ! ﴾ ''اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔'' (٥)

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۰)]

(۲) [بخاری (۳۳۰٤) کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس ، مسلم (۲۰۱۲)]

(۳) [بخاری (۳۳۰۳) کتاب بدء الخلق : باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال]

(٤) [بخاری (۳۲۹٤) کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس و جنوده]

(٥) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۲۲٦۱) ترمذی (۳٦۹۰) کتاب المناقب : باب فی مناقب عمر]

(3) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ ﴿اِنِّی لَانْظُرُ اِلَی شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ﴾ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر (سے ڈر کی وجہ) سے بھاگ رہے ہیں۔''(۱)

واضح رہے کہ شیطان کے ڈرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ نبی ﷺ کی طرح عمر رضی اللہ عنہ کا شیطان بھی ان کے تابع تھا یا عمر رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطاء تھے کیونکہ عصمت تو صرف انبیاء کا ہی خاصہ ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ شیطان اور اس کے راستوں کے اس قدر شدت سے مخالفت تھے کہ شیطان کو بھی علم تھا کہ وہ انہیں گمراہی کے راستے پر نہیں لاسکتا۔ بعینہ یہ چیز کسی بھی سچے مومن میں ہوسکتی ہے اور وہ شیطان پر غلبہ پا کے اسے قابو میں رکھ سکتا ہے جبکہ وہ ہمہ وقت گناہوں سے بچنے والا اور شیطانی راستوں کا قلع قمع کرنے والا ہو۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ﴿اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُنْضِي شَيْطَانَهُ كَمَا يُنْضِي اَحَدُكُمْ بَعِيْرَهُ فِي السَّفَرِ﴾ ''بلاشبہ مومن اپنے شیطان کی پیشانی اس طرح جکڑ کر قابو میں رکھتا ہے جیسے تم میں سے کوئی سفر میں اپنے اونٹ کو جکڑے رکھتا ہے۔''(۲)

شیاطین غیب نہیں جانتے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ [سبا : ١٤] ''پھر جب ہم نے ان (سلیمان علیہ السلام) پر موت کا حکم بھیجا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کی عصا کو کھا رہا تھا۔ پس جب (سلیمان علیہ السلام) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔''

دراصل شیاطین اور جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے عمارتیں تعمیر کرتے رہے۔ انہوں نے انسانوں کو بہکایا اور ان پر ظاہر کیا کہ وہ غیب کا علم جانتے ہیں اور چھپی ہوئی چیزوں کی اطلاع رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ بندوں پر ان کا جھوٹ واضح کرے، لہٰذا وہ اپنا کام کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٢٤٩٦) ترمذی (٣٦٩١) المشکاۃ (٦٠٣٩)]

(۲) [حسن : السلسلة الصحيحة (٣٥٨٦) مسند احمد (٣٨٠/٢) واضح رہے کہ اس روایت کو کچھ دوسرے اہل علم نے ابن لهيعه راوی کی وجہ سے ضعیف بھی کہا ہے لیکن شیخ البانیؒ کا کہنا ہے کہ ابن لهيعه جب قتيبه سے روایت کرے تو وہ صحیح الحدیث ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط کی بھی یہی رائے ہے۔ [الموسوعة الحديثية]

وفات کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے (اور اسی حالت میں وفات پا گئے) تو جن جب وہاں سے گزرتے تو دیکھتے کہ وہ سہارا لئے کھڑے ہیں۔ وہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے ان سے ڈرتے رہے۔ ایک قول کے مطابق جن سال بھر اسی طرح کام کرتے رہے حتیٰ کہ دیمک نے ان کا عصا کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ عصا بالکل ختم ہو کر گر گیا اور اس کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد بھی زمین پر آ رہا۔ یہ دیکھ کر شیاطین آزاد ہو کر بھاگ گئے اس طرح انسانوں پر واضح ہو گیا کہ ''اگر جنوں کے پاس علم غیب ہوتا تو وہ اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' یعنی اس انتہائی سخت کام میں مصروف نہ رہتے۔ اگر ان کے پاس غیب کا علم ہوتا تو انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وفات پا جانے کا علم ہوتا، جو ان کی سب سے بڑی خواہش تھی تا کہ اس مشقت سے نجات پائیں۔(۱)

شیاطین قرآن جیسا معجزہ نہیں لا سکتے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝۸۸﴾ [الاسراء : ۸۸] ''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

قرآن کریم کا یہ چیلنج آج بھی اسی طرح موجود ہے اور آج تک جن وانس میں سے کوئی بھی قرآن جیسی کتاب تو کیا اس جیسی ایک بات بھی پیش کرنے سے عاجز رہا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جو کچھ نبی ﷺ پر نازل کیا گیا وہ سب برحق ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ شیاطین کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ قرآن جیسا معجزہ پیش کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض کفار نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب دراصل شیاطین کی تیار کردہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید یوں فرمائی کہ

﴿وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝۲۱۰ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۲۱۱﴾ [الشعراء : ۲۱۰ - ۲۱۱] ''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے، نہ وہ اس کے قابل ہیں اور نہ ہی انہیں اس کی طاقت ہے۔''

شیاطین فضا میں اپنی مقررہ حد سے آگے نہیں جا سکتے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [تفسیر السعدی (ص : ۲۱۸۵)]

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿33﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿34﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿35﴾﴾ [الرحمن : ۳۳۔۳۵] ''اے انسانوں اور جنات کے گروہ! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو! بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے۔''

معلوم ہوا کہ اگر چہ جنات وشیاطین کو فضا کی بلندیوں میں پرواز کرنے کی طاقت حاصل ہے جیسا کہ پیچھے آسمانی خبریں چرانے کے حوالے سے کچھ بیان گزر چکا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فضا میں بھی ان کے لیے ایک حد مقرر ہے کہ جس سے آگے جانے پر انہیں ہلاکت سے بھی دوچار ہونا پڑ سکتا ہے۔

شیاطین نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ ﴾ ''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَ لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ ﴾ ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے جاگتے ہوئے بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔''(۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ رَآنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّهُ لَا یَنْبَغِیْ لِلشَّیْطَانِ اَنْ یَتَشَبَّهَ بِیْ ﴾ ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ میری مشابہت اختیار کر سکے۔''(۳)

(4) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَرَایَا بِیْ ﴾ ''شیطان خود کو مجھ جیسا نہیں دکھا سکتا۔''(٤)

(5) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ

(۱) [مسلم (۲۲٦٦)]

(۲) [بخاری (٦۹۹۳) کتاب تعبیر الرؤیا : من رأی النبی فی المنام ، مسلم (۲۲٦٦)]

(۳) [مسلم (۲۲٦۸)]

(٤) [بخاری (٦۹۹٥) کتاب تعبیر الرؤیا : من رأی النبی فی المنام]

لَا یَتَکَوَّنُنِی ﴾ ''شیطان مجھ جیسا نہیں بن سکتا۔''(۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی حقیقی صورت اختیار کر سکے۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ان تمام احادیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شیطان کسی دوسرے کی صورت میں آ کر انسان کو یہ دھوکہ بھی نہیں دے سکتا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقی صورت تو اختیار نہیں کر سکتا لیکن کسی دوسرے شخص کی صورت میں آ کر انسان کو دھوکہ دہی کے ذریعے یہ باور کرا سکتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہی ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے یہی توضیح فرمائی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول صحیح بخاری کی حدیث نمبر (۶۹۹۳) کے بعد نقل فرمایا ہے ((اِذَا رَآہُ فِیْ صُوْرَتِہٖ)) یعنی اگر کوئی خواب میں نبی ﷺ کو دیکھے تو اسے فوراً حقیقت نہ سمجھ بیٹھے بلکہ یہ بھی غور کرے کہ آیا واقعی اس شخص میں وہ تمام صفات واوصاف موجود ہیں جو صحیح احادیث میں نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔

یہی باعث ہے کہ صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے پاس آ کر اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ اس نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے تو وہ اس سے اس شخص کے اوصاف وخصائل دریافت کیا کرتے تھے جسے اس نے خواب میں دیکھا ہوتا تھا۔ چنانچہ عاصم بن کلیب کی روایت میں ہے کہ ان کے والد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے اوصاف بیان کرو جسے تم نے خواب میں دیکھا ہے۔(۲) اسی طرح امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس آ کر اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے تو وہ بھی یہی فرماتے کہ ((صِفْ لِیَ الَّذِیْ رَأَیْتَہٗ)) ''مجھے اس کے اوصاف بیان کرو جسے تم نے خواب میں دیکھا ہے۔'' پھر اگر وہ آپ ﷺ کا کوئی غیر معروف وصف بیان کرتا تو اس سے فرماتے کہ تم نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا۔''(۳)

شیاطین بند دروازہ اور ڈھکا ہوا برتن نہیں کھول سکتے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ﴾
''(شام کے وقت) اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔''(۴)

(۱) [بخاری (۶۹۹۷) کتاب تعبیر الرؤیا : من رأی النبی فی المنام]
(۲) [مستدرک حاکم (۳۹۳/۴) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [فتح الباری (۳۸۴/۱۲)]
(۳) [نقلہ ابن حجر فی "فتح الباری" (۳۸۴/۱۲) حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔]
(۴) [بخاری (۳۳۰۴) کتاب بدء الخلق : باب صفۃ ابلیس ، مسلم (۲۰۱۲)]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کرلو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ تو (بند) مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ (بند) دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی (ڈھکا ہوا) برتن کھول سکتا ہے۔''(۱)

شیاطین کسی کو گمراہی پر مجبور نہیں کر سکتے

یعنی شیاطین کو ایسی کوئی طاقت حاصل نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو گمراہ کر دیں بلکہ وہ تو صرف برائی کو مزین کر سکتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں، جھوٹے وعدوں اور امیدوں کے ساتھ لوگوں کو برائی کی دعوت دے سکتے ہیں، پھر آگے لوگوں کی اپنی مرضی ہے کہ اس کی دعوت قبول کریں یا نہ۔ اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾[الحجر: ٤٢]
''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔''

(2) ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾[الاسراء: ٦٥] ''میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں، تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے۔''

(3) ﴿وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ﴾[ابراھیم: ٢٢] ''(جہنم میں شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا) میرا تم پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی، لہٰذا (آج) تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔''

معلوم ہوا کہ شیاطین اللہ کے نیک بندوں پر اپنا کوئی تسلط قائم نہیں کر سکتے البتہ یہ یاد رہے کہ جو نیک لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں شیطان ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿175﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿176﴾﴾[الاعراف: ١٧٥-١٧٦] ''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا

(۱) [مسلم (۲۰۱۲) کتاب الاشربۃ: باب الامر بتغطیۃ الاناء وایکاء السقاء واغلاق الابواب]

اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِيْ مَا لَمْ يَجُرْ فَإِذَا جَارَ تَبَرَّأَ مِنْهُ وَ أَلْزَمَهُ الشَّيْطَانُ﴾ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم شروع کر دے تو اللہ اس سے بری ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک شیطان کو لگا دیتا ہے۔''(۱)

شیاطین کو موت آتی ہے

(1) ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔''

(2) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ [الرحمن : ۲۶۔ ۲۷] ''جو بھی زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ صرف عظمت وعزت والی تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی۔''

(3) ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کو موت آتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ایک دعا کے الفاظ یہ بھی تھے کہ ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ الْجِنُّ وَ الْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾ ''اے اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، جسے موت نہیں آتی، جبکہ جنوں اور انسانوں کو موت آتی ہے۔''(۲)

⇦ یہاں یہ یاد رہے کہ شیطانِ اکبر ''ابلیس'' کو بہت سی حکمتوں کے تحت تا قیامت مہلت دی گئی ہے اس لیے اس کی زندگی قیامت تک ہے، قیامت سے پہلے اسے موت نہیں آئے گی۔

شیاطین روزِ قیامت جہنم کا ایندھن بنیں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾﴾ [الجن : ۱۴۔۱۵] ''(جنات میں سے) جو فرمانبردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم (یعنی شیاطین) ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

---

(۱) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۱۸۲۷)]

(۲) [بخاری (۷۳۸۳) کتاب التوحید : باب قول الله تعالى "وهو العزيز الحكيم" ، مسلم (۲۷۱۷)]

باب عزائم الشیطان — شیطان کے عزائم ومقاصد کا بیان

جیسا کہ یہ بات معلوم ہی ہے کہ شیطان انسانیت کا سب سے بڑا دشمن ہے اور یقیناً کوئی بھی اپنے دشمن کی خیر خواہی اور بھلائی نہیں چاہتا اور پھر جب دشمن بھی شیطانِ اکبر ابلیس ہو تو پھر اس سے کسی خیر کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے کہ جس نے خالقِ کائنات کے سامنے قسمیں اٹھا کر تمام انسانوں کو گمراہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مزید برآں اسے مختلف قسم کی قوتیں اور طاقتیں بھی حاصل ہیں کہ وہ نظروں سے اوجھل ہے، فضاؤں میں اُڑ سکتا ہے، انسانی جسم میں داخل ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ درحقیقت شیطان کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ساری انسانیت کو گمراہ کر کے جہنم میں داخل کرانا۔ اس کی ساری کوشش، ہتھکنڈے، سازشیں، وسوسے اور لشکر اسی کے لیے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی مقاصد اسی بنیادی مقصد کے ہی ذیل میں آتے ہیں۔ بہر حال شیطان کے چند اہداف اور اغراض ومقاصد آئندہ سطور میں بیان کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

لوگوں کو کفر وشرک میں مبتلا کرنا

کیونکہ کافر ومشرک ابدی جہنمی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا'' [النساء : ٤٨] اور یہی شیطان چاہتا ہے کہ لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا ہو جائیں جن کے سبب وہ دائمی جہنمی قرار پائیں اور کبھی آتشِ جہنم سے باہر نہ نکل سکیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾ [الحشر : ١٦] ''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔''

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَ إِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَ أَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ﴾ ''بے شک میں نے اپنے بندوں کو (شرک سے پاک) یکطرفہ دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہیں میرے ساتھ شرک کرنے پر آمادہ کیا جبکہ میں نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔'' (١)

---

(١) [مسلم : كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا ، الصحيحة (٣٥٩٩)]

اگر کافر و مشرک نہ بنا سکے تو انہیں گناہوں میں مبتلا کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾﴾ [البقرة : ١٦٨-١٦٩] ''اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ [المائدة : ٩١] ''شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَ لٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ﴾ ''بلاشبہ شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے لوگ اس کی پوجا کریں لیکن انہیں ایک دوسرے کے خلاف اُبھارنے اور ان کے درمیان عداوت ڈالنے میں وہ ناامید نہیں ہوا۔''(١)

"التحريش بينهم" کے متعلق امام ابن اثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((أَيْ فِيْ حَمْلِهِمْ عَلَى الْفِتَنِ وَ الْحُرُوْبِ)) ''اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو فتنوں اور جنگوں (لڑائی جھگڑے) پر اُبھارنے میں (شیطان ناامید نہیں ہوا۔ یعنی اسے امید ہے کہ وہ اگر لوگوں کو کفر و شرک میں مبتلا نہ کر سکا تو انہیں مختلف قسم کے فتنوں اور باہمی عداوت اور لڑائی جھگڑوں میں ضرور مبتلا کر دے گا اور یوں انہیں گناہوں کا ارتکاب کرانے اور کسی نہ کسی حد تک آتشِ جہنم میں گرانے میں کامیاب ہو جائے گا)۔''(٢)

ہر خیر و بھلائی کے کام سے روکنا

سبرہ بن ابو فاکہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(١) [مسلم (٢٨١٢) كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان ... ، ترمذي (١٩٣٧)]

(٢) [النهاية في غريب الأثر (٩٣٤/١)]

﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ لَهُ : أَتُسْلِمُ وَتَذَرُ دِيْنَكَ وَ دِيْنَ آبَائِكَ وَ آبَاءِ أَبِيْكَ ؟ قَالَ : فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ : أَتُهَاجِرُ وَ تَذَرُ أَرْضَكَ وَ سَمَائَكَ ؟ وَ إِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطِّوَلِ قَالَ : فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ قَالَ : ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْجِهَادِ فَقَالَ لَهُ : هُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَ الْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ وَ يُقَسَّمُ الْمَالُ قَالَ : فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ مِنْهُمْ فَمَاتَ ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، أَوْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، وَ إِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ، أَوْ وَقَصَتْهُ دَابَّتُهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ﴾

''بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لیے اللہ کے راستوں پر بیٹھ گیا ہے، مثلاً وہ اسلام کے راستے پر بیٹھ جاتا ہے اور ابن آدم سے کہتا ہے کہ تو اسلام قبول کر کے اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین اور اپنے باپ کے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ مگر ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسلام کو اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اسی طرح شیطان راہ ہجرت پر بیٹھ جاتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے کہ کیا تو ہجرت کر کے اپنی زمین اور اپنے آسمان کو چھوڑ رہا ہے؟ مہاجر کی مثال تو اس گھوڑے کی رسی ہے جس کی رسی کو دراز کر دیا گیا ہو مگر مومن شیطان کی نافرمانی کر کے ہجرت کر لیتا ہے۔ پھر وہ مومن کے لیے راہ جہاد پر بیٹھ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے یہ تو بس نفس اور مال کی مشقت ہے، چنانچہ تو جنگ کرے گا تو تو مارا جائے گا، تیری بیوی سے کوئی نکاح کر لے گا، تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا مگر مرد مومن شیطان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان یہ کام کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے، اگر غرق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے اور اگر اس کی سواری اسے گرا دے اور وہ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے۔''(۱)

عبادت وریاضت میں خلل اندازی کرنا

اگر شیطان کسی کو اطاعت اور خیر کے کاموں سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو وہ ان کاموں میں خلل ڈالنے اور اُمورِ عبادت کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے

---

(۱) [اسنادہ قوی : مسند احمد (۴۸۳/۳) صحیح الجامع الصغیر (۱۶۵۲) نسائی (۳۱۳۶) کتاب الجهاد : باب ما لمن اسلم وهاجر وجاهد ، شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۶۰۰۰)]

اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو کر نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ ، وَ اتْفُلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا ﴾ ''وہ خنزب شیطان ہے، جب تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ پکڑو اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھ سے ختم کر دی۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ نَفْسِهِ يَقُولُ : اذْكُرْ كَذَا ، اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ ۔ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى ﴾ ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوتی ہے وہ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آجاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، اُن باتوں کی شیطان یاددہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔''(۲)

(3) ایک جن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز خراب کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر قدرت دے دی اور آپ نے اسے پکڑ لیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا یاد آگئی کہ ''اے میرے رب! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے بھی لائق نہ ہو۔'' تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔(۳)

ہر ممکن طریقے سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾ ﴾ [الاعراف : ۱۶۔۱۷] ''اس (شیطان) نے کہا (اے پروردگار!) بسبب اس کے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا

---

(۱) [مسلم (۲۲۰۳) کتاب السلام : باب التعوذ من شیطان الوسوسة فی الصلاة]

(۲) [بخاری (۶۰۸) کتاب الاذان : باب فضل التاذین]

(۳) [بخاری (۴۶۱) کتاب الصلاة : باب الاسیر أو الغریم یربط فی المسجد]

ہوں کہ میں ان کے لیے تمہاری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، ان کے پیچھے سے بھی، ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

اذیت پہنچانا

شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں مختلف قسم کی اذیتوں اور تکالیف میں بھی مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ گھروں میں آتش زدگی، آسیب زدگی، طاعون اور استحاضہ کی بیماری میں مبتلا کرنا، برے خواب دکھانا اور موت کے وقت انسان کو خبطی بنانے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

⇦ شیطان کی طرف سے انسانوں کو اذیت پہنچانے کے مختلف طریقوں کی تفصیل کے لیے آئندہ باب ''شیطان کے اذیت پہنچانے کے طریقے'' ملاحظہ فرمائیے۔

بالآخر تمام انسانوں کو جہنم کا ایندھن بنانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيرِ﴾

[الفاطر : ٦] ''یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے پیروکاروں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔''

باب طرق ایذاء الشیطان — شیطان کے اذیت پہنچانے کے طریقے

شیطان کی طرف سے ایذا رسانی کے واقعات بھی معروف ہیں اور بعض اوقات شیطان مختلف شکلیں اختیار کر کے بھی اذیت پہنچاتا ہے جیسا کہ عہد رسالت میں شیطان ایک سانپ کی صورت اختیار کر کے ایک نوجوان کے گھر میں گھس گیا اور اس پر حملہ کر دیا، بالآخر وہ نوجوان ہلاک ہو گیا۔(۱) اسی طرح شیطان بعض دوسرے جانوروں کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں کالے کتے کو شیطان کہا گیا ہے۔(۲) جنگ بدر کے موقع پر تو شیطان سراقہ بن مالک کی شکل اختیار کر کے مشرکین کے پاس آ گیا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارا اور ان سے مدد کا وعدہ بھی کیا۔(۳) دار الندوہ کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ جب شیطان اہل نجد کے ایک شیخ کی صورت اختیار کر کے مشرکین مکہ کے تاریخی اجتماع میں پہنچ گیا اور نبی ﷺ کے متعلق مختلف آراء میں سے اس رائے کو ترجیح دی جس میں اجتماعی طور پر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔(۴) اسی طرح شیطان کے لوگوں کو چمٹ کر اور انہیں مرگی کے دوروں میں مبتلا کر کے اذیت پہنچانے کے واقعات بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔(۵) اس طرح کا ایک آنکھوں دیکھا واقعہ شیخ ابوبکر الجزائری نے بھی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس میں انہوں نے ایک جناتی شیطان کے متعلق ذکر کیا ہے جو ان کی ہمشیرہ کو تنگ کیا کرتا تھا اور بالآخر اسی شیطان کے گلا دبانے کی وجہ سے ہی ان کی ہمشیرہ فوت ہو گئی تھیں۔(۶)

بہرحال کتاب وسنت میں شیطان کی طرف سے انسانوں کو اذیت پہنچانے کے جو مختلف طریقے یا مخصوص صورتیں مذکور ہیں ان کا مختصراً بیان آئندہ سطور میں پیش کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

نومولود کو تکلیف پہنچانا

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ﴾ ''مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے علاوہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو شیطان چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے وہ چیختا

(۱) [مسلم (۲۲۳۶) کتاب السلام : باب قتل الحیات وغیرھا]
(۲) [مسلم (۵۱۰)]
(۳) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۷/۲)]
(۴) [الرحیق المختوم (ص : ۲۲۵) سیرت ابن ھشام (۴۸۰/۱۔۴۸۲)]
(۵) [بخاری (۵۶۵۲) کتاب المرضی : باب فضل من یصرع من الریح، مسلم (۲۵۷۶) احمد (۳۲۴۰)]
(۶) [عقیدۃ المومن (ص : ۲۳۰)]

ہے۔''(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَ ابْنَهَا ﴾ ''ہر بنی آدم کو شیطان چھوتا ہے جس دن اس کی ماں اسے جنم دیتی ہے سوائے مریم (علیہا السلام) اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔''(۲)

(3) صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعَيْهِ حِينَ يُولَدُ غَيْرَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ ﴾ ''شیطان ہر انسان کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی سے اس کے پہلو میں کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کے، جب وہ انہیں کچوکے لگانے گیا تو پردے پر لگا آیا تھا (جس کے اندر بچہ رہتا ہے، اس کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی اس حرکت سے محفوظ رکھا)۔''(۳)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کچوکہ مارنا شیطان کی طرف سے انسان پر تسلط جمانے کی ابتدائی کوشش ہوتی ہے۔(٤) دراصل عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کا پیدائش کے وقت شیطان کی ایذا سے محفوظ رہنا اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے تھا ﴿ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾[آل عمران : ٣٦] ''میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

علاوہ ازیں صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی شیطان کی ایذا سے محفوظ رکھا تھا جیسا کہ علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں جب شام آیا تو میں نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی نیک ساتھی عطا فرما۔ پھر میں ایک قوم کے پاس آیا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی نیک ساتھی عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھے عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کوفہ سے ہوں۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا:

﴿ أَلَيْسَ فِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ ؟ يَعْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ ، يَعْنِي عَمَّارًا ﴾

---

(۱) [بخاری (۳٤۳۱) کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم، مسلم (۲۳٦٦) کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی علیہ السلام]

(۲) [مسلم (۲۳٦٦) کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی، مسند احمد (۲/۲۳۳)]

(۳) [بخاری (۳۲۸٦) کتاب بدء الخلق]

(٤) [کما فی فتح الباری (٦/٤٧٠)]

''کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی (یعنی دعا سے) شیطان سے اپنی پناہ دی تھی۔ ان کی مراد عمار رضی اللہ عنہ سے تھی۔''(۱)

برے خواب دکھانا

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَ الْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴾''اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور رنجیدہ و پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''(۲)

(2) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اَلرُّؤْيَا ثَلَاثٌ : مِنْهَا اَهَاوِيْلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُحْزِنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ ...﴾''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قسم وہ ہے جو شیطان کی طرف سے ہولناکیوں پر مشتمل ہوتی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے اولادِ آدم کو غمگین کرے۔''(۳)

(3) ایک دوسری روایت میں خواب کی ایک قسم یہ بھی مذکور ہے﴿ وَ تَخْوِيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ ﴾''اور تخویف (ڈرانا) شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''(٤)

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو ایسے خواب آئیں جو اسے غم زدہ اور پریشان کر دیں۔(٥)

طاعون کے مرض میں مبتلا کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ﴿ اَلطَّاعُوْنُ وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَ هُوَ لَكُمْ شَهَادَةٌ ﴾''طاعون (کی بیماری) تمہارے دشمن جنوں کے چوکے کا نتیجہ ہے، اور اس میں تمہارے لیے شہادت ہے۔''(٦)

امام زرقانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ خوشگوار موسم اور عمدہ آب و ہوا میں بھی طاعون کی وبا کا پھیل جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جنوں کے چوکے کی وجہ سے ہی واقع ہوتی ہے اور اگر اس کا سبب ہوا کی خرابی یا کسی عضو تک خون کا بہہ جانا ہوتا جیسا کہ بعض اطباء کا گمان ہے تو ایسا واقع بھی ہوتا... اور اگر یہ ہوا کی خرابی کی وجہ سے ہی ہوتی تو پھر

---

(۱) [بخاری (۳۷٤۳) كتاب فضائل اصحاب النبی : باب مناقب عمار و حذيفه]

(۲) [بخاری (٦٩٨٦) كتاب التعبير : باب الرؤيا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزء ا من النبوة ، ابو داود (٥٠٢١) ابن ماجه (۳۹۰۹) ترمذی (۲۲۷۷) كتاب الرؤيا : باب اذا رأى فی المنام ما يكره]

(۳) [**صحيح** : الصحيحة (۱۸۷۰) ابن ماجه (۳۹۰۷)]

(٤) [**صحيح** : الصحيحة (۱۳٤۱) ابن ماجه (۳۹۰٦)]

(٥) [فيض القدير (٦٠/٤)]

(٦) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (۳۹٥۱)]

تمام انسان وحیوان اس میں مبتلا ہوتے (کیونکہ ہوا تو سب تک پہنچتی ہے) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیماری بعض اوقات بہت سے لوگوں کو تو لگ جاتی ہے لیکن ان کے اردگرد ان کے مزاج کے ہی دوسرے لوگوں کو نہیں لگتی اور بعض اوقات تو ایک گھر کے کسی فرد پر اس بیماری کا حملہ ہوتا ہے لیکن اسی گھر میں رہنے والے دیگر افراد اس سے محفوظ رہتے ہیں... اور اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ طاعون کی بیماری کا سبب جنات کا چوکہ ہی ہے تو پھر رمضان میں تو جنات وشیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں پھر یہ بیماری رمضان میں کیوں واقع ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ جنات نے رمضان سے پہلے چوکہ مارا ہو لیکن اس کا اثر رمضان شروع ہونے کے بعد ظاہر ہوا ہو۔ (۱)

استحاضہ کے مرض میں مبتلا کرنا

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ کے متعلق فرمایا کہ ﴿ إِنَّمَا هِيَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴾ ''یہ تو محض شیطان کا ایک چوکہ ہے۔''(۲) استحاضہ اُس خون کو کہتے ہیں جو ایامِ ماہواری کے علاوہ کسی رگ کے پھٹ جانے کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے چوکے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اس بیماری کی وجہ سے عورت کو نقصان پہنچانے کا موقع حاصل کر لیا ہے۔ اب اس کو نماز وغیرہ میں بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ استحاضہ اور حیض دونوں میں التباس ہو جاتا ہے۔ (۳)

دیگر مختلف امراض میں مبتلا کرنا

جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ ص میں ہے کہ ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا ﴿ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴾ [ص : ٤١] ''مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔''

قرآن کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن اُمور میں کوئی شر، ایذا یا کسی صحیح مقصد کے فوت ہو جانے کا پہلو ہو ان کو اللہ کے مقرب بندے ادب کے نقطہ نظر اور تواضع کی خاطر کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسے اپنے نفس یا شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مرض کو اپنی طرف منسوب کیا،

---

(۱) [شرح الزرقاني على مؤطا الامام مالك (٤/٢٩٤) مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود' ابو داود (٢٨٧) كتاب الطهارة : باب من قال إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة ' ترمذى (١٢٨) ابن ماجه (٦٢٧) حاكم (١/١٧٢) دارقطنى (١/٢١٤) احمد (٦/٤٣٩)]

(۳) [النهاية فى غريب الحديث والاثر (٢/٦٢٨)]

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یوشع بن نون نے مچھلی کے سمندر میں چلے جانے کی بات کو شیطان کی طرف منسوب کیا، اسی طرح ایوب علیہ السلام نے بھی اپنی بیماری اور تکلیف کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایوب علیہ السلام طویل بیماری اور تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صحیح طور پر عبادت گزاری سے قاصر رہے تھے تو اس قصور کا باعث شیطانی وساوس کو قرار دیا ہو۔[1]

کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی اس بات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شیطان نے مجھے بیماری میں مبتلا کر دیا ہے اور میرے اوپر مصائب نازل کر دیئے ہیں بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ بیماری کی شدت، مال و دولت کے ضیاع اور اعزہ واقربا کے منہ موڑ لینے سے میں جس تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہوں اُس سے بڑھ کر تکلیف اور عذاب میرے لیے یہ ہے کہ شیطان اپنے وسوسوں سے مجھے تنگ کر رہا ہے، وہ ان حالات میں مجھے اپنے رب سے مایوس کرنے کی کوشش کرتا ہے، مجھے اپنے رب کا ناشکرا بنانا چاہتا ہے اور اس بات کے درپے ہے کہ میں دامنِ صبر ہاتھ سے چھوڑ بیٹھوں۔[2]

بنی آدم کے کھانے پینے اور سونے میں شرکت کرنا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے (یعنی بِسمِ اللّٰہ پڑھتا ہے) اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (دوسرے اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے نہ تو (یہاں) تمہارے لیے رات کا قیام ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ لیکن جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے (یہاں) رات کا قیام پا لیا اور جب انسان کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا قیام اور رات کا کھانا (دونوں کو) پا لیا۔[3]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کھانے میں اس وقت شرکت کرتا ہے جب کوئی شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دے اور اگر کوئی کھانا شروع نہ کرے تو شیطان بھی شرکت نہیں کرتا۔ اور اگر کھانے والی ایک جماعت ہو اور اس میں سے کچھ لوگ بسم اللہ پڑھ لیں اور کچھ نہ پڑھیں تو بھی شیطان ان کے کھانے میں شرکت نہیں کرتا۔ مزید برآں درست رائے جس پر سلف وخلف کے محدثین وفقہاء میں سے جمہور علما ہیں' یہ ہے کہ یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث جن میں شیطان کے کھانے کا ذکر ہے انہیں ظاہر پر محمول کرتے ہوئے یہی اعتقاد رکھا جائے گا کہ شیطان حقیقی طور پر کھاتا ہے کیونکہ عقلاً یہ ناممکن نہیں اور نہ ہی شریعت اس کا انکار کرتی ہے بلکہ وہ تو اسے

---

(۱) [تیسیر القرآن (۷۳۹/۳)]

(۲) [تفہیم القرآن (۳۴۰/۴)]

(۳) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأشربۃ : باب آداب الطعام والشراب وأحکامھما' ابو داود (۳۷۶۵)]

ثابت کرتی ہے لہٰذا ایسی باتوں کو قبول کرنا اور ان پر من وعن اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ (واللہ اعلم) [(۱)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہو کر پانی پی رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ﴿ اَیَسُرُّكَ اَنْ یَّشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ ؟ ﴾ ''کیا تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ بلی بھی پیئے؟'' اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ﴿ فَاِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنْهُ ، الشَّیْطَانُ ﴾ ''تو بلاشبہ جس نے تیرے ساتھ پیا ہے وہ اس بلی سے کہیں برا، یعنی شیطان ہے۔'' [(۲)]

کچھ چرا لینا

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ فطر کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ شیطان وہاں سے روزانہ اناج چرانے کی کوشش کرتا مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے پکڑ لیتے۔ بالآخر شیطان آپ رضی اللہ عنہ کو ایک دعا سکھا گیا۔ [(۳)] یہ روایت تفصیل کے ساتھ آئندہ باب ''شیطان سے بچاؤ کے طریقے'' میں ملاحظہ فرمائیے۔

مرگی کے دورے میں مبتلا کرنا

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ عہد رسالت میں ایک عورت کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کے لیے آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صبر کی تلقین کی۔ چنانچہ اس نے صبر کا ہی راستہ اپنا لیا جس کے بدلے میں اسے جنت کا وعدہ دیا گیا۔ البتہ اس نے یہ درخواست کی کہ جب مجھے دورہ پڑتا ہے تو میرے کپڑے اتر جاتے ہیں، آپ دعا کیجئے کہ میرے کپڑے نہ اتریں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرما دی۔ [(٤)]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی توضیح کے مطابق اس عورت کو دورہ پڑنے کا سبب جن کا حملہ تھا۔ [(٥)] ایک دوسری روایت میں تو یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ اس عورت نے جب دعا کی درخواست کی تو عرض کی ﴿ اِنِّیْ اَخَافُ الْخَبِیْثَ اَنْ یُّجَرِّدَنِیْ ﴾ ''مجھے اس خبیث (جناتی شیطان) سے خدشہ ہے کہ وہ مجھے برہنہ کر دے گا۔'' [(٦)]

گھروں میں آتش زدگی

بعض اوقات شیطان مختلف جانوروں کے ذریعے گھروں میں آگ بھی لگوا دیتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۳/۱۹۰)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (تحت الحدیث : ۱۷۵) مسند احمد (۷۹۹۰) دارمی (۲/۱۲۱)]

(۳) [بخاری (۲۳۱۱) ، (۳۲۷۵) ، (۵۰۱۰) کتاب الوکالة : باب اذا وکل رجلا فترك الوکیل شیئا]

(٤) [بخاری (٥٦٥٢) کتاب المرضی : باب فضل من یصرع من الریح ' مسلم (۲۵۷٦) احمد (۳۲٤۰)]

(٥) [فتح الباری (۱۰/۱۱٥)]

(٦) [مسند بزار (٥۰۷۳)]

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهِ عَلَى هٰذَا فَيُحْرِقُكُمْ ﴾ ''جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان اس (یعنی چوہے) کو بھیج دیتا ہے جو اسے (یعنی چراغ کو) گرا دیتا ہے اور اس طرح وہ تمہیں آگ لگا دیتا ہے۔''(۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں (سوتے وقت چراغ بجھانے کے) حکم کا سبب بیان ہوا ہے اور اس میں یہ بھی وضاحت ہے کہ چوہے (یا اس طرح کے موذی جانور کو) چراغ کا جلتا ہوا دھاگہ کھینچنے پر کون اُبھارتا ہے اور وہ شیطان ہے جو انسان کا دشمن ہے وہی انسان کے دوسرے دشمن یعنی آگ کے بارے میں موذی جانوروں کو اُکساتا اور ان کا تعاون کرتا ہے (تاکہ وہ گھروں میں آتش زدگی کے ذریعے انسانوں کو اذیت پہنچا سکے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے دشمنوں کے مکر و فریب سے پناہ دے یقیناً وہ شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔(۲)

آسیب زدگی

آسیب زدگی یہ ہے کہ کوئی شریر جن کسی جادوگر کے کہنے پر، یا خود کسی پر فریفتہ ہو کر، یا کسی انتقامی جذبہ کے تحت یا بلاوجہ محض شرارت کی غرض سے انسان کے جسم میں داخل ہو کر اسے مفلوج بنا دے اور مختلف اوقات میں اسے اذیت دیتا رہے۔ جناتی شیاطین کی طرف سے انسان کو تکلیف پہنچانے کی یہ صورت انتہائی اذیت ناک ہے حتی کہ بعض اوقات تو اس وجہ سے انسان پر پاگل پن کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، بعض اوقات اس میں کھڑے ہونے کی بھی سکت باقی نہیں رہتی اور کبھی اسے مرگی کے دورے جیسے دورے بھی پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جناتی شیاطین کے انسانی جسم میں داخل ہونے اور اسے اذیت پہنچانے کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [البقرة : ۲۷۵] ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (روزِ قیامت) اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔''

اس آیت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو'' اسی کا نام اردو میں آسیب زدگی یا جن وشیطان کا چمٹنا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''یہ آیت ان لوگوں کے موقف کے غلط ہونے کا ثبوت ہے جو جنات کے ذریعے آسیب زدگی کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی یہ مانتے ہیں کہ شیطان انسان میں (داخل ہو کر خون کی

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۸۱٦) السلسلة الصحیحة (۱٤۲٦) ابوداود (۵۲٤۷)]

(۲) [فتح الباری (۸٦/۱۱)]

طرح) گردش کرتا ہے اور وہ انسان کو چمٹ سکتا ہے، بلکہ وہ اس حالت کو محض ایک طبعی مرض قرار دیتے ہیں۔''(۱)

(2) فرمانِ نبوی ہے کہ ''بلاشبہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔''(۲)

(3) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ لَمَّا اسْتَعْمَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْرِضُ ... مَا أَحْسِبُهُ خَالَطَنِيْ بَعْدُ ﴾ ''جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو مجھے یوں لگتا کہ نماز میں کوئی چیز میرے سامنے آتی ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ علم نہیں رہتا کہ میں نے نماز میں کیا پڑھا ہے؟ جب میں نے یہ چیز محسوس کی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف رختِ سفر باندھا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر کہا، یہ ابوالعاص کا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا، تجھے واپس کون سی چیز لائی ہے؟ میں نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ! نمازوں میں کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے اور مجھے یہ علم نہیں رہتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ شیطان ہے، ذرا قریب آؤ۔ میں آپ کے قریب ہو کر اپنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ میرے سینے پر ضرب لگائی اور (دم کر کے) میرے منہ پر تھوکا اور فرمایا ﴿ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ ﴾ ''اے اللہ کے دشمن! نکل جا'' آپ نے تین بار ایسا کیا۔ پھر فرمایا کہ جاؤ اپنی ذمہ داری انجام دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھے یہ شکایت نہ رہی۔''(۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ(۴) اور امام احمد رحمہما اللہ(۵) نے بھی اس حوالے سے واضح موقف اختیار کیا ہے کہ شیطان انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور پھر اسے اذیت پہنچاتا ہے۔ اس حوالے سے مزید تفصیلی دلائل کے لیے راقم الحروف کی دوسری کتاب '' **جادو، جنات سے بچاؤ کی کتاب** '' ملاحظہ فرمائیے۔

موت کے وقت خبطی بنانا

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَ الْهَدَمِ وَ الْغَرَقِ وَ الْحَرَقِ وَ أَعُوْذُبِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ ... ﴾ ''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں گر کر ہلاک ہونے سے، عمارت میں دب جانے سے، ڈوبنے سے، جل جانے سے اور موت کے وقت شیطان کے خبطی بنا دینے سے۔''(۶)

---

(۱) [الجامع لأحكام القرآن (۳/۳۵۵)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب زيارة المرأة زوجها فی اعتكافه ، ابو داود (۲٤۷۰)]

(۳) [**صحیح** : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (۳۵٤۸) جامع الاصول (٦/٢٦٤)]

(٤) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (٢٤/٢٧٧)]

(٥) [ايضا (٢٤/٢٧٧)]

(٦) [**صحیح** : صحيح الجامع (۱۲۸۲) نسائی (۵۵۳۱) كتاب الاستعاذة : باب الاستعاذة من التردی والهدم]

امام خطابی رحمہ اللہ نے موت کے وقت شیطان کے خبطی بنانے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ((هُوَ اَنْ يَسْتَوْلِيَ عَلَيْهِ عِنْدَ مُفَارَقَةِ الدُّنْيَا فَيُضِلُّهُ وَ يَحُوْلُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ التَّوْبَةِ اَوْ يَعُوْقُهُ عَنْ اِصْلَاحِ شَأْنِهِ وَ الْخُرُوْجِ مِنْ مَظْلِمَةٍ تَكُوْنُ قَبْلَهُ اَوْ يُؤَيِّسُهُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اَوْ يُكَرِّهُ لَهُ الْمَوْتَ وَ يُؤَسِّفُهُ عَلَى حَيَاةِ الدُّنْيَا فَلَا يَرْضَى بِمَا قَضَاهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْفَنَاءِ وَ النُّقْلَةِ اِلَى الدَّارِ الْآخِرَةِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِالسُّوْءِ وَ يَلْقَى اللّٰهَ وَ هُوَ سَاخِطٌ عَلَيْهِ)) ''دنیا سے کوچ کرتے وقت شیطان انسان پر غلبہ پا کر اسے گمراہ کر دے اور اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو جائے، یا اسے اپنی حالت درست کرنے اور سابقہ ظلم و زیادتی کی تلافی کرنے سے روک دے، یا اسے اللہ کی رحمت سے مایوس کر دے، یا اس کے لیے موت کو ناپسندیدہ بنا کر اسے دنیاوی زندگی پر غمگین کر دے اور وہ فنا ہونے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل ہونے سے متعلق اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اور یوں اس کا خاتمہ برا ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو۔''(۱)

شیخ عبد المحسن العباد اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ ((اَنْ يَسْتَوْلِيَ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ يَصْرِفُهُ عَمَّا يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْخَاتِمَةِ الْحَسَنَةِ)) ''شیطان موت کے وقت انسان پر قابو پا لے اور اسے اُن کاموں سے روک دے جو حسنِ خاتمہ کے لیے اسے انجام دینے چاہییں۔''(۲)

مرعاۃ المفاتیح میں ان الفاظ ''موت کے وقت شیطان کے خبطی بنا دینے سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں'' کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''شیطان مجھے چمٹ کر میرے ساتھ کھیلنے نہ لگ جائے کہ میرا دین اور عقل ہی خراب کر ڈالے۔''(۳)

---

(۱) [حاشیۃ السیوطی والسندی علی سنن النسائی (۱۷۱/۷)]

(۲) [شرح سنن ابی داود، للعباد (۳۲۸/۸)]

(۳) [مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، از عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (۲۲۳/۸)]

باب طرق تلبیس الشیطان — شیطان کے دھوکہ دہی کے طریقے

شیطان کا بنیادی مقصد ہے ساری انسانیت کو گمراہ کرنا اور اس کی تکمیل کے لیے وہ مختلف حیلے، حربے اور طریقے استعمال کرتا ہے اور ہر وہ داؤ پیچ کھیلتا ہے جس سے کسی بھی شخص کو راہِ راست سے بھٹکایا جا سکے جیسا کہ اس کی کچھ وضاحت اس نے اپنی زبانی ہی کر دی تھی کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے تا قیامت مہلت حاصل کر لی تو کہا ''(اے پروردگار!) بسبب اس کے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے تمہاری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، ان کے پیچھے سے بھی، ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔'' [الاعراف: ١٦۔١٧]

نبی کریم ﷺ صبح و شام ایک دعا پڑھا کرتے تھے جس میں شیطان کے انہی مختلف طرز کے حملوں سے حفاظت کی التجا کی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَ دُنْيَایَ وَ اَهْلِیْ وَ مَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَ آمِنْ رَوْعَاتِیْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَيْنِ يَدَیَّ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنْ يَمِيْنِیْ وَ عَنْ شِمَالِیْ وَ مِنْ فَوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ ﴾ ''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے اور میری گھبراہٹوں کو امن دے، اے اللہ! میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے، میری بائیں طرف سے اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری عظمت کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے اچانک ہلاک کر دیا جاؤں۔''(١)

ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان اللہ کے کسی حکم پر عمل کرنے لگتا ہے تو شیطان اس کے تمام راستوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اسلام لانا چاہتا ہے یا ہجرت کرنا چاہتا ہے یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو انسان شیطان کی ہر بات ٹھکرا کر اللہ کے حکم پر عمل کر گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (٢)

---

(١) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (٥٠٧٤) کتاب الادب: باب ما يقول اذا اصبح، ابن ماجه (٣٨٧١) حاكم (١/٥١٧) ابن ابی شيبة (١٠/٢٣٩)]

(٢) [إسناده قوی: مسند احمد (٣/٤٨٣) نسائی (٣١٣٦) كتاب الجهاد: باب ما لمن اسلم وهاجر وجاهد، شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٠٠٠) صحيح الجامع (١٦٥٢)]

شیطان جن طریقوں سے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے ان میں اولین طریقہ وسوسہ اندازی کا ہے یعنی وہ انسان کو گمراہ کرنے کا آغاز اس کے دل میں مختلف قسم کے وسوسے ڈال کر کرتا ہے۔ وہ اس کے خیالات پر حملہ کرتا ہے اور محض انسان کو برائی کا راستہ ہی نہیں سجھاتا بلکہ اسے سبز باغ بھی دکھاتا ہے کہ تمام تر بہتری اور ترقی کا راز اسی کام میں مضمر ہے اور پھر محض سبز باغ ہی نہیں دکھاتا بلکہ اسے وہ برائی کرنے کے حق میں بہت سے دلائل بھی مہیا کر دیتا ہے جس سے وہ دلی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ برائی کر گزرتا ہے۔

بہر حال شیطان کا انسان کو گمراہ کرنے کا اولین طریقہ چونکہ وسوسہ اندازی ہے اس لیے آئندہ سطور میں پہلے شیطانی وساوس اور پھر شیطان کے دیگر ہتھکنڈوں اور حربوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

شیطانی وساوس

وساوس کا معنی ومفہوم

وساوس جمع ہے وسوسہ کی۔ وسوسہ مخفی آواز کو کہتے ہیں۔ شیطان بھی نہایت غیر محسوس طریقوں سے انسان کے دل میں بری باتیں ڈال دیتا ہے، اسی کو وسوسہ کہا جاتا ہے... وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ''شیاطین الجن'' ان کو تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قدرت دی ہے۔ علاوہ ازیں ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ (۱)

وسواس الخناس (جیسا کہ سورۃ الناس میں شیطان کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں) کے معنی ومفہوم کے متعلق یاد رہے کہ وسواس تو طبی نقطہ نگاہ سے ایک مرض ہے جسے وہم بھی کہتے ہیں۔ یہ مرض غلبہ سودا کی وجہ سے ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے اور انسان ایسی فضول باتیں کرنے لگتا ہے جو پہلے اس کے ذہن میں نہیں ہوتیں، دل میں آنے والی برائی اور بے نفع بات وغیرہ۔ اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس کا معنی شیطان کا کسی برے کام کی طرف راغب کرنا اور برے خیال دل میں ڈالتے رہنا ہے، اس کی نسبت شیطان کی طرف ہی ہوتی ہے۔ جس کی ایک صفت خناس ہے اور خناس شیطان ہی کا صفاتی نام ہے۔ خناس بمعنی ظاہر ہو کر چھپ جانے والا یا سامنے آ کر پھر پیچھے ہٹ جانے والا۔ شیطان کا یہ عمل صرف ایک بار ہی نہیں ہوتا بلکہ بار بار ہوتا ہے۔ وسوس کے لفظ میں تکرار لفظی ہے جو تکرار معنوی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ شیطان ایک بار وسوسہ ڈال کر چھپ جاتا ہے۔ پھر دوبارہ حملہ آور ہوتا ہے پھر چھپ جاتا ہے تا آنکہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) [دیکھئے: تفسیر احسن البیان (ص: ۱۷۵۷)]

(۲) [ماخوذ از تیسیر القرآن (۷۱۷/۴)]

وساوس کی چند امثلہ

- ایسے خیالات آئیں کہ پتہ نہیں جنت جہنم ہے بھی یا نہیں، یا روزِ محشر حساب کتاب ہوگا بھی یا نہیں۔
- مسلسل ہر نماز میں یہی خیال آتا رہے کہ کہیں وضو ہی نہ ٹوٹ گیا ہو، ہوا ہی نہ خارج ہوگئی ہو۔
- کسی غیر عورت سے اس قدر محبت ہوجائے کہ ہر وقت اس کے ساتھ قربت کے خیالات ہی آتے رہیں۔
- یہی فکر طاری ہو کہ اگر میں مر گیا تو بیوی بچوں کا کیا ہوگا۔
- گھر سے باہر جانے والے بچوں کے متعلق ماں کو مسلسل یہی فکر لاحق ہو کہ انہیں کہیں کچھ ہو نہ جائے۔
- جب بھی کوئی کھانے کی چیز پیش کی جائے تو یہی خیال آئے کہ کہیں اس میں کوئی مضر صحت چیز ہی نہ ملی ہو۔
- روزہ دار اسی خیال میں مبتلا رہے کہ کہیں دانتوں میں پھنسے خوراک کے ذرات اندر نہ چلے جائیں اور اس سے روزہ نہ ٹوٹ جائے اور وہ ذرات باہر نکالنے کے لیے مسوڑھے ہی چھیلنا شروع کر دے، وغیرہ وغیرہ۔

وسوسہ عملِ شر کا نقطۂ آغاز

یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ وسوسہ عملِ شر کا نقطۂ آغاز ہے۔ وہ جب ایک غافل یا خالی الذہن آدمی کے اندر اثر انداز ہو جاتا ہے تو پہلے اس میں برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر مزید وسوسہ اندازی اس بری خواہش کو بری نیت اور برے ارادے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پھر اس سے آگے جب وسوسے کی تاثیر بڑھتی ہے تو ارادہ عزم بن جاتا ہے اور آخری قدم پھر عملِ شر ہے۔ اس لیے وسوسہ انداز کے شر سے خدا کی پناہ مانگنے کا (حکم دیا گیا ہے اور اس کا) مطلب یہ ہے کہ شر کا آغاز جس مقام سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی مقام پر اس کا قلع قمع فرما دے۔(۱)

وسوسہ اندازی کی ترتیب

دوسرے لحاظ سے دیکھا جائے تو وسوسہ اندازوں کے شر کی ترتیب یہ نظر آتی ہے کہ پہلے وہ کھلے کھلے کفر، شرک، دہریت، یا اللہ اور رسول سے بغاوت اور اللہ والوں کی عداوت پر اُکساتے ہیں۔ اس میں ناکامی ہو اور آدمی اللہ کے دین میں داخل ہو ہی جائے تو وہ اسے کسی نہ کسی بدعت کی راہ سجھاتے ہیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو معصیت کی رغبت دلاتے ہیں۔ اس میں بھی کامیابی نہ ہو سکے تو آدمی کے دل میں یہ خیال ڈالتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے گناہ کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ یہی اگر کثرت سے صادر ہو جائیں تو گناہوں کا بارِ عظیم انسان پر لد جائے۔ اِس سے بھی اگر آدمی بچ نکلے تو بدرجۂ آخر وہ کوشش کرتے ہیں کہ آدمی دینِ حق کو بس اپنے آپ تک ہی محدود رکھے، اُسے غالب کرنے کی فکر نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص اِن تمام چالوں کو ناکام بنا دے تو پھر شیاطینِ جن وانس کی پوری پارٹی

---

(۱) [ماخوذ از تفہیم القرآن (۵۷۲/۶)]

ایسے آدمی پر پل پڑتی ہے، اس کے خلاف لوگوں کو اُکساتی اور بھڑکاتی ہے، اُس پر گالیوں اور الزامات کی بوچھاڑ کراتی ہے، اسے ہر طرف بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پھر شیطان اُس مردِ مومن کو آ کر غصہ دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ برداشت کر لینا تو بڑی بزدلی کی بات ہے، اُٹھ اور اِن حملہ آوروں سے بھڑ جا۔ یہ شیطان کا آخری حربہ ہے جس سے وہ دعوتِ حق کی راہ کھوٹی کرانے اور داعیِ حق کو راہ کے کانٹوں سے الجھا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے بھی اگر داعیِ حق بچ نکلے تو شیطان اس کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ

﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾[الاعراف : ۲۰۰]

''اور اگر شیطان کا کوئی وسوسہ آپ کو اُبھارے تو اللہ کی پناہ مانگئے۔ بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ﴾[المومنون : ۹۷] ''اور آپ کہیں: اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

اور فرمایا﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ [الاعراف : ۲۰۱] ''جو لوگ پرہیزگار ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اُنہیں چھو بھی جائے تو وہ فوراً چونک جاتے ہیں اور پھر انہیں (صحیح راستہ) صاف نظر آنے لگتا ہے۔''

اور اسی بنا پر جو لوگ شیطان کے اِس آخری حربے سے بچ نکلیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾[حم السجدة : ۳۵] ''یہ چیز بڑے نصیبے والے کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔''(۱)

انسان کا نفس بھی وسوسہ اندازی کرتا ہے

اس سلسلے میں ایک بات اور بھی نگاہ میں رہنی چاہیے۔ وہ یہ کہ انسان کے دل میں وسوسہ اندازی صرف باہر سے شیاطینِ جن وانس ہی نہیں کرتے بلکہ اندر سے خود انسان کا اپنا نفس بھی کرتا ہے۔ اُس کے اپنے غلط نظریات اُس کی عقل کو گمراہ کرتے ہیں۔ اُس کی اپنی ناجائز اغراض وخواہشات اُس کی قوتِ تمیز اور قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ کو بدراہ کرتی ہیں اور باہر کے شیاطین ہی نہیں، انسان کے اندر اس کے اپنے نفس کا شیطان بھی اُس کو بہکاتا ہے۔ یہی بات ہے جو قرآن میں ایک جگہ فرمائی گئی ہے کہ ﴿وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ﴾[ق : ۱۶]

(۱) [ایضاً (۵۷۳/۶)]

''اور ہم اُس کے اپنے نفس سے اُبھرنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں۔'' اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مشہور خطبہ مسنونہ میں فرمایا ہے کہ ﴿ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ﴾ ''ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے۔''(۱)

کتاب وسنت سے شیطانی وسوسہ اندازی کے دلائل

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶﴾ [سورة الناس] ''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں' لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں)' وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے' جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے' (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

(2) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ أَنَّهَا جَاءَت رسولَ اللّٰهِ ﷺ تَزُورهُ فِي اعتكافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الأواخِرِ من رَمضانَ ' فتحدَّثَتْ عِندَهُ ساعةً ثم قامت تنقلبُ فقام النَّبِيُّ ﷺ معها يقلبها حَتّى إذا بلغتْ بابَ الْمَسْجِدِ عند بابِ أُمِّ سلَمةَ مَرَّ رجلَانِ مِنَ الأنصارِ فَسَلَّما على رَسولِ اللّٰهِ ﷺ فقال لهما النبيُّ ﷺ : عَلَى رِسْلِكُمَا ' إنما هِيَ صفيةُ بنتُ حُيَيٍّ ' فقالاَ : سبحانَ اللّٰهِ يا رسولَ اللّٰهِ ! وَكَبُرَ عليهما ' فقال النبي ﷺ : إِنَّ الشَّيْطَان يَبْلغُ مِنَ الإنسانِ مَبلغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَن يقْذِفَ فِي قُلُوبِكُما شَيئًا ﴾ ''وہ رمضان کے آخری عشرے میں' جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا'' کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔'' انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ نے فرمایا'' شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں

---

(۱) [ایضا (۵۷۳/٦)] خطبہ مسنونہ کا حوالہ یہ ھے : صحیح مسلم (۲۰۰۸) کتاب الجمعة : باب تخفیف الصلاة والجمعة ، ابوداود (۲۱۱۸) ترمذی (۱۱۰۵) مسند احمد (۳۹۳/۱) المشکاۃ (۳۱٤۹)]

وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔''(۱)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ وَ لِلْمَلَكِ لَمَّةً ، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَ تَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَ أَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَالِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَ مَنْ وَجَدَ الْأُخْرٰى ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ، ثُمَّ قَرَأَ : الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ﴾ ''شیطان آدم کے بیٹے کے دل میں خیال ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تکذیب پیدا کرتا ہے اور فرشتہ یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا جسے یہ (فرشتے والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کی تعریف کرے اور جسے دوسری بات (یعنی شیطان والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''شیطان تم کو فقر کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی پر آمادہ کرتا ہے۔''(۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِيْ نَفْسِهِ يَعْرِضُ بِالشَّيْءِ ، لِأَنْ يَكُوْنَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ ، فَقَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ ﴾ ''ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم میں سے کوئی ایک (بعض اوقات) اپنے دل میں ایسا برا خیال پاتا ہے کہ اسے (کسی کے سامنے) بیان کرنے سے کوئلہ ہو جانا بہتر سمجھتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ کہا اللہ اکبر اور پھر فرمایا ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے مکر کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔''(۳)

معلوم ہوا کہ شیطان ابن آدم کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جو بھی ایسا محسوس کرے اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ

(۱) [بخاری (۲۰۳۵، ۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف : باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد، مسلم (۲۱۷۵) أبو داود (۲۴۷۰) ابن ماجة (۱۷۷۹) أحمد (۳۳۷/۶) عبد الرزاق (۸۰۶۵) دارمی (۲۷/۲) مشکل الآثار (۱۰۶) ابن خزیمة (۲۲۳۳) ابن حبان (۳۶۷۱) شرح السنة (۳۹۷/۷)]

(۲) [صحيح : هداية الرواة (۷۰) ترمذی (۲۹۸۸) کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة ، نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۵۱) احمد (۲۳۵/۱) ابن حبان (۴۵)]

(۳) [صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (۵۱۱۲) کتاب الأدب : باب فی رد الوسوسة ، نسائی فی السنن الکبری (۱۰۵۰۳)]

پکڑنی چاہیے۔

شیطان کے وسوسہ اندازی کے چند طریقے

❶ کبھی شیطان لوگوں کے ایمان وعقائد خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ يَـأْتِـي الشَّـيْـطَـانُ أَحَدَكُمْ فَـيَـقُـوْلُ : مَـنْ خَـلَـقَ كَذَا ؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا ؟ حَتّٰى يَقُوْلَ : مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَ لْيَنْتَهِ۔ وَ فِيْ رِوَايَةٍ : لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَ لُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ : هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ ، فَمَنْ خَـلَـقَ الـلّٰـهَ ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ : آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ﴾ ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اسے اس وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں چیز کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ حتی کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو وہ اعوذ باللہ پڑھے اور اس سوچ سے باز آ جائے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ ''لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتی کہ کہا جائے گا کہ یہ اللہ ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جو شخص اس خیال کو پائے وہ کہے کہ میرا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔''[2]

❷ کبھی نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إِذَا نُـوْدِيَ لِـلـصَّـلَاةِ أَدْبَـرَ الشَّـيْـطَـانُ لَهُ ضُرَاطٌ ... لَا يَـدْرِيْ كَمْ صَلّٰى ﴾ ''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا تیزی کے ساتھ اذان کی جگہ سے بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان (کے کلمات) نہ سن سکے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو شیطان (وسوسہ ڈالنے) آتا ہے اور جب نماز کی تکبیر کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر اختتام پذیر ہوتی ہے تو آ جاتا ہے یہاں تک کہ انسان اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (اسے) کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کرو، جو باتیں اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعات نماز ادا کی ہے۔''[3]

---

(۱) [بخاری (۳۲۷۶) کتاب بدء الخلق : باب صفة ابليس وجنوده ، مسلم (۱۳۲) كتاب الايمان : باب بيان الوسوسة فى الايمان وما يقوله من وجدها]

(۲) [مسلم (۱۳٤) كتاب الايمان : باب بيان الوسوسة فى الايمان وما يقوله من وجدها ، بخاری (۷۲۹٦) ابو داود (٤۷۲۱) نسائى فى السنن الكبرى (۱۰٤۹۸)]

(۳) [بخاری (٦۰۸) كتاب الاذان : باب فضل التاذين ، مسلم (۳۸۹) كتاب الصلاة : باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه]

❸ اور کبھی تمام نیکی اور فرمانبرداری کے کاموں سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت سبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ ...أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ﴾ ''شیطان آدم کے بیٹے کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تم اسلام کے لیے اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کے ہجرت کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہجرت کے لیے اپنا وطن اور اپنا علاقہ چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کر جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم جہاد پر جاؤ گے تو تمہاری جان اور مال کو خطرہ ہے اور اگر تم قتل کر دیئے گئے تو تمہاری بیوی کسی دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہارا مال (اوروں میں) تقسیم کر دیا جائے گا۔ وہ اس کی بات کو ٹھکرا کر جہاد کے راستے پر نکل جاتا ہے۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔''(۱)

⇐ واضح رہے کہ شیطان کے دیگر مختلف ہتھکنڈوں، حربوں، پھندوں اور حملے کے طریقوں کے متعلق تفصیلی بیان آئندہ عنوان ''شیطان کے دھوکہ دہی کے مختلف طریقے'' کے تحت آ رہا ہے۔

عملاً ارتکاب نہ کیا جائے تو شیطانی وساوس کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا ، مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں رونما ہوتے ہیں جب تک کہ وہ وسوسہ کے مطابق عمل نہیں کرتے یا اس کے ساتھ کلام نہیں کرتے۔''(۲)

❁ امام طیبی رحمہ اللہ کی تشریح:

وسوسہ کی دو قسمیں ہیں؛ ضروری اور اختیاری۔ ''ضروری'' سے مراد وہ خیالات ہیں جو از خود انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور انسان انہیں دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ایسے خیالات تمام امتوں سے معاف کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ۲۸۶] ''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' اور ''اختیاری وسوسہ'' سے مراد ایسے خیالات ہیں جو انسان

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱٦٥٢)]

(۲) [بخاری (۲٥۲۸) کتاب العتق : باب الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه ، ابو داود (۲۲۰۹) کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق ، ترمذی (۱۱۸۳) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فیمن یحدث نفسه بطلاق امرأته ، نسائی (٦/۱٥٦)]

کے دل میں آئیں تو انسان ان پر عمل کا ارادہ کر لے اور ان کے متعلق سوچ کر لذت محسوس کرے جیسا کہ کسی کے دل میں عورت کی محبت کا خیال آئے، پھر وہ اسی کے متعلق سوچتا رہے اور اس تک پہنچنے کا ارادہ کر لے۔ یہ اور اس جیسے دیگر گناہوں کے خیالات بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی (محمد ﷺ) اور اس امت کے شرف و کرامت کی وجہ سے معاف فرما دیے ہیں۔ (۱)

❁ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تشریح:

(امام طیبی رحمہ اللہ کے درج بالا کلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ) یہ نہایت اچھی گفتگو ہے اور اسی لیے تو نبی ﷺ نے اس بات کو ’’مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ اَوْ تَتَكَلَّمْ‘‘ (یعنی جب تک کوئی عمل نہ کرے اور کلام نہ کرے) کے ساتھ مقید کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جب تک اعمال اور اقوال کے وساوس کا ارتکاب نہ کیا جائے انہیں معاف کر دیا گیا ہے، البتہ ایسے وساوس جن کا تعلق عمل اور کلام سے نہیں جیسے اخلاق و عقائد سے متعلقہ وساوس تو وہ تب گناہ شمار ہوں گے جب انہیں دل میں مستقل جگہ دی جائے گی۔ (۲)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تشریح:

فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کی مختلف قسمیں بنائی ہیں۔ سب سے ہلکی قسم یہ ہے کہ انسان کے دل میں کوئی خیال آئے اور پھر اسی وقت چلا جائے۔ یہ **وسوسہ** ہے اور اسے معاف کر دیا گیا ہے اور یہ تردد سے ہلکا درجہ ہے۔ اس سے اوپر والی قسم یہ ہے کہ انسان دل میں پیدا ہونے والے خیال کے متعلق متردد ہو، یعنی کبھی اس کا قصد کر لے اور کبھی اسے چھوڑ دے، مستقل طور پر اس کا قصد نہ کرے۔ یہ **تردد** ہے اور اسے بھی معاف کر دیا گیا ہے۔ اس سے اوپر والی قسم یہ ہے کہ انسان اس خیال کی طرف مائل ہو اور اس سے نفرت نہ کرے لیکن اس کے ارتکاب کا پختہ ارادہ بھی نہ کرے۔ اسے **وھم** کہا جاتا ہے اور اسے بھی معاف کر دیا گیا ہے۔ اس سے اوپر والی قسم یہ ہے کہ انسان اس خیال کی طرف مائل بھی ہو اور اس سے نفرت بھی نہ کرے بلکہ اس کے ارتکاب کا پختہ ارادہ کر لے۔ اسے **عزم** کہا جاتا ہے اور یہ ارادے کا آخری درجہ ہے۔ اب اس (عزم) کی دو قسمیں ہیں؛ پہلی قسم یہ ہے کہ اس عزم و پختہ ارادے کا تعلق اعمالِ قلوب سے ہو جیسے وحدانیتِ الٰہی یا نبوتِ محمدی میں شک وغیرہ تو یہ کفر ہے اور اسے اس کی ضرور سزا دی جائے گی، البتہ اگر عزم و ارادہ اس سے کم درجہ کے گناہ کا ہو جو کفر تک نہ پہنچتا ہو جیسے اُن اشیاء کو پسند کرنا جو اللہ کو ناپسند ہیں یا اُن اشیاء سے نفرت کرنا جو اللہ کو پسند ہیں تو اس سے انسان گناہ گار ہو جائے گا اور ان جیسی دیگر اشیاء جیسے تکبر اور بغاوت و سرکشی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے اور

(۱) [کما فی مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۱/۱٤۱)]

(۲) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للقاری (۱/۳۷۱)]

اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عزم وارادہ جسمانی اعضاء سے تعلق رکھتا ہو جیسے زنا اور چوری وغیرہ تو اس قسم کے متعلق اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ ایک گروہ کی تو یہ رائے ہے کہ اس پر بھی بالکل کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا، البتہ دیگر علماء کی اکثریت کا کہنا ہے کہ اگر ان اعمال کے ارتکاب کا عزم مصمم کرلیا جائے تو پھر ان کا مؤاخذہ ہو گا۔ امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا محض کسی برائی کا ارادہ کرنے پر بندے کا مؤاخذہ ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا جب وہ اس کا پختہ ارادہ کرلے (تو پھر مؤاخذہ ہوگا)۔ اس موقف کے حاملین کی اکثریت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿ وَلَـٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾[البقرة : ٢٢٥] ''ہاں وہ (اللہ تعالیٰ) اس چیز پر تمہارا مؤاخذہ کرے گا جو تمہارے دلوں کا فعل ہو۔'' ان اہل علم نے درج بالا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ﴿ مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ ﴾ کو خیالات پر محمول کیا ہے (یعنی اس میں جن وساوس کی معافی کا ذکر ہے وہ ایسے برے خیالات ہیں جو دل میں آئیں اور چلے جائیں لیکن جب کوئی ان کے ارتکاب کا پختہ کرلے تو پھر اس کی پکڑ کی جائے گی)۔ (۱)

❁ علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کی رائے:

فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک راجح موقف یہی ہے کہ گناہ کے ارتکاب کا عزمِ مصمم کرنے والے کا مؤاخذہ کیا جائے گا۔ (۲)

وساوس کے اسباب

اہل علم کا کہنا ہے کہ وساوس پیدا کرنے والے چار اسباب ہیں:

❶ **جہالت** : اولین اور اہم ترین سبب دین کے بارے میں جہالت ہے۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے مطابق بھی ''سب سے بڑا دروازہ جس کے ذریعے ابلیس انسان پر داخل ہوتا ہے وہ جہالت ہے اور وہ اس جہالت کی وجہ سے لوگوں پر غلبہ پا لیتا ہے۔'' اس کے مقابلے میں جو عالم ہے اس پر تو وہ چوری چھپے ہی داخل ہوتا ہے۔ بہت سے عبادت گزار بندے اپنے کم علم کی وجہ سے بآسانی شیطان کا شکار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کے علماء ان کو عبادت کرنے کا حکم تو دیتے ہیں مگر علم حاصل کرنے کا نہیں کہتے۔

❷ **ایمانی کمزوری**: دوسرا سبب ایمان کی کمی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی کمزوری ہے، طاقتور مومن اپنے ایمان کی قوت کی وجہ سے وسوسے میں ڈالنے والے اسباب سے واقفیت حاصل کرکے ان سے اپنا بچاؤ کرلیتا ہے جبکہ بچنے کی قوت کی غذا وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسے سے حاصل کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہی زندگی کی راحت

(۱) [فتح الباری (۳۲۸/۱۱)]
(۲) [مرعاۃ المفاتیح (۱۴۲/۱)]

وخوشی پر تمام وسائل سے زیادہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾[الطلاق : ۳] ''جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اسے کافی ہو جائے گا۔'' آیت کا یہ حصہ ﴿ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ ''وہ اسے کافی ہو جائے گا'' یقیناً غور کرنے کے قابل ہے۔

❸ **شیطانی وساوس کو قبول کرنا:** تیسرا سبب شیطان کے وسوسوں اور خیالات کو قبول کرنا اور اس کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ اگر اس کی نافرمانی کی جائے اور اس کے وسوسوں کو بھلا دیا جائے تو بندہ محفوظ و مامون رہ کر کامیاب ہو سکتا ہے۔

❹ **عقل کی کمی:** عقل کی کمی چوتھا سبب ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ عقل مند مومن کبھی بھی شیطان کی تدبیروں، سازشوں اور خطرات کا شکار نہیں ہوتا۔ (۱)

وساوس کا علاج

وساوس کو دور کرنے اور اہل وسوسہ کے علاج کے لیے اہل علم نے جو چند مجربات یا طریقے ذکر فرمائے ہیں ان کا مختصر بیان حسب ذیل ہے:

- کتاب وسنت کا علم حاصل کریں کیونکہ اہل وسوسہ کی اکثر حالت یہی ہوتی ہے کہ وہ دینی علم سے جاہل ہوتے ہیں اور جہالت ہی شیطان کا بہترین ہتھیار ہے۔
- وسوسہ دور کرنے والی ایک بہترین چیز دعا بھی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں اور شیطان سے پناہ بھی طلب کرتے رہیں۔
- ذکر واذکار بھی انسان کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اکثر اوقات اللہ کے ذکر میں ہی مصروف رہیں بالخصوص صبح وشام اور سونے کے اذکار کی ضرور پابندی کریں۔
- سورہ بقرہ، آیت الکرسی اور معوذتین (الفلق، الناس) سورتیں بھی گھروں میں پڑھتے رہیں کیونکہ یہ سورتیں آسیب اور شیطانی اثرات کو گھروں سے دور بھگا دیتی ہیں۔
- اکثر اوقات فارغ یا اکیلے نہ رہیں بلکہ کسی اچھی مجلس یا مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہی وقت گزاریں کیونکہ جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے اور اسے کمزور بنانے کی کوشش کرتا ہے، بلاشبہ بھیڑیا اسی بھیڑ کو کھاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔
- نیک لوگوں سے دوستی لگائیں تاکہ وہ ضرورت کے وقت آپ کے کام بھی آسکیں اور پھر نیک لوگوں کے ساتھ میل جول سے جہاں ایک طرف شیطان ذلیل ورسوا ہوگا وہاں دوسری طرف آپ کو بھی دلی طور پر

---

(۱) [ماخوذ از '' آفة المومن الوساوس'' از محمد بن عبد اللہ الشائع (اردو) (ص : ۲۸۔۳۰)]

سکون حاصل ہوگا، آپ کا سینہ کشادہ ہوگا اور شیطانی وساوس دور بھاگ جائیں گے۔

- دوستوں یا گھر والوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے نہ تو بدشگونی کی باتیں کریں، نہ غم و پریشانی کو جگہ دیں اور نہ ہی ماضی کے تلخ تجربات و واقعات کا ذکر کریں بلکہ تمام مصائب و آلام کو بھلا کر صرف ہنسی خوشی کی باتیں کریں، خود بھی خوش رہیں اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کریں۔
- ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھیں، کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوسی کا مظاہرہ نہ کریں اور مستقبل کے خدشات کو سامنے رکھ کر کبھی پریشان نہ ہوں کہ اگر مجھے کچھ ہوگیا تو میرے کاروبار کا کیا ہوگا، میرے بچوں کا کیا ہوگا، میری بیوی کا کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھئے ایسے تمام پریشان کن خدشات جو آپ کے ذہن میں آتے ہیں اکثر اوقات شیطانی وساوس ہی ہوتے ہیں لہٰذا ان پر زیادہ توجہ نہ دیں، صرف اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر پر کامل ایمان رکھیں، اس سے آپ کو دلی طور پر اطمینان بھی ملے گا اور وساوس بھی جاتے رہیں گے۔
- گاہے بگاہے کسی ماہر نفسیاتی معالج سے بھی ملاقات کرتے رہیں جو علومِ اسلامیہ سے بھی واقف ہو۔ یقیناً وہ آپ کو ان وساوس سے بچنے کی اچھی تدابیر اور آپ کے مسائل کے حل کے لیے مفید تجاویز ضرور دے گا۔
- حلال و پاکیزہ اور اچھی چیزوں کے متعلق سوچیں، کیونکہ اچھی چیزوں کی محبت، ان کا ذکر اور ان کی سوچ انسان کے دل میں خوشی پیدا کرتی ہے، لہٰذا ہمیشہ اپنے ذہن کو اچھی سوچوں میں مصروف رکھیں۔
- جسمانی ورزش کا بھی اہتمام کریں اور یاد رکھیں کہ اس سے جہاں ایک طرف آپ کی صحت اچھی رہے گی وہاں اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے طاقتور مومن زیادہ پسند ہے۔

(شیخ صالح الفوزان) شیطان ابن آدم کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور بطورِ خاص مومنین کے حق میں اس کے وسوسے بہت سخت ہوتے ہیں لیکن اس کا علاج دو طریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

1. مومن وسوسے کی طرف بالکل توجہ نہ دے بلکہ مکمل طور پر اس کا انکار کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور یہ مومن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔
2. اللہ کے ذکر میں مشغول رہے کیونکہ مومن جب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے شیطان اس سے دور رہتا ہے۔(۱)

وسوسہ اور صریح ایمان

بعض صحابہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ہم میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسے خیالات اور وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ ہم کسی سے ان کا ذکر کرنا بہت برا خیال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا،

---

(۱) [المنتقى من فتاوى الفوزان (٦٣/٧)]

کیا واقعی ایسا ہی معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ذَالِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ ﴾ ''یہی تو صریح (یعنی خالص) ایمان کی نشانی ہے۔''(۱)

(امام نووی رحمہ اللہ) ''یہی خالص ایمان ہے'' کا معنی یہ ہے کہ ایسے خیالات و وساوس زبان پر لانے کو برا تصور کرنا خالص ایمان ہے۔ یقیناً ایسے وساوس کا اعتقاد رکھنے کے بجائے انہیں برا سمجھنا اور انہیں زبان پر لانے سے شدید خوف رکھنا ایسی چیز ہے جس سے ایمان مکمل اور پختہ ہوتا ہے اور شک وشبہ دور ہو جاتا ہے۔(۲)

(امام قرطبی رحمہ اللہ) یہاں ''یہی خالص ایمان ہے'' کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وسوسہ فی نفسہ ایمان بن جائے کیونکہ ایمان تو یقین کا نام ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وسوسہ کے نتیجے میں جو خوف دل میں پیدا ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف) وہ ایمان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا کہ سزا کا خوف خالص ایمان ہے۔ وسوسہ کو دور کرنا، اس سے اعراض کرنا، اس کو قبول نہ کرنا اور اس سے خوف کھانا، ان تمام کاموں کا وجود ایمان کی وجہ سے ہے۔ وسوسے سے پناہ مانگنا اس وجہ سے ہے کہ یہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے (معلوم ہوا کہ وسوسہ بذاتِ خود تعریف کے لائق نہیں بلکہ تعریف کے لائق وہ شخص ہے جسے وسوسہ پہنچا لیکن اس کے ایمان اور خوفِ الٰہی نے اسے زبان پر لانے تک سے روکے رکھا)۔(۳)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) مومن کی آزمائش شیطانی وسوسوں سے کی جاتی ہے۔ جو وسوسہ کفر والا ہو تو اس سے ایک مومن اپنے سینے میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم اپنے دلوں میں ایسے وسوسے پاتے ہیں کہ جن کو بیان کرنے سے متعلق ہم پسند کرتے ہیں کہ آسمان زمین پر گر پڑیں مگر ہم ان وسوسوں کو بیان نہ کریں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ''یہی تو ایمان کی پختگی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے (شیطانی) تدبیر کو وسوسہ بنا کر رد کر دیا۔'' اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان مومن کو وسوسوں میں ڈالتا رہتا ہے اور جب وسوسے زیادہ ہوتے ہیں تو ایمان مضبوط ہو جاتا ہے جبکہ شیطان چاہتا ہے کہ ایمان کو خراب کرے اور بندے کو اس رب کا نافرمان بنا دے کہ جس رب نے اس کے لیے خوش بختیاں تیار کی ہیں تاکہ قیامت والے دن وہ بندہ اس جہنم کا ساتھی بن جائے۔ اگر بندہ کمزور ایمان والا ہو تو اسے شیطان جھوٹ، غیر محرموں کو دیکھنا اور اس جیسے چھوٹے چھوٹے وسوسوں میں مبتلا کر دیتا ہے لیکن اگر ایمان قوی اور مضبوط ہو تو وسوسہ بھی مضبوط ڈالتا ہے، مثلاً

---

(۱) [مسلم (۱۳۲) کتاب الایمان: باب بیان الوسوسة في الايمان وما يقوله من وجدها، ابو داود (۵۱۱۱) ابن حبان (۱٤۵) ابن منده (۳٤۰) طيالسي (۲٤۰۱)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۲/۲۱۵)]

(۳) [الجامع لأحكام القرآن (۷/۳٤۸)]

اللہ کے وجود کا نہ ہونا، حساب کتاب کا نہ ہونا یا جنت جہنم کا نہ ہونا وغیرہ۔ (۱)

وساوس کا شکار زیادہ خواتین کیوں ہوتی ہیں؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کی فطری کمزوری اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ان کی رغبت۔ فطری کمزوری، بھلائی کی طرف رغبت اور عبادت کی پختگی وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے عورتیں وسوسوں کی زیادہ شکار ہوتی ہیں۔ بہت سے نوجوان بھی اس بیماری کا شکار ہیں اور ان میں بھی یہی وجوہات ہیں یعنی قوتِ ارادی کی کمی اور نیکی کی رغبت۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ یہودی کہتے ہیں کہ اپنی عبادات میں ہمیں وسوسوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، یہودی صحیح کہتے ہیں، کیونکہ شیطان کو خانہ خراب سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہود کے دل تو پہلے ہی تباہ و برباد ہو چکے اس لیے شیطان ان کو نہیں ورغلاتا۔ کیونکہ یہ لوگ تو پہلے ہی اس کے دوست بن چکے، وہ تو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اپنا پیروکار بنانا چاہتا ہے۔ یاد رکھئے کہ شیطان خوبصورت اور آباد گھروں میں نقب لگاتا ہے تاکہ انہیں برباد کر دے۔ اسی لیے وہ پکے اور سچے مسلمان کے دل میں شک کا بیج بوتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کے سیدھے اور سچے راستے سے بھٹکا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بندہ خوش بخت ہے جو ان امراض کا شکار ہوتا ہے، اس آدمی کو تو مبارکباد دینی چاہیے کیونکہ اس کا ایمان مضبوط ہے جسے شیطان وسوسوں کے ذریعے کمزور کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ جو علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے اس پر عمل کرتے رہنا چاہیے ورنہ شیطان بندے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ (۲)

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۸۲/۷)]

(۲) [ماخوذ از "آفة المومن الوساوس" (اردو)، (ص: ۱۴۳-۱۴۴)]

شیطان کے دھوکہ دہی کے مختلف طریقے

انسان جو کام بھی کچھ عرصہ کرتا رہتا ہے اسے اس میں مہارت اور تجربہ ہو جاتا ہے اور پھر اسی تجربہ کی وجہ سے وہ کام اس کے لیے آسان سے آسان تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ بعینہٖ اندازہ لگائیے کہ شیطان جو ازل (یعنی ہزاروں سالوں) سے انسان کو گمراہ کرنے کا کام کر رہا ہے اس کا اس کام میں کتنا تجربہ ہوگا اور وہ کیسی کیسی نئی تدبیریں آزماتا ہوگا؟ انسان کو گمراہ کرنے کی انہی شیطانی تدبیروں، ہتھکنڈوں، پھندوں اور نئی چالوں کے متعلق جو کچھ کتاب وسنت میں بیان ہوا ہے اس کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

انسان سے ہمدردی کا اظہار

شیطان انسان کو گمراہ کرنے آتا ہے تو اس کا دشمن بن کے نہیں بلکہ خیر خواہ اور ہمدرد بن کے تاکہ انسان جلد ہی اس کے دھوکے میں آجائے اور کوئی گمراہی کا کام کر بیٹھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی اس نے قسم کھا کر یہی کہا تھا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں ہے کہ

﴿وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّٰصِحِينَ﴾ [الاعراف : ۲۱] ''اس نے قسم کھا کر ان (آدم وحوا علیہما السلام) سے کہا کہ یقیناً میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔''

یقیناً آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق و مالک ہے، جنت کی نعمتوں کا بھی انہیں شب و روز تجربہ ہو رہا تھا اور انہیں یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ شیطان ان کا ازلی دشمن ہے اور وہ انہیں گمراہ کرنے کی قسمیں کھا چکا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں یہ بتا رکھا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور اگر اس کی مانو گے تو خسارہ اٹھاؤ گے۔ ان ساری باتوں کے باوجود جب شیطان نے انہیں ناصح، مشفق اور خیر خواہ کے بھیس میں آ کر ایک بہتر حالت (زندگی جاوداں اور سلطنتِ لازوال) کا لالچ دلایا تو وہ اس کی تحریص کے مقابلے میں نہ جم سکے اور پھسل گئے، حالانکہ اب بھی خدا پر ان کے عقیدے میں فرق نہ آیا تھا اور اس کے فرمان کے بارے میں ایسا کوئی خیال ان کے ذہن میں نہیں تھا کہ وہ سرے سے واجب الاذعان ہی نہیں ہے۔ بس ایک فوری جذبے نے 'جو شیطانی تحریص کے زیر اثر اُبھر آیا تھا، ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبطِ نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ اطاعت کے بلند مقام سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔ یہی انسان کی وہ کمزوری ہے جو ابتدائے آفرینش ہی میں اس سے ظاہر ہوئی اور بعد میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے جبکہ یہ کمزوری اس میں نہ پائی گئی ہو۔ (۱)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں ایک نہایت دلچسپ واقعہ نقل فرمایا

---

(۱) [ماخوذ از، تفہیم القرآن (۱۳۳/۳)]

ہے[1] جو اگرچہ اسرائیلیات[2] میں سے ہے لیکن شیطانی ہمدردی کی وضاحت کے لیے بہت عمدہ ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عبادت گزار تھا۔ اس کے زمانہ میں تین بھائی تھے جن کی ایک بہن تھی وہ اکلوتی تھی اس کے علاوہ کوئی بہن نہ تھی، تینوں کو ایک جنگ میں جانے کی نوبت آ گئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں اور کون اس کے حق میں قابل اطمینان ہوگا۔ وہب کہتے ہیں: چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو بنی اسرائیل کے عابد کے پاس چھوڑ کر جائیں وہ ان کی نظر میں قابل اعتماد شخص تھا۔ چنانچہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں جب تک وہ جنگ سے نہیں لوٹیں گے وہ اسی کی حفاظت میں رہے گی، عابد نے انکار کر دیا اور ان سے اور ان کی بہن سے اللہ کی پناہ مانگی، وہ لوگ اصرار کرتے رہے بالآخر وہ مان گیا اور کہا کہ اس لڑکی کو میرے کلیسا کے سامنے والے مکان میں لا کر چھوڑ دو۔ وہب کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو اس گھر میں لا کر چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ ایک زمانہ تک وہ لڑکی اس عابد کے پڑوس میں رہی، عابد کھانا لے کر کلیسا کے نیچے اترتا اور کلیسا کے دروازے پر کھانا رکھ کر اوپر چڑھ جاتا اور کلیسا کا دروازہ بند کر لیتا پھر اس لڑکی کو کھانا لے جانے کے لیے کہتا۔ وہ آتی اور اپنا کھانا اٹھا لیتی۔ وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے اس عابد کے ساتھ فریب شروع کیا۔ چنانچہ اس کو خیر کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ دن کے وقت لڑکی کا گھر سے نکلنا اچھی بات نہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ لے اور اس سے محبت کر بیٹھے، اگر تم ہی اس کا کھانا اس کے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا کرو تو بڑے ثواب کی بات ہوگی۔

وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے عابد سے اتنا اصرار کیا کہ وہ مجبور ہو گیا چنانچہ کھانا لے کر جاتا اور لڑکی کے گھر کے دروازے کے پاس رکھ کر چلا آتا اور اس سے بات نہ کرتا۔ وہب کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا۔ پھر اس کے پاس ابلیس آیا اور اس کو خیر اور ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم کھانا لے جا کر اس کے گھر کے اندر رکھ دو تو اور ثواب ملے گا۔ چنانچہ عابد جاتا اور کھانا اس کے گھر کے اندر رکھ دیتا، ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا۔

پھر ابلیس آیا اور اس کو خیر و ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم لڑکی سے کچھ بات چیت کر کے اس کا دل

---

(۱) [تلبیس ابلیس (ص: ٦٤۔٦٥)]

(۲) [اسرائیلیات سے مراد وہ روایات ہیں جو سابقہ انبیاء پر نازل شدہ کتب جیسے تورات و انجیل وغیرہ سے لی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق انہیں بیان تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی نہ تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تکذیب۔ [بخاری (٤٤٨٥) کتاب التفسیر]

بہلا دیا کرو تو کتنی اچھی بات ہوگی، بے چاری بری طرح وحشت محسوس کرتی ہے، ابلیس نے اس سے اتنا اصرار کیا کہ عابد مجبور ہوگیا۔ چنانچہ وہ ایک زمانہ تک اپنے کلیسا کے اوپر سے جھانکتا اور لڑکی سے کچھ بات کر لیتا۔

پھر ابلیس آیا اور کہا کہ اگر تم اتر کر اپنے کلیسا کے دروازے پر بیٹھتے اور اس سے بات چیت کرتے اور وہ بھی اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتی اور تم سے بات کرتی تو اس سے اس کا دل بہل جاتا، شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ عابد کو اپنے کلیسا سے اتر کر دروازے پر بیٹھنا پڑا۔ چنانچہ وہ اپنے دروازے پر بیٹھتا اور لڑکی اپنے دروازے پر اور دونوں بات چیت کرتے، ایک زمانہ تک دونوں اسی طرح بات چیت کرتے رہے۔

پھر ابلیس آیا اور اس کو اجر وثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم اپنے کلیسا کے دروازے سے نکل کر اس لڑکی کے گھر کے قریب بیٹھتے اور اس سے بات کرتے تو اس کا دل اور بہل جاتا، شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرنے لگا، ایک زمانہ تک دونوں ایسا ہی کرتے رہے، پھر ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم اس کے گھر میں جا کر اس کے ساتھ بات کرتے اور اس کو کسی کے سامنے بے پردہ ہو کر باہر آنے سے روک دیتے تو اور اچھا ہوتا ،شیطان نے اس بات پر خوب اصرار کیا یہاں تک کہ عابد اس کے گھر میں جا کر دن بھر اس کے ساتھ بات کرنے لگا جب دن ختم ہو جاتا تو اپنے کلیسا میں آجاتا۔

پھر ابلیس آیا اور عابد کی نظر میں اس لڑکی کو اتنی حسین شکل میں پیش کرنے لگا کہ وہ بہک گیا۔ چنانچہ اس نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور اس کا بوسہ لے لیا، ابلیس عابد کی نگاہوں میں لڑکی کو حسین سے حسین تر بنا کر پیش کرنے لگا یہاں تک کہ عابد نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچے کو جنم دیا، پھر ابلیس آیا اور کہنے لگا، بتاؤ وہ لڑکی تمہارے بچے کی ماں بن چکی ہے اگر اس کے بھائی آجائیں تو تم کیا کرو گے؟ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں ذلیل ورسوا کر دیں گے اس لیے جاؤ اور اس کے لڑکے کو ذبح کر کے دفن کر دو، وہ اس راز کو اس ڈر سے راز ہی رکھے گی کہ کہیں اس کے بھائیوں کو تمہارے ناجائز تعلقات کا علم نہ ہو جائے، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا۔

پھر شیطان نے عابد سے کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے بھائیوں سے تمہارے تعلقات اور اس کے لڑکے کو قتل کرنے کی بات چھپائے گی؟ جاؤ اس کو بھی قتل کر کے لڑکے کے ساتھ دفن کر دو، شیطان اس بات پر اصرار کرتا رہا حتی کہ عابد نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ اس کو بھی دفن کر دیا اور دونوں کے اوپر ایک بڑی سی پتھر کی سل رکھ کر زمین برابر کر دی اور اپنی عبادت گاہ میں آکر عبادت میں مصروف ہوگیا۔

جب تک اللہ کی مشیت تھی وہ عبادت میں مصروف رہا یہاں تک کہ لڑکی کے بھائی جنگ سے واپس ہوئے، وہ عابد کے پاس آئے اور اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا۔ عابد نے کہا کہ وہ تو مر چکی ہے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگا اور کہا کہ وہ بہت اچھی عورت تھی۔ دیکھو یہ اس کی قبر ہے، اس کے بھائی قبر کے پاس آئے اور اس کی

موت پر رونے لگے اور اظہارِ تعزیت کیا۔ کچھ وقت تک وہ اس کی قبر کے پاس کھڑے رہے۔ پھر اپنے اہل وعیال کی طرف واپس چلے گئے۔

جب رات ہوئی اور تینوں اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے تو شیطان خواب میں ان کے پاس ایک مسافر کی شکل میں آیا، سب سے پہلے بڑے بھائی کے پاس آیا اور اس سے اس کی بہن کے متعلق پوچھا، چنانچہ اس نے اس کو عابد کی بات بتائی کہ وہ مرچکی ہے اور عابد کو بھی اس کا بڑا رنج ہے اور عابد نے جس طرح قبر کی جگہ بتائی تھی، وہ بھی بیان کردیا۔ شیطان نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ عابد نے تم سے تمہاری بہن کے بارے میں سچ نہیں کہا۔ اس نے تمہاری بہن کو حاملہ کردیا تھا، اس کو اس سے بچہ ہوا چنانچہ اس نے تمہارے ڈر سے لڑکی اور بچہ دونوں قتل کر کے جس گھر میں وہ رہتی تھی اس کے دروازے کے پیچھے گڑھا کھود کر دفن کردیا۔ وہ گڑھا گھر میں داخل ہونے والے کے دائیں جانب ہے، جاؤ اور جس گھر میں وہ رہتی تھی اس دروازے کے پیچھے دیکھو جیسا میں نے کہا ویسا ہی ملے گا۔ پھر شیطان درمیانے بھائی کے خواب میں آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر سب سے چھوٹے بھائی کے پاس آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، جب تینوں بیدار ہوئے تو ان میں سے ہر ایک اپنے خواب کی وجہ سے حیرت وتعجب میں تھا، تینوں ایک دوسرے کے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے رات میں عجیب وغریب چیز دیکھی ہے، ہر ایک نے ایک دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ بڑے نے کہا، اس خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہمیں اپنے اپنے کام میں لگ جانا چاہیے اور اس کو ذہن سے نکال دینا چاہیے۔ لیکن چھوٹے نے کہا، بخدا میں جب تک اس جگہ کو جا کر نہ دیکھ لوں یہاں سے نہیں ہٹ سکتا۔

وہب کہتے ہیں کہ چنانچہ تینوں بھائی نکلے یہاں تک کہ اس گھر میں آئے جہاں ان کی بہن رہتی تھی۔ دروازہ کھولا اور خواب میں جو جگہ بتائی گئی تھی اس کو کھودا، چنانچہ گڑھے میں اپنی بہن اور اس کے لڑکے کو اسی طرح پایا جس طرح ان سے کہا گیا تھا۔ انہوں نے عابد سے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اس نے دونوں کے ساتھ جو کیا تھا اس کے بارے میں ابلیس کے قول کی تصدیق کی۔ چنانچہ انہوں نے عابد کے خلاف بادشاہ کے دربار میں استغاثہ دائر کردیا، عابد کو کلیسا سے نیچے لایا گیا اور پھانسی کے لیے پیش کیا گیا، جب اس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو ابلیس آیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا، تم نے اس عورت کو حاملہ کر کے اس کو اور اس کے لڑکے دونوں کو قتل کردیا، اگر آج تم میری اطاعت کرو اور اس اللہ کے ساتھ کفر کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا اور کافر ہوگیا، جب وہ کافر ہوگیا تو شیطان نے اس کو سولی دینے والوں کے سپرد کردیا، چنانچہ اس کو تختہ دار پر چڑھادیا گیا۔

بعض مفسرین (۱) نے یہ قصہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾ [الحشر: ۱۶] ''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔''

جھوٹے وعدے اور امیدیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء: ۱۲۰] ''وہ (شیطان) ان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے لیکن شیطان کے سارے وعدے سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یہ ایک امر واقع ہے جس کے بارے میں (اس آیت میں) بتایا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ شیطان اپنے دوستوں سے وعدہ کرتا ہے کہ صرف وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے، حالانکہ وہ صریحاً جھوٹ بولتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان جو کچھ وعدے انہیں دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حوالے سے ابلیس کے بارے میں بتایا ہے کہ ... (وہ روزِ قیامت اپنے پیروکاروں سے کہے گا) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ [ابراهيم: ۲۲] ''(جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا یقیناً سچا تھا اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا تو میں نے اس کی خلاف ورزی کی۔'' ... (یہی وجہ ہے کہ شیطان کے وعدوں کو سچا سمجھنے والے بالآخر روزِ قیامت جہنم کا ایندھن بنیں گے جیسا کہ درج بالا سورۂ نساء کی آیت کے بعد والی آیت میں ہے کہ) ''ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے نکل بھاگنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے'' یعنی جہنم سے نجات، خلاصی اور جان بخشی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ (۲)

علامہ ابوبکر الجزائری فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے وعدے، باطل امیدیں اور دھوکے کی زینت شیطان کا اسلحہ ہے۔ (۳)

جب کفار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے لگتے ہیں تو شیطان ان سے بھی امداد کا وعدہ کرتا ہے لیکن جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ

---

(۱) [تفسیر طبری (۲۹۶/۲۳) تفسیر قرطبی (۳۹/۱۸-۴۰)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱۸۷/۲) مطبوعہ دار السلام]

(۳) [ایسر التفاسیر (۲۹۹/۱)]

لَكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال : ٤٧۔٤٨] ''اور اس وقت کو یاد کرو جب شیطان ان کے کرتوت انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔''

اسی طرح شیطان اہل ثروت اور سرمایہ داروں سے بھی جھوٹے وعدے کرتا ہے اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے کہ انہیں روزِ قیامت بھی بہت سارا مال ملے گا۔ یوں شیطان کے دھوکے میں آ کر انسان کہہ اٹھتا ہے کہ

﴿وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا﴾ [الکہف : ٣٦] ''اگر (بالفرض) مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار ٹھکانہ پاؤں گا۔''

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی بجائے بخیلی شروع کر دیتا ہے اور اللہ کے شکر کے بجائے تکبر کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور بالآخر اللہ کا عذاب اس کا سارا مال دنیا میں ہی ہلاک کر دیتا ہے۔

دراصل شیطان کا سارا کاروبار ہی وعدوں اور امیدوں کے بل پر چلتا ہے۔ وہ انسان کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر جب کسی غلط راستے کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو اس کے آگے ایک سبز باغ پیش کر دیتا ہے۔ کسی کو انفرادی لطف و لذت اور کامیابیوں کی امید، کسی کو قومی سربلندیوں کی توقع، کسی کو نوع انسانی کی فلاح و بہبود کا یقین، کسی کو صداقت تک پہنچ جانے کا اطمینان، کسی کو یہ بھروسہ کہ نہ خدا ہے نہ آخرت، بس مر کر مٹی ہو جانا ہے، کسی کو یہ تسلی کہ آخرت ہے بھی تو وہاں کی گرفت سے فلاں کے طفیل اور فلاں کے صدقے میں بچ نکلو گے۔ غرض جو جس وعدے اور جس توقع سے فریب کھا سکتا ہے اس کے سامنے وہی پیش کرتا ہے اور پھانس لیتا ہے۔ (۱)

باطل کو مزین کر کے پیش کرنا

ہر انسان چونکہ فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے اس لیے طبعی طور پر اس میں برائی کو برا تصور کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے لیکن شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کی اپنی ناقابل تردید مہارت سے اس تصور کو مٹا کر برائی کو ایسے خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے کہ انسان اپنے طبعی میلان کو چھوڑ کر برائی کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور یہی شیطان چاہتا ہے۔ اسی لیے اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم اٹھا کر کہا تھا کہ

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿39﴾ اِلَّا عِبَادَكَ

(۱) [تفہیم القرآن (۱/۳۹۹۔۴۰۰)]

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿40﴾ ﴾[الحجر : ۳۹ ۔ ۴۰] ''اس (شیطان) نے کہا اے میرے رب! جیسے تو نے مجھے بہکایا ہے اب میں بھی زمین میں ان کے لیے (گناہوں کو) مزین کروں گا اور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔''

شیطان کی طرف سے برے اعمال کو مزین کرنے کے متعلق ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾[فصلت : ۲۵] ''اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشین (یعنی شیاطین) مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ہے کہ

﴿ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ ﴾[النحل : ۶۳] ''اللہ کی قسم! (اے نبی!) تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے ان (لوگوں) کے برے کرتوت انہیں خوش نما بنا کر دکھائے۔''

شیطان جب برائی کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے اور اسی پر مصر رہتا ہے تو بالآخر انسان برائی کو اچھائی اور گمراہی کو ہدایت سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴾[الزخرف : ۳۷] ''اور وہ لوگ انہیں راہِ راست سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ ہدایت پر ہیں۔''

حضرت آدم علیہ السلام کو بہکانے کے لیے بھی شیطان نے اسی ہتھکنڈے کا استعمال کیا تھا۔ جس درخت کا پھل اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا تھا شیطان نے اسی پھل کو بہتر بنا کر پیش کیا اور وہ پھل کھانے کے نتیجے میں ہمیشہ جنت میں رہنے یا فرشتہ بن جانے کا لالچ دیا تو آدم علیہ السلام نے اس کی بات مان لی۔

اس حوالے سے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ شیطان کی ایک فریب کاری یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو مکر و فریب میں مبتلا کرنے کے لیے ہمیشہ اس کی عقل پر اپنا جادو جگاتا ہے، اس کی جادوگری سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے رکھے۔ انسان کے لیے جو چیز مضرت رساں ہو شیطان اسے اتنی خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مفید معلوم ہونے لگتی ہے اور جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہو اسے اتنی بدنما دکھاتا ہے کہ وہ نقصان دہ معلوم ہوتی ہے۔ اللہ! اللہ! شیطان نے اس فسوں کاری سے کتنے انسانوں کو بہکایا۔ دل و ایمان کے درمیان اس سے کتنی دیواریں کھڑی کیں، باطل کو رنگ و روغن کر کے کتنی حسین شکل میں نمایاں کیا اور حق کو مسخ کر

کے اس کی کتنی بھدی صورت دکھائی۔ سکے پرکھنے والوں کی نگاہوں میں کتنے کھوٹے سکے کھرے بتائے۔ اہل بصیرت تک کو کتنے مکروفریب دیئے۔ وہی تو ہے جس نے لوگوں کے دل ودماغ پر جادو کر کے انہیں مختلف مذاہب اور بے شمار راہوں پر ڈال دیا، انہیں گمراہی کا ہر راستہ دکھایا، تباہی کے ہر کھڈ میں گرایا، بتوں کی پرستش، رشتہ داروں سے ترک تعلق، ماں بہنوں سے شادی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کو اچھا بتایا، کفروفسق اور عصیان ونافرمانی کے باوجود اس نے لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا اور ان کے لیے تعظیم کی عظیم شکل میں شرک کا چور دروازہ کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات علو وتکلم کو تنزیہ کا نام دیا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کے چھوڑنے کو لوگوں کے ساتھ یاری وخوش اخلاقی بتایا اور اللہ کے اس قول ﴿ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ﴾[المائدة : ١٠٥] ''تم اپنی فکر کرو'' پر عمل درآمد اور رسول کی سنت سے اعراض کو تقلید کے سانچے میں پیش کیا۔ (۱)

تدریجی طریقہ اختیار کرنا

شیطان کا ایک حربہ یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو برائی کی طرف یکدم نہیں لے جاتا بلکہ ایک ایک قدم کر کے انہیں برائی کی طرف بڑھاتا ہے تاکہ انہیں احساس بھی نہ ہو اور وہ گناہ پر تیار بھی ہو جائیں۔ اس طرح وہ پہلے چھوٹی برائی پر آمادہ کرتا ہے، پھر اس سے بڑی پر اور پھر اس سے بڑی پر حتی کہ سب سے بڑے گناہ کفر وشرک میں مبتلا کر کے انسان کو ابدی ہلاکت سے دوچار کر دیتا ہے۔ شیطان کے اس حربے کو مزید سمجھنے کے لیے پیچھے ''انسان سے ہمدردی کا اظہار'' عنوان کے تحت ذکر کردہ عابد کا واقعہ بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

برائی کا اچھا نام رکھ دینا

شیطان انسان کو اس طرح بھی دھوکہ دیتا ہے کہ برائی کو کوئی اچھا نام دے دیتا ہے جس سے انسان مغالطے میں پڑ جاتا ہے اور اس برائی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جیسا کہ اس نے شجرۂ ممنوعہ (جس درخت کا پھل کھانا منع ہے) کو شجرۂ خلد (ہمیشہ باقی رکھنے والا درخت) کا نام دے کر حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا اور انہوں نے اس حرام درخت کا پھل کھا لیا نتیجۃً انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴾[طه : ١٢٠] ''اس (شیطان) نے کہا اے آدم! کیا میں تمہیں اس درخت کے متعلق بتاؤں جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔''

بعینہٖ آج بھی شیطان بہت سی برائیوں کو اچھے نام دے کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے جیسے شراب کا نام وہسکی،

(۱) [اغاثة اللهفان (١/١٣٠)]

جوئے کا نام قسمت آزمائی یا پرائز بانڈز، زنا اور لواطت خانے کا نام طالبات کی تعلیم و تربیت کا مثالی ادارہ، سود کا نام منافع، کنجری کا نام گلوکارہ اور رنڈی کا نام اداکارہ پکارا جا رہا ہے۔ بے پردگی، کھلے گریبان، چست قمیص اور تنگ شلواروں کو فیشن، اختلاط مرد و زن کو محفل دوستاں، سکولز و کالجز میں مینا بازار کے نام پر اسراف و تبذیر اور جاہلیت کے بناؤ سنگھار کا اظہار۔ یہ تمام شیطانی پھندے ہیں جن میں بہت سے دینی گھرانے بھی غیر محسوس طریقے سے ملوث ہو چکے ہیں۔

اس حوالے سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان ہی سے اس کے گرگوں کو یہ ہنر وراثت میں ملا ہے کہ وہ حرام چیزوں کا ایسا نام رکھتے ہیں جس نام کی چیز کو انسان کا دل پسند کرتا ہے جیسے شراب کو 'اصل مزہ' جوئے کو ''آرام کی روٹی''، سود کو 'لین دین' اور ظالمانہ ٹیکس کو 'شاہی حقوق' کا نام دے دیا گیا ہے۔(۱)

غفلت و نسیان

شیطان عموماً یہ حربہ بھی استعمال کرتا ہے کہ جس کام میں انسان کی بھلائی، بہتری اور ترقی مضمر ہوتی ہے وہ اسے اس سے غافل کر دیتا ہے حتیٰ کہ انسان کو وہ کام یاد ہی نہیں رہتا۔ اس کے کچھ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے ہی اللہ کا حکم بھلا دیا تھا، جس وجہ سے انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا:

﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ﴾[طه : ۱۱۵] ''اس سے پہلے ہم نے آدم (علیہ السلام) کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔''

(2) موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعہ میں بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے خادم 'یوشع' نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا:

﴿ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى ٱلصَّخْرَةِ فَإِنِّى نَسِيتُ ٱلْحُوتَ وَمَآ أَنسَىٰنِيهُ إِلَّا ٱلشَّيْطَٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُۥ ﴾ [الكهف : ٦٣] ''آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے) کرنا بھول گیا۔''

(3) حضرت یوسف علیہ السلام جب قید میں تھے تو وہاں انہیں دو قیدی ملے جنہیں خواب آیا اور آپ نے ان کے لیے تعبیر بھی فرمائی، ان دونوں میں سے جو باقی رہنے والا تھا اور بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کرنے والا تھا آپ نے اس سے کہا کہ جب بادشاہ کے پاس جاؤ تو اس سے میرا ذکر کرنا۔ لیکن شیطان نے اسے یہ بات ہی بھلا دی جس کے نتیجے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو کئی سال بغیر کسی جرم کے جیل میں رہنا پڑا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ وَقَالَ لِلَّذِى ظَنَّ أَنَّهُۥ نَاجٍ مِّنْهُمَا ٱذْكُرْنِى عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَىٰهُ ٱلشَّيْطَٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِۦ

---

(۱) [كما في عالم الجن والشياطين (اردو)، (ص: ۱۱۱)]

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ﴾ [یوسف : ٤٢] ''پھر ان میں سے جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے یوسف نے کہا کہ اپنے رب (بادشاہ) سے میرا ذکر کرنا مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے رب (بادشاہ) سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور یوسف (علیہ السلام) کو کئی سال قید خانے میں رہنا پڑا۔''

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ یا آپ کا کوئی بھی ساتھی ایسی مجالس میں ہرگز نہ بیٹھے جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام پر نکتہ چینی یا ان کی عیب جوئی کی جارہی ہو یعنی ایسی مجالس جہاں احکامِ الٰہی کا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا ان کا استخفاف کیا جارہا ہو یا اہل بدعت واہل زیغ اپنی فاسد تاویلات اور باطل توجیہات کے ذریعے آیات الٰہی کو توڑ مروڑ رہے ہوں (ایسی مجالس میں کلمہ حق کے پرچار اور غلط باتوں پر تنقید کی غرض سے تو شرکت کی جا سکتی ہے بصورتِ دیگر نہیں)۔ لیکن شیطان آپ کے بعض ساتھیوں کو یہ حکم بھلا دیتا اور وہ ایسی مجالس میں شرکت کر بیٹھتے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام : ٦٨] ''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

(5) شیطان انسان کو اللہ کا ذکر بھی بھلانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ جب تک انسان اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے شیطان اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کے گروہ میں شامل ہونے والے لوگ وہی ہوتے ہیں جنہیں اس نے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [المجادلۃ : ١٩] ''ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے، یہی شیطانی گروہ ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ شیطانی گروہ ہی خسارے والا ہے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جب بھی وہ بھول جائیں اللہ کا ذکر کیا کریں:

﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ﴾ [الکھف : ٢٤] ''بھول جاؤ تو اللہ کا ذکر شروع کر دو۔''

افراط وتفریط

اس حوالے سے امام ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر فرماتا ہے تو اس کے بارے میں شیطان کی دو خواہشیں ہوتی ہیں یا تو اس میں کمی وکوتاہی کی جائے یا زیادتی وغلو، اس کی بلا سے بندہ دونوں میں سے

کوئی بھی غلطی کرے۔شیطان انسان کے دل کے پاس آتا اور اسے سونگھتا ہے اگر اس میں پست ہمتی، تن آسانی اور سہل پسندی کی صفت ہوتی ہے تو وہ اس دروازہ سے انسان پر حملہ کرتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ شکنی کر کے فرائض کی انجام دہی سے روک دیتا ہے۔اس پر تن آسانی اور آرام طلبی مسلط کر دیتا ہے اور اس کے لیے تاویل وتوجیہہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب انسان تمام احکام سے کلی طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کے دل میں حقیقت پسندی، احتیاط اور جوش وولولہ ہوتا ہے اور شیطان کو اس پر اس دروازہ سے حملہ کرنے کی توقع نہیں رہتی تو وہ اسے ضرورت سے زیادہ اجتہاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اس سے کہتا ہے کہ تمہارے لیے اتنا کافی نہیں تم تو اس سے زیادہ کر سکتے ہو، تمہیں دوسروں سے زیادہ عمل کرنا چاہیے اگر وہ سوتے ہیں تو تمہیں سونا نہیں چاہیے، وہ افطار کرتے ہیں تو تمہیں افطار نہیں کرنا چاہیے، ان کو سستی لاحق ہوتی ہے تو تمہیں سستی نہیں لاحق ہونی چاہیے، اگر کوئی اپنا ہاتھ اور چہرہ تین تین مرتبہ دھوئے تو تمہیں سات سات مرتبہ دھونا چاہیے۔وہ نماز کے لیے وضو کرے تو تمہیں غسل کرنا چاہیے اور اسی طرح کے دوسرے کاموں میں افراط وناجائز زیادتی کی ترغیب دیتا ہے۔غرضیکہ اسے غلو، انتہا پسندی اور صراط مستقیم کے حدود سے آگے بڑھا دیتا ہے جیسا کہ پہلے شخص کو صراط مستقیم تک پہنچنے نہیں دیتا اس سے پہلے ہی روک دیتا ہے۔دونوں جگہ اس کا مقصد انسان کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہے، پہلی صورت میں انسان صراط مستقیم تک نہیں پہنچ پاتا اور دوسری صورت میں آگے نکل جاتا ہے۔اکثر لوگ اس فتنہ کا شکار ہوئے اس سے نجات کی صورت صرف اور صرف گہرے علم، مضبوط ایمان، شیطان کی مخالفت کی طاقت اور اعتدال کی راہ اپنانے میں ہے۔(واللہ المستعان) (۱)

شکوک وشبہات پیدا کرنا

شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے ایمان وعقیدہ کو خراب کرنے اور انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿52﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿53﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا۟ بِهِۦ فَتُخْبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿54﴾﴾ [الحج: ۵۲۔۵۴] ''ہم نے آپ سے پہلے جو بھی نبی یا

(۱) [الوابل الصيب (ص: ۱۹) بحواله عالم الجن والشياطين (اردو)، (ص: ۱۱۲)]

رسول بھیجا تو جب بھی وہ کوئی آرزو کرتا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ کی آمیزش کر دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطانی وسوسہ کی آمیزش کو تو دور کر دیتا اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسہ کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یا جن کے دل (ایمان لانے کے بارے میں) سخت ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ یہ ظالم (حق کی) مخالفت میں دور تک چلے گئے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اور وہ ایمان لائیں اور ان کے دل اس حق کے آگے جھک جائیں اور اللہ تعالیٰ یقیناً ایمان لانے والوں کو سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ ﴾ ''اس کی آرزو میں'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ یعنی جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا اور اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا تھا۔[1]

مجاہد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہاں آرزو کرنے سے مراد بات کہنا ہے۔[2] امام بغوی رحمہ اللہ اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿ تَمَنّٰى ﴾ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ جب وہ اللہ کی کتاب کو پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے تو شیطان ان کی تلاوت میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔[3] ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ اِذَا تَمَنّٰى ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ جب بھی تلاوت کرتے۔[4] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تفسیر کے اعتبار سے یہ قول زیادہ مناسب ہے۔[5]

اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر یہاں ﴿ تَمَنّٰى ﴾ کا معنی تلاوت کرنا سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی یا رسول کوئی آیت تلاوت کرتا ہے تو اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے سلسلہ میں شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ [المائدۃ : ۳] تو بعض لوگوں نے یہ اعتراض جڑ دیا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ کا مارا ہوا جانور تو حرام ہوا اور انسان کا مارا ہوا (یعنی ذبح کیا ہوا) حلال؟ یہ خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ [الانبیاء : ۹۸] (یعنی تم بھی اور اللہ کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنیں گے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو کافروں نے فوراً یہ

(۱) [بخاری (قبل الحدیث : ۴۷۴۱) کتاب التفسیر : باب سورۃ الحج]
(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹/۱۷)]
(۳) [تفسیر بغوی (۳۴۷/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹/۱۷)]
(۴) [تفسیر ابن کثیر (۲۱۵/۴)]
(۵) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹/۱۷)]

اعتراض جڑ دیا کہ پرستش تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کی بھی کی جاتی رہی ہے تو کیا یہ ہستیاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی؟ یہ بھی خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ دوسری صریح اور محکم آیات نازل فرما کر شکوک وشبہات اور شیطانی وساوس کو دور فرما کر اپنے حکم کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ (۱)

(2) شیطان لوگوں کے عقائد خراب کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اسے اس وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں چیز کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ حتی کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو وہ اعوذ باللہ پڑھے اور اس سوچ سے باز آجائے۔'' (۲)

(3) اور بعض اوقات تو شیطان ایسے ایسے برے خیالات انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے جنہیں انسان زبان پر بھی نہیں لا سکتا۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم میں سے کوئی ایک (بعض اوقات) اپنے دل میں ایسا برا خیال پاتا ہے کہ اسے (کسی کے سامنے) بیان کرنے سے کوئلہ ہو جانا بہتر سمجھتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ کہا اللہ اکبر اور پھر فرمایا ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے مکر کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔'' (۳)

ایک بلند پایہ عالم دین انسان کے دل میں پیدا ہونے والے کچھ شیطانی خیالات وشکوک کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر صبح کو شیطان چار جگہوں پر میری گھات میں بیٹھ جاتا ہے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں۔ آگے سے آ کر کہتا ہے، فکر مت کرو اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ﴾ [طٰہٰ: ۸۲] ''میں اس شخص کو بخشتا ہوں جو توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر سیدھا چلتا رہے۔''

اور پیچھے سے آ کر اہل وعیال کی بربادی سے ڈراتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ [ھود: ٦] ''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔''

دائیں جانب سے عورتوں کو پیش کرتا ہے تو میں یہ آیت تلاوت کرتا ہوں:

---

(۱) [تیسیر القرآن (۱۷۱/۳)]

(۲) [بخاري (۳۲۷٦) کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس وجنوده، مسلم (۱۳۲) کتاب الایمان]

(۳) [صحیح: صحیح ابوداود، ابوداود (۵۱۱۲) کتاب الأدب: باب في رد الوسوسة، نسائي في السنن الکبری (۱۰۵۰۳)]

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾[الاعراف : ۱۲۸] ''آخرت کی کامیابی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''
اور بائیں جانب سے نفسانی خواہشات کو پیش کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:
﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾[سبا : ٥٤] ''اس وقت (بروز قیامت) جس چیز کی یہ تمنا کر رہے ہوں گے اس سے محروم کردیئے جائیں گے۔''(۱)

آج کا کام کل پر ڈالنے کا عادی بنانا

شیطان کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ انسان میں سستی و کاہلی پیدا کرتا ہے، اسے آج کا کام کل پر ڈالنے کا عادی بناتا ہے، ہر نیکی کا کام تاخیر سے کرنے کی ترغیب دلاتا ہے اور یہی امید دلاتا رہتا ہے کہ ابھی بہت وقت باقی ہے حتی کہ انسان کی موت کا وقت آجاتا ہے لیکن اس کے ذمے بہت سے کام ابھی باقی ہوتے ہیں۔ انسان کو سست بنانے کے لیے شیطان بہت سے طریقے اختیار کرتا ہے، چند ایک کا ذکر احادیث میں بھی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ''شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ بات کہتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے، پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔''(۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو تین مرتبہ ناک (میں پانی ڈال کر اسے اچھی طرح) جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے نتھنے کی ہڈی پر رات گزارتا ہے۔''(۳)

اس حوالے سے امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کتنے یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کا خیال آیا لیکن شیطان ان کو روکتا اور کہتا رہا کہ جلدی مت کرو ابھی اور غور و فکر کرلو، اسی طرح ٹالتا رہا یہاں تک کہ ان کی موت کفر پر ہوئی۔ اسی طرح شیطان گناہگار کو توبہ سے روکتا ہے۔ اس سے شہوانی اغراض کی تکمیل جلدی سے کرواتا ہے اور یہ امید دلاتا ہے کہ ابھی توبہ کرلیں گے جیسا کہ کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ

لا تعجل الذنب لما تشتهي وتأمل التوبة من قابل

یعنی اس امید پر جلدی جلدی گناہ نہ کرو کہ توبہ قبول کرنے والے کے دربار میں توبہ کرلی جائے گی۔

کتنے جدوجہد کا ارادہ رکھنے والے لوگوں کو شیطان نے کل پر ٹالا، کتنے مقام فضیلت پر پہنچنے والوں کی اس

(۱) [ماخوذ از، عالم الجن والشیاطین (اردو)، (ص : ۱۲۷)]

(۲) [بخاری (۱۱٤۲) کتاب التهجد : باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل، مسلم (۱۸۱٦)]

(۳) [مسلم (۲۳۸) کتاب الطهارة : باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار' نسائی (٦٧/١)]

نے حوصلہ شکنی کی، کبھی کسی فقیہ نے اپنے درس کا اعادہ کرنا چاہا تو شیطان نے کہا تھوڑی دیر آرام کرلو، یا کوئی عبادت گزار رات میں نماز کے لیے بیدار ہوا تو اس نے کہا ابھی تو بہت وقت ہے، شیطان اسی طرح انسان کو کاہل، ٹال مٹول کرنے اور امیدوں پر جینے کا عادی بنا دیتا ہے۔

لہٰذا عقل مند کو چاہیے کہ دور اندیشی سے کام لے، دور اندیشی یہ ہے کہ وقت پر کام کرے، ٹال مٹول چھوڑ دے، امیدوں پر جینے سے باز آئے کیونکہ یہی ہر کوتاہی اور برائی کے رجحان کی جڑ ہے۔ انسان ہمیشہ سوچتا ہے کہ وہ اب برائی چھوڑ دے گا اور اچھائی کی طرف واپس ہو جائے گا لیکن یہ صرف دل کا بہلاوا ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ دن بھر چلتا رہے گا تو وہ سست رفتاری سے چلے گا اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ صبح تک زندہ رہے گا تو وہ رات میں بہت آہستہ کام کرے گا، لیکن جس شخص کے تصور میں موت سر پر کھڑی ہو وہ بہت سرگرمی اور لگن سے کام کرے گا۔

بعض سلف کہا کرتے تھے میں تمہیں لفظ "سوف" (یعنی عنقریب کرلوں گا) سے آگاہ کر دیتا ہوں کہ یہ ابلیس کی سب سے بڑی فوج ہے۔ دور اندیش اور کاہل دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جماعت سفر میں ہو اور کسی بستی میں قیام کرے۔ اب دور اندیش گیا اور اس نے اپنے سفر کی تمام ضروریات پوری کرلیں اور روانگی کے لیے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کاہل نے یہ سوچا کہ بعد میں تیار ہو جاؤں گا ممکن ہے یہاں ایک مہینہ تک قیام رہے، اسی وقت روانگی کا بگل بجا، اب کیا تھا، دور اندیش تو خوش تھا لیکن کاہل حیرت و پریشانی کے سمندر میں ڈوب گیا۔ دنیا کے اندر بھی لوگوں کی یہی مثال ہے۔ دنیا میں کچھ لوگ چست اور بیدار ہوتے ہیں جب موت کا فرشتہ آتا ہے تو انہیں شرمندگی نہیں ہوتی اور کچھ لوگ کاہل اور ٹال مٹول کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو موت کے وقت ندامت کے کڑوے گھونٹ پینا پڑتے ہیں۔ (۱)

انسان کی کمزوری ڈھونڈنا اور اس پر حملہ کرنا

انسان کے اندر بہت سی کمزوریاں ہیں، شیطان ان پر گہری نگاہ رکھتا ہے اور پھر انہی کے ذریعے انسان پر حملہ کرتا ہے۔ انسان کی چند کمزوریاں یا بیماریاں یہ ہیں: کمزوری، نا امیدی، مایوسی، اتراہٹ، خوشی، غرور، فخر، ظلم، زیادتی، ناحق انکار، ناشکری، جلد بازی، اوچھا پن، حماقت، بخل، لالچ، حرص، لڑائی جھگڑا، شک وشبہ، جہالت، غفلت، دھوکہ بازی، جھوٹا دعویٰ، گھبراہٹ، بے صبری، کنجوسی، تمرد، سرکشی، حد شکنی، زر پرستی اور دنیاداری... اسلام نفس کی اصلاح اور اس کی بیماریوں سے نجات دلوانا چاہتا ہے یہ کام زبردست جدوجہد کا طالب ہے۔ اس میں راستے کی دشواریوں کو انگیز کرنے کی ضرورت ہے۔ خواہشات کی اتباع اور نفس امارہ کی پیروی بہت آسان کام

(۱) [تلبیس ابلیس (ص: ۲۵۸)]

ہے۔ پہلے (یعنی نفس کی اصلاح) کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک چٹان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا رہا ہو اور دوسرے (یعنی خواہشات کی اتباع) کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چٹان کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف دھکیلے یہی وجہ ہے کہ شیطان کی بات ماننے والوں کی ہمیشہ اکثریت رہی اور مبلغین حق کو دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہت دشواریاں اٹھانی پڑیں۔

آئندہ سطور میں کچھ اقوال ذکر کیے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کس طرح انسان کے کمزور پہلوؤں کا استحصال کرتا ہے۔

معتمر بن سلیمان اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ وسوسہ ڈالنے والا شیطان خوشی اور غم کے وقت انسان کے دل میں تیزی کے ساتھ اُبھرتا ہے، اگر انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (۱)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک راہب کو شیطان نظر آیا تو اس نے اس سے پوچھا انسان کی کس عادت سے تمہیں سب سے زیادہ مدد ملتی ہے؟ شیطان نے کہا، جوش سے، انسان جب جوش میں ہو تو ہم اسے اسی طرح گھماتے ہیں جس طرح کھلاڑی گیند کو۔ (۲)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے شیطان سے پوچھا کہ وہ کن خصلتوں کی وجہ سے انسان کو تباہ کرتا ہے۔ شیطان نے کہا حسد اور لالچ کی وجہ سے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کو ہی دیکھ لیجیے، شیطان نے ان کے ساتھ کیا کیا اور تمام بھائیوں کے دلوں میں اپنے بھائی کے خلاف حسد کی آگ کیسے بھڑکائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿وَقَدْ أَحْسَنَ بِيٓ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ ٱلسِّجْنِ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ ٱلْبَدْوِ مِنۢ بَعْدِ أَن نَّزَغَ ٱلشَّيْطَٰنُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِيٓ﴾ [يوسف : ١٠٠] ''اس (اللہ) کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا۔ حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔''

نفس پر قبضہ کر لینا

اس حوالے سے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے (۳) نقل فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی ملاقات نفس سے ہوتی ہے، شیطان نفس سے معلوم کرتا کہ اسے کون سی چیز محبوب ہے۔ جب اس کو نفس کی کمزوری معلوم ہو جاتی ہے تو وہ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس کمزوری سے مدد لیتا ہے اور انسان پر اس دروازہ سے قابض ہو جاتا ہے۔ شیطان اپنے انسان دوستوں اور ساتھیوں کو بھی یہ سبق سکھا دیتا ہے کہ

(۱) [تفسیر ابن کثیر (٤٢٣/٧)] (۲) [تلبیس ابلیس (ص : ٤٢)]
(۳) [اغاثة اللهفان (١٣٢/١)]

اگر انہیں اپنے ساتھیوں سے کوئی فاسد مقصد و مفاد حاصل کرنا ہو تو ان پر اسی دروازہ سے قبضہ کیا جائے جو ان کے نزدیک محبوب ہو کیونکہ اس دروازہ سے جانے والا اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتا جو شخص دوسرے دروازے سے جائے گا اس کے لیے وہ دروازہ بند ہو گا وہ منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

آدم وحواء علیہما السلام کے پاس بھی شیطان اسی دروازے سے پہنچا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾

[الاعراف : ٢٠] ''اس نے ان سے کہا، تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے دشمن ابلیس نے آدم وحواء کو سونگھا تو اسے محسوس ہوا کہ دونوں کو جنت سے انسیت ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت کی ابدی نعمتوں سے بہرہ ور رہنا چاہتے ہیں۔ شیطان سمجھ گیا کہ آدم وحواء پر تسلط حاصل کرنے کا یہی ایک دروازہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے پھر ان سے کہنے لگا ''تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔''

فوج کا خوف دلانا

شیطان اہل ایمان کو دعوت وجہاد کے فریضے سے باز رکھنے کے لیے یہ ہتھکنڈا بھی استعمال کرتا ہے کہ انہیں اپنی فوج اور لشکر سے ڈرانا شروع کر دیتا ہے، چنانچہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

[آل عمران : ١٧٥] ''اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا (کہ وہ بہت سخت اور بہت شدید حملہ کرنے والے ہیں) لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو (یعنی شیطان جب بھی تمہارے دل میں یہ خیال و وہم پیدا کرے تو تم مجھ ہی پر توکل کرو، میری ہی طرف رجوع کرو، میں تمہارے لیے کافی ہوں اور ان کے مقابلے میں تمہاری نصرت واعانت کروں گا)۔''

ابو مالک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ''شیطان اپنے دوستوں سے ڈرا رہا تھا'' کا مطلب ہے شیطان مومنوں کی نظروں میں اپنے دوستوں (یعنی کفار ومشرکین) کو بڑا بنا کر پیش کر رہا تھا۔'' اسی طرح حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''یہ محض شیطان کا ایک ڈراوا تھا اور شیطان سے صرف اس کا دوست ہی ڈرتا ہے۔''(١)

---

(١) [تفسیر فتح القدیر (٥٤/٢)]

(شیخ صالح الفوزان) فرماتے ہیں کہ ''شیطان اپنے دوستوں سے ڈرا رہا تھا'' کا مطلب یہ ہے کہ شیطان مشرکین سے ڈرا رہا تھا کیونکہ مشرکین شیطان کے دوست ہیں جبکہ مومنین رحمٰن کے دوست ہیں۔''(۱)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) حاصل بحث یہ ہے کہ جو شخص بھی کسی واجب کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہے شیطان اسے ڈرانا شروع کر دیتا ہے، لہٰذا جب بھی شیطان آپ کے دل میں کسی قسم کا خوف پیدا کرے تو آپ پر واجب ہے کہ کلمہ حق کا پرچار کر کے ہی سانس لیں، یقیناً ایسا کرنے سے موت قریب نہیں آ جاتی اور نہ ہی خاموشی و بزدلی سے موت دور چلی جاتی ہے۔ کتنے ہی داعی ایسے ہیں جنھوں نے حق کی صدا بلند کی لیکن وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہوئے اور کتنے ہی بزدل ایسے ہیں جو اپنے گھر میں بھی قتل کر دیے گئے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لیجیے، آگے بڑھ کر لڑنے والے انتہائی بہادر شخص تھے لیکن انہوں نے اپنے بستر پر ہی وفات پائی۔ لہٰذا ہمیشہ انسان کو اللہ کے حکم کو قائم کرتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اللہ انہی کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی و پرہیز گار اور نیکو کار رہیں، یقیناً اللہ کا لشکر ہی غالب آئے گا۔(۲)

شراب، جوا، بت پرستی اور فال گیری

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ ﴾

[المائدۃ: ۹۰-۹۱] ''شراب خوری، جوئے بازی، بت پرستی اور فال نکالنے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یادِ الٰہی اور نماز سے تم کو غافل کر دے تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پا کر بھی) تم باز نہ آؤ گے۔''

شراب کے لیے اس آیت میں لفظ خمر استعمال ہوا ہے اور خمر ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ ﴾ ''ہر نشہ آور چیز خمر یعنی شراب ہے۔''(۳) لہٰذا شراب کی اس ممانعت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں نشہ کا وصف ہو خواہ مائع ہو یا جامد اور خواہ اس کا نام اور رنگ کوئی بھی ہو۔ لہٰذا ہیروئن،

---

(۱) [اعانۃ المستفید شرح کتاب التوحید (۵۲/۲)]

(۲) [القول المفید شرح کتاب التوحید (۷۰/۲)]

(۳) [مسلم (۲۰۰۳) کتاب الاشربۃ: باب بیان ان کل مسکر خمر]

چرس، افیون اور بھنگ وغیرہ جیسی تمام نشہ آور اشیاء بھی حرام ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہ اشیاء تھوڑی مقدار میں نشہ کرتی ہیں یا زیادہ۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ ﴾ "جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔"(۱)

شراب اور باقی تینوں اُمور (جوا، بت پرستی اور فال کے تیر) شیطان کے پسندیدہ کام ہیں کیونکہ یہ خود تو گمراہی ہیں ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سے برے نتائج اور مضر اثرات کا بھی ذریعہ بنتے ہیں۔ شراب کی وجہ سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ بہت سے دیگر حرام کاموں کا بھی ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ دیتا ہے اور مزید برآں لوگ بھی اس سے پریشان ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیے:

(1) عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ شراب سے اجتناب کرو کیونکہ یہ ام الخبائث ہے، تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص بہت عابد تھا اور وہ لوگوں سے الگ تھلک رہتا تھا، ایک بدکردار عورت اس پر فریفتہ ہوگئی، اس نے اپنی باندی کو اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ ایک گواہی کے بارے میں ہمیں آپ کی ضرورت ہے، یہ اس کے ساتھ چلا گیا جب بھی یہ ایک دروازے سے داخل ہوتا تو وہ اسے بند کر دیتی حتی کہ یہ ایک خوبصورت عورت کے پاس پہنچ گیا جس کے پاس ایک لڑکا اور شراب کی ایک بڑی سی بوتل تھی، عورت کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں نے تجھے کسی گواہی وغیرہ کے لیے نہیں بلایا بلکہ میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ ملاپ کرو یا پھر اس بچے کو قتل کر دو یا اس شراب کو پی لو۔ اس نے اسے ایک جام پلایا تو یہ کہنے لگا ایک جام اور پلاؤ، یہ اسے جام پر جام پلاتی رہی حتی کہ اس نے اس کے ساتھ نہ صرف بدکاری کر لی بلکہ اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ شراب سے بچو! کیونکہ ایمان اور شراب یکجا نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک دوسرے کو نکال باہر کرتا ہے۔(۲)

(2) حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، پھر انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ایک انصاری نے ہمیں کھانے کی دعوت پر بلایا، ہم نے کھانا کھایا اور یہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے، ہم شراب پی کر جب نشے کی

---

(۱) [حسن صحیح : غاية المرام (۵۸) نسائی (۵٦٠۷) ترمذی (۱۸٦۵) ابن ماجه (۳۳۹٤)]

(۲) [السنن الكبرى للبيهقي (۲۸۷/۸) كتاب الاشربة والحد فيها : باب ما جاء في تحريم الخمر، نسائی (۵٦٦۹) كتاب الاشربة : باب ذكر الآثام المتولدة عن شرب الخمر، امام ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور مزید فرمایا ہے کہ اسے ابوبکر بن ابوالدنیا نے بھی اپنی کتاب ذم المسکر میں مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ (واللہ اعلم)[تفسير ابن كثير (۳۹۷/۲)]

حالت میں تھے تو ہم نے فخر کا اظہار کرنا شروع کر دیا، انصار نے کہا ہم افضل ہیں، قریش نے کہا ہم افضل ہیں۔ ایک انصاری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پکڑ کر حضرت سعد کی ناک پر دے ماری اور ان کی ناک توڑ دی جس کی وجہ سے حضرت سعد کی ناک ٹوٹی ہوئی تھی تو اس واقعے کے بعد ﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ ﴾ تا ﴿ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ آیات نازل ہوئیں۔ (۱)

جوا بھی شرعاً اور قانوناً حرام ہی ہے اور جواری کو کسی بھی معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا مگر موجودہ دور میں جوئے کی کئی نئی اقسام بھی وجود میں آ چکی ہیں جن میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی اور بعض کو حکومتوں کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے حالانکہ ایسی سب نئی شکلیں بھی حرام ہیں مثلاً لاٹری، معمہ بازی، ریفل ٹکٹ، انعامی بانڈز، ریس کورس اور بیمہ کی بعض شکلیں وغیرہ۔ واضح رہے کہ جوا بھی شراب کی طرح ایک انتہائی مہلک بیماری ہے اگر انسان اس میں مبتلا ہو جائے تو ایک طرف جہاں اس کی دولت برباد ہوتی رہتی ہے وہاں دوسری طرف اسے حرام خوری کی عادت بھی پڑ جاتی ہے اور یہی شیطان کی خواہش ہے۔

بت پرستی اور آستانے تعمیر کروانے پر بھی شیطان ہی انسان کو ابھارتا ہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دنیا میں بت پرستی کا آغاز شیطان کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔ (۲) بہر حال مجسمہ سازی اور آستانہ پرستی قدیم وجدید ہر زمانے میں عام رہی ہے، شیطان ان مجسموں اور آستانوں کے پاس ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ کبھی آستانہ پرستوں سے بات بھی کرتے ہیں اور ان کو ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جن کی وجہ سے ان کا یقین اور بڑھ جاتا ہے پھر وہ ضرورت کے وقت وہیں آتے ہیں، مصیبت میں اسی کو پکارتے ہیں، لڑائی جھگڑوں میں اسی سے مدد چاہتے ہیں، اس کے آگے نذرانے گزارتے ہیں، قربانی دیتے ہیں، وہاں پر رقص وسرود کی محفلیں جمتی ہیں، میلے ٹھیلے لگتے ہیں۔ شیطان نے اس ہتھکنڈے کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کرتے وقت کہا تھا "اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا پروردگار، ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈال دیا ہے۔" [ابراھیم : ۳۵-۳۶]

مسلمانوں میں قبر پرستی کی لعنت ہمیشہ رہی ہے وہ قبروں پر دعا کرنے اور نذر ونیاز چڑھانے جاتے ہیں اور آج تو ایک نئی بدعت عام ہو گئی ہے۔ جس سے شیطان بھی انسانوں پر ہنس رہا ہے وہ یہ کہ کسی نامعلوم فوجی یا سپاہی کا مجسمہ نصب کر دیا جاتا ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ مجاہد سپاہی کا میموریل ہے۔ اس کے سامنے تحفے پیش کئے

(۱) [السنن الکبری للبیھقی (۲۸۵/۸) کتاب الاشربۃ والحد فیھا : باب ما جاء فی تحریم الخمر، مسلم (۱۷۴۸) کتاب فضائل الصحابۃ : باب فی فضل سعد بن ابی وقاص]

(۲) [بخاری (۴۹۲۰) کتاب تفسیر القرآن : باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق]

جاتے ہیں اس کی گردن میں پھولوں کی مالا پہنائی جاتی ہے، جب کوئی لیڈر ملک کا دورہ کرتا ہے تو وہ بھی اس مجسمہ پر حاضری دے کر اس کے سامنے ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہے، یہ سب بت پرستی ہے جو شیطانی کام ہے۔ (۱)

فال گیری سے مراد تیروں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنا ہے جو کہ عرب میں عام رواج تھا کہ وہ جب بھی کسی سفر پر جانے لگتے تو پہلے فال نکالتے کہ آیا یہ سفر ان کے لیے بہتر ہوگا یا نہیں، اگر قسمت کے تیر پر کام کرنے کا حکم موجود ہوتا تو کام کر لیتے اور اگر ممانعت موجود ہوتی تو باز آ جاتے۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ ان تیروں کے ذریعے اپنے اُمور و معاملات کے انجام معلوم کیا کرتے تھے۔ (۳) اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (۴) کیونکہ فال کے تیر ہوں یا کچھ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی غیب یا مستقبل میں ہونے والے واقعات کا کچھ علم نہیں۔ لہٰذا یہ محض لوگوں کو شیطان کا دھوکہ ہے کہ تیروں یا پرندوں کے ذریعے بھی قسمت کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ انہیں اپنے اُمور و معاملات میں جب کوئی تردد ہو تو وہ استخارہ (خیر طلب) کر لیا کریں۔ (۵)

جادوگری

شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو جادوگری کے ذریعے گمراہ کرتا ہے، وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتا ہے اور پھر اس کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان جدائی اور دیگر حرام اُمور کا ارتکاب کراتا ہے۔ جادوگری دراصل ایسی گرہوں، دم منتر اور کلمات کا نام ہے جنہیں بولا یا لکھا جاتا ہے یا جادوگر اس کے ذریعے ایسا عمل کرتا ہے جس کے باعث اس شخص کا بدن اور دل متاثر ہوتا ہے جس پر جادو کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور جادو کا واقعتاً اثر ہوتا ہے لہٰذا اس کے ذریعے انسان کو قتل کیا جا سکتا ہے، بیمار کیا جا سکتا ہے، بیوی سے قربت کے تعلقات میں رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے، میاں بیوی کے درمیان نفرت یا محبت پیدا کی جا سکتی ہے۔ (۶)

اگرچہ کچھ لوگ جادو کے منکر بھی ہیں لیکن جادو ایک حقیقت ہے، البتہ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس میں محض نظروں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، اس کے ذریعے حقیقی طور پر کوئی چیز متاثر نہیں ہوتی۔ شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی اسی قبیل سے ہے۔ لوگوں کو بظاہر دھوکہ دہی کے اس طرح کے کرتب اور کرشمے کوئی شخص بھی سیکھ سکتا

---

(۱) [ماخوذ از عالم الجن والشياطين (اردو)، (ص: ۱۳۰)]

(۲) [تفسير ابن كثير (۲/۲۷۱)]

(۳) [تفسير ابن جرير الطبري (۶/۱۰٤)]

(٤) [جیسا کہ سورۃ المائدہ میں بھی ہے کہ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ... وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ" [آیت: ۳]

(۵) [استخارے کی دعا اور تفصیلی طریقہ جاننے کے لیے ہماری دوسری کتاب "**دعاؤں کی کتاب**" ملاحظہ فرمائیے۔]

(٦) [المغني لابن قدامه (۱۲/۲۹۹)]

ہے۔ جادو کی اس قسم کو ''مجازی'' بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعے حقیقتاً کسی انسان کو متاثر کیا جا سکتا ہے، اسے تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے، خوفزدہ کیا جا سکتا ہے، بیمار بنایا جا سکتا ہے حتی کہ اسے مارا بھی جا سکتا ہے۔ یہ عمل جنات وشیاطین اور ارواحِ خبیثہ کے تعاون سے کیا جاتا ہے۔ یہ شریعت میں حرام ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾ میں اسی کو کفر کہا گیا ہے۔ جادو کے اثبات کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ... كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۰۲۔ ۱۰۳] ''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان (علیہ السلام) نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے۔ اور اگر یہ لوگ صاحبِ ایمان متقی بن جاتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب ملتا، اگر یہ جانتے ہوتے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جادو کا وجود ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں سلیمان علیہ السلام سے جادو کی نفی کی وہاں جادو کرنے والوں کو شیاطین قرار دیا۔ اگر جادو کا وجود ہی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ جادو کی ہر ایک سے نفی فرما دیتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو کرنا، کرانا شیطانی کام اور اسے سیکھنا، سکھانا کفر ہے۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ﴿سَحَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهُ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ ... فَدُفِنَتْ﴾ ''بنی زریق کے ایک (یہودی) شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے آپ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ) ایک رات آپ میرے ہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا عائشہ! تمہیں معلوم ہے جو بات میں اللہ سے پوچھ رہا تھا، اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔ میرے پاس دو (فرشتے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام) آئے۔ ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا ان صاحب کی کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے۔ پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھے اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ سوال کیا اور یہ جادو ہے کہاں؟

جواب دیا کہ زروان کے کنوئیں میں۔ پھر آپ ﷺ اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا عائشہ! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس برائی کو پھیلاؤں۔ پھر آپ نے اس جادو کا سامان (کنگھی بال وغیرہ) اسی میں دفن کرا دیا۔''(۱)

(3) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ اور حدیث عائشہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جادو کی تاثیر ہے اور فی الواقع جادو موجود ہے۔(۲)

⇦ جادو کی حقیقت، جادو کے اثبات، جادو کے منکرین کی تردید، جادو سے بچاؤ کی تدابیر اور جادو کے علاج سے متعلقہ دیگر تفصیلات کے لیے ہماری دوسری کتاب ''**جادو جنات سے بچاؤ کی کتاب**'' ملاحظہ فرمایئے۔

موسیقی

موسیقی بھی شیطان کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو گانے بجانے میں لگا کر انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ اللہ سے دور جبکہ شیطان کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گانا بجانا بھی شیطان کا ایک ہتھکنڈا ہے اس حوالے سے درج ذیل آیت قابل ذکر ہے:

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ [الاسراء : ٦٤] ''(اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا) اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا لے۔'' یہاں شیطانی آواز سے مراد پر فریب دعوت یا گانے، موسیقی اور لہو ولعب کے دیگر آلات ہیں، جن کے ذریعے سے شیطان بکثرت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہاں شیطانی آواز سے مراد لہو ولعب اور موسیقی ہے۔(۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ شیطانی احوال کو جو عظیم ترین چیزیں قوت پہنچاتی ہیں ان میں گانے اور لہو ولعب کی چیزوں کا سماع بھی شامل ہے... نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کبھی بھی گانے کے سماع کی طرف راغب نہیں ہوئے...۔ (گانا سننے والوں کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ) ان کے اعضاء کی حالت یہ ہوتی ہے کہ قرآن سنتے وقت وہ سکڑ جاتے ہیں جبکہ شیطان کی بانسریاں سنتے وقت طاقتور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ گانا سننے

(۱) [بخاری (٥٧٦٣) کتاب الطب : باب السحر ، طبرانی کبیر (٥٠١٦) احمد (٦٣،٥٧/٦)]

(۲) [بدائع الفوائد (٤٥٢/٢)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (١٤٧/١٥)]

والا رات دیر تک ناچتا رہتا ہے لیکن جب نماز کی باری آتی ہے تو بیٹھ کر پڑھتا ہے یا نماز کو مرغ کی طرح چونچ مار کر ادا کر لیتا ہے۔ اسے قرآن پاک سننا ناگوار گزرتا ہے، وہ اس سے نفرت کرتا ہے اور اگر سنے تو مجبوراً سنتا ہے، اسے نہ قرآن سے محبت ہوتی ہے اور نہ ہی اس (کو پڑھنے) کا کوئی ذوق شوق ہوتا ہے اور نہ ہی اسے سن کر اسے کوئی لذت محسوس ہوتی ہے البتہ وہ تالی اور سیٹی (جیسی مختلف آوازیں) سننا پسند کرتا ہے اور اس موقع پر وہ طرح طرح سے وجد میں آتا ہے۔ تو یہ سب درحقیقت شیطانی احوال ہیں اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے ''اور جو رحمٰن کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں چنانچہ وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔'' [الزخرف : ٣٦] (١)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ شیطان کے بہت سے داؤ اور پھندے ہیں ان میں سے ایک پھندا جس کے ذریعہ اس نے کم علموں اور نادانوں کو فریب دیا، جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کو شکار کیا، سیٹی بجانا، تالی پیٹنا اور حرام گانا بجانا ہے۔ اس کے ذریعہ شیطان دلوں کو قرآن سے پھیر کر فسق و فجور کی طرف مائل کرتا ہے۔ گانا درحقیقت شیطان کا قرآن اور رحمٰن سے روکنے کے لیے دبیز پردہ ہے، یہ لواطت و زنا کا منتر ہے، اس کے ذریعہ فاسق عاشق اپنے معشوق سے اپنی انتہائی مراد پاتا ہے، اسی کے ذریعہ شیطان نے باطل پرور لوگوں کو دھوکہ دیا، ان کی نگاہوں میں اس کو خوش نما بنا کر پیش کیا اور اس کے حسن و جمال کو ثابت کرنے کے لیے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کی وحی کی، انہوں نے شیطان کی وحی کو سر آنکھوں پر رکھا اور قرآن کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ (٢)

عورت

عورت کے متعلق تو نبی کریم ﷺ ساری امت کو پہلے ہی آگاہ کر چکے ہیں کہ ''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (٣) ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا سے بچو اور عورت سے بچو، بلاشبہ بنی اسرائیل میں اولین فتنہ کا سبب عورتیں ہی تھیں۔'' (٤)

یہی باعث ہے کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (٥) اور بطورِ خاص عورتوں کو پردے کا حکم ہے (٦) اور یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی بھی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے

---

(١) [الفرقان بين اولياء الرحمن واولياء الشيطان (ص : ١٠١)]

(٢) [اغاثة اللهفان (٢٤٢/١)]

(٣) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (٥٥٩٧) الصحيحة (٢٧٠١) ابن ماجه (٣٩٩٨)]

(٤) [**صحيح** : السلسلة الصحيحة (٩١١) مسند احمد (٢٢/٣)]

(٥) [النور : ٢٩-٣٠] (٦) [الاحزاب : ٥٩]

کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا ﴿ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّیْطَانُ ﴾ ''تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔''[1] جو انہیں بہکائے گا، پھسلائے گا اور بالآخر دھوکہ دے کر برائی میں مبتلا کرادے گا۔

ان سب نصیحتوں کے باوجود آج کی مہذب سوسائٹی میں بسنے والی اکثر خواتین نہ صرف یہ کہ پردہ چھوڑ بیٹھی ہیں بلکہ سر پر دوپٹہ لینا تک عیب سمجھتی ہیں۔ مخلوط تعلیم اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کو روشن خیالی اور جدید دور کی اہم ضرورت قرار دے دیا گیا ہے۔ ایسے ایسے ادارے قائم کیے گئے ہیں جو فحاشی کو پھیلانے اور اسے دنیا میں عام کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں اور بطور خاص عورت کو بے حجاب اور برہنہ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو چکا ہے، زنا کاری کی شرح بہت بلند ہو چکی ہے، آئے دن طلاق یافتہ عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور گھرانے ٹوٹ پھوٹ اور تباہی کا شکار ہیں۔ اور یہی شیطان کا سب سے پسندیدہ کام ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے اور گھر برباد ہو جائے۔

دنیا سے محبت

انسان کے دل میں دنیا کی محبت پیدا کر کے اسے دین سے غافل کرنا شیطان کا ایک نہایت اہم حربہ ہے حتی کہ شیطان کے دھوکے میں آکر انسان اس حد تک دنیا پرستی میں لگ جاتا ہے کہ اسے نماز تک کی فکر نہیں رہتی جو اسلام کا اولین حکم اور مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ، چوری، جھوٹ، دھوکہ، عصمت فروشی، سود خوری اور دیگر بہت سے جرائم ایسے ہیں جو صرف اور صرف دنیا سے اندھی محبت کے نتیجے میں ہی رونما ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایک مومن کو ہمیشہ آخرت کی فکر کرنی چاہیے، دنیاوی زندگی کو محض دھوکے کا سامان ہی سمجھنا چاہیے جو کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿15﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿16﴾ ﴾ [هود : ١٥-١٦] ''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہتا ہے تو ہم دنیا ہی میں اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں آتشِ جہنم کے عذاب کے سوا کچھ نہیں ملے گا اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا ضائع ہو جائے گا اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بیکار ہی تھا۔''

---

(١) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٢٥٤٦) صحيح الترغيب (١٩٠٨) ترمذى (١١٧١)]

باب طرق الوقاية من الشيطان — شیطان سے بچاؤ کے طریقے

شیطان سے بچاؤ کے لیے اولاً یہ جان لینا ضروری ہے کہ اگر مخلص ہو کر مضبوطی سے کتاب وسنت پر عمل کی کوشش کی جائے، زندگی کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے اور بطورِ خاص اخلاص کا راستہ اپنایا جائے تو شیطان کبھی بھی انسان پر غلبہ نہیں پا سکتا جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ﴿رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾﴾ [الحجر: ۳۹، ۴۰] ''اے میرے رب! تو نے مجھے گمراہ کیا لہٰذا میں بھی زمین میں ان (انسانوں) کے لیے ضرور (گناہوں کو) مزین کروں گا اور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا، مگر تیرے مخلص بندوں پر (میرا کوئی زور نہیں)۔''

معلوم ہوا کہ جن لوگوں میں اخلاص ہے وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں اور اخلاص یہ ہے کہ ہر نیک عمل صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے بجالانا اور اس عمل پر ذاتی تعریف یا کسی بھی دنیوی نفع کو ناپسند کرنا۔ اہل اسلام سے یہ اخلاص مطلوب بھی ہے کیونکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر دین کو صرف اللہ کے لیے ہی خالص کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔[2] فرمانِ نبوی کے مطابق تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (یعنی اگر نیت خالص رضائے الٰہی کے حصول کی ہوگی تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر نیت خالص نہیں ہوگی بلکہ نیک عمل سے کوئی دنیوی نفع مقصود ہوگا تو پھر اس کا بدلہ بھی برا ہی ملے گا)۔[3] اور ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ قیامت کے دن جن تین آدمیوں کو سب سے پہلے جہنم میں داخل کیا جائے گا وہ شہید، قاری اور سخی ہوں گے۔ یہ لوگ اپنے اپنے عمل کی بے پناہ فضیلت کے باوجود اس وجہ سے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے کیونکہ یہ دنیا میں مخلص نہیں تھے بلکہ اپنے اعمال سے دنیوی شہرت، لوگوں میں عزت اور اپنا چرچا چاہتے تھے۔[4]

اب چونکہ اخلاص کے ذریعے بندے مضبوط قلعے میں آجاتے ہیں اور شیطان سے محفوظ ہو جاتے ہیں اس

(۱) [وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ... البينة : ۵] ، [فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ... المومن : ۱۴]

(۲) [الكهف : ۱۱۰]

(۳) [بخاری (۱) كتاب بدء الوحى ، مسلم (۴۹۲۷) باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله]

(۴) [مسلم (۴۹۲۳) كتاب الامارة : باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار]

لیے شیطان کا پورا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ لوگوں کو مخلص نہ رہنے دے، وہ اپنی ساری طاقتیں بندوں کو اس محفوظ قلعے سے باہر نکالنے میں لگا دیتا ہے اور اکثر اوقات کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ کے مخلص بندوں کو چاہیے کہ اخلاص پر قائم رہنے کے لیے شیطانی چالوں کو سمجھیں، ریاکاری کے اسباب و محرکات کو جانیں، اپنے اندر توحید کو پختہ کریں، شرک کی مذمت ذہن نشین رکھیں، اُخروی لازوال نعمتوں اور سخت ترین سزاؤں کو یاد رکھیں، شیطان کو دور بھگانے والے اعمال کی معرفت حاصل کر کے ان کی پابندی کریں، نیک اعمال کو جتنا چھپا سکیں ضرور چھپائیں، زیادہ وقت اللہ کے نیک بندوں اور متقی و پرہیزگار لوگوں کے ساتھ ہی گزاریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ انہیں اخلاص پر قائم رکھے۔

اخلاص کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کامل طور پر کتاب و سنت پر عمل کی کوشش کی جائے کیونکہ یہ بھی شیطان کی ہی چال ہے کہ لوگ من پسند اسلام پر عمل کریں، یعنی اسلام کا جو کام اچھا، مناسب یا آسان لگے وہ کر لیں اور جس میں کچھ سختی، تنگی یا مشقت محسوس ہو اسے چھوڑ دیں۔ قرآن کریم کا درج ذیل ارشاد اسی بارے میں ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ﴾[البقرة : ٢٠٨]

''ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو بندہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ پورے کا پورا اللہ کا بندہ بن جائے، اس کا رہن سہن، بود و باش، گھر دفتر، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، الغرض ہر کام اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ اور اگر کوئی بندہ بظاہر تو مسلمان ہو لیکن حقیقت میں اپنی مرضی کے اسلام پر عمل کرے تو یقیناً وہ شیطان کے نقش قدم پر چل رہا ہے کیونکہ جب بھی کوئی شخص اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ یقیناً اس وقت شیطان کی پیروی کر رہا ہوتا ہے کیونکہ نافرمانی کی راہ شیطان نے ہی ایجاد کی تھی۔ لہٰذا اللہ کے مخلص بندوں کو چاہیے کہ وہ مکمل اسلام پر عمل کی کوشش کریں، پھر اگر کبھی سستی و غفلت ہو جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور معافی مانگ لیں، شیطان کی طرح گناہ پر اصرار نہ کریں، تب ہی وہ اللہ کے حقیقی بندے بن سکیں گے اور یہی وہ بندے ہیں جن پر شیطان کا زور نہیں چلتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا تھا:

﴿إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ﴾[الحجر : ٤٢] ''بلاشبہ میرے (مخلص) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں۔''

بہرحال انسان اللہ کا خالص بندہ بن کے نجات تب ہی حاصل کر سکتا ہے جب وہ حتی الامکان شیطان کے حملوں سے بچا رہے اور شیطان کے حملوں اور ہتھکنڈوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن تمام اُمور کا علم ہو کہ

جن کی بدولت انسان شیطان سے بچ سکتا ہے تو اس حوالے سے کتاب وسنت میں کچھ تو ہمیں ذکر واذکار ایسے ملتے ہیں جن کی پابندی سے انسان شیطان کے حملے سے محفوظ رہتا ہے، کچھ ایسے اللہ کی پناہ طلب کرنے کے کلمات ہیں جن کی پابندی بھی انسان کو شیطان سے بچانے میں مدد دیتی ہے اور کچھ ایسے اعمال ہیں جن سے شیطان کی مخالفت ہوتی ہے یا جن کی بدولت شیطان سے بچا جا سکتا ہے۔ شیطان سے بچاؤ کے تقریباً تمام طریقے انہی تینوں اشیاء کے تحت آجاتے ہیں۔ تو بالترتیب ان تینوں کا کچھ تفصیلی بیان آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

ذکر واذکار

ذکر الٰہی

ذکر الٰہی ہی وہ سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے انسان اپنے گرد مضبوط حصار بنا لیتا ہے اور شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: ٤٥] ''اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔'' اور ایک دوسرے مقام پر تو کامیابی اور فلاح کا ذریعہ ہی ذکر کو بتایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الجمعۃ: ١٠] ''اور بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔'' اسی باعث نبی کریم ﷺ خود بھی ہمہ وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ ﴾ ''نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔''(١) اور صحابہ اگر آپ ﷺ سے کسی دینی مصروفیت کا سوال کرتے تو انہیں بھی آپ یہی نصیحت فرماتے کہ ﴿ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔''(٢)

لہٰذا انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ہمہ وقت کسی نہ کسی ذکر یا وظیفے کا ورد کرتا رہے، اسی میں شیطان سے بچاؤ بھی ہے چنانچہ فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾﴾ [الاعراف: ٢٠١] ''یقیناً جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو کوئی شیطان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں اور وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔'' اور ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ آمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذَالِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذَالِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''میں تمہیں ذکر الٰہی کی تاکید

(١) [مسلم (٣٧٣) كتاب الحيض : باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة ، بخاري تعليقا (٣٠٥/١)]

(٢) [صحيح : هداية الرواة (٢٢١٩) ترمذي (٣٣٧٥) كتاب الدعوات : باب ما جاء في فضل الذكر]

کرتا ہوں، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن لگے ہوں، وہ ایک مضبوط قلعہ میں آتا ہے اور اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ یہی حال بندے کا ہے وہ اپنے آپ کو ذکرِ الٰہی کے ذریعہ سے شیطان سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔'' (۱)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر ذکرِ الٰہی کی صرف یہی ایک خصوصیت ہوتی تب بھی بندہ کے لیے مناسب تھا کہ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی نہ تھکتی وہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں رطب اللسان رہتا، اس لیے کہ وہ ذکر ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو دشمن سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دشمن اس پر غفلت کی ہی حالت میں حملہ کرتا ہے۔ اس پر دشمن کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں، جب وہ غافل ہوتا ہے دشمن حملہ کر کے اس کا شکار کرتا ہے اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے دشمن پیچھے ہٹ جاتا اور ایسا سکڑ جاتا ہے جیسے مولا یا مکھی۔ اسی لیے اس کو " الوسواس الخناس " کہتے ہیں یعنی وہ دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (۲)

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ بندے جب تک اللہ کا ذکر نہیں کریں گے وہ شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے، اس لیے انہیں چاہیے کہ تمام مسنون اذکار و وظائف کو حرزِ جاں بنائیں۔ یہاں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ذکر سے مراد محض چند وظائف ہی ہیں بلکہ ذکر میں تسبیحات، تکبیرات، تحمیدات، تہلیلات، توبہ واستغفار، تلاوتِ قرآن، درود شریف، صبح وشام کے اذکار اور دیگر تمام مسنون اَوراد و وظائف شامل ہیں۔ (۳) تاہم آئندہ سطور میں ہم صرف وہی اذکار و وظائف بیان کریں گے جو بطورِ خاص شیطان سے بچاؤ سے متعلقہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

سورۂ بقرہ

گھروں میں بکثرت سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتے رہنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس لیے اس سورت کی تلاوت کو معمول بنانا چاہیے اور روزانہ اس کی کچھ نہ کچھ ضرور تلاوت کرنی چاہیے، چند دلائل حسبِ ذیل ہیں:

(1) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِیْ بُیُوْتِكُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَدْخُلُ بَیْتًا یُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ﴾ ''اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کیا کرو کیونکہ شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتا جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔'' (٤)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ﴾

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۸٦۳) صحیح الترغیب (۵۵۲)]

(۲) [الوابل الصیب (ص : ٦۰) بحوالہ عالم الجن والشیاطین 'اردو' (ص : ۱۸۳)]

(۳) [تمام صحیح وثابت مسنون اذکار و وظائف کی تفصیل کے لیے ہماری اسی سیریز کی دوسری کتاب **" دعاؤں کی کتاب "** ملاحظہ فرمائیے۔]

(٤) [**حسن** : السلسلة الصحیحة (۱۵۲۱) صحیح الجامع الصغیر (۱۱۷۰) مستدرك حاکم (۱/٥٦۱)]

''جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔''(۱)

(3) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ اِقْرَأُوا الْبَقَرَةَ فَإِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ ﴾ ''سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا لینا باعثِ برکت اور اس کا چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور باطل والے (یعنی کاہن وساحر وغیرہ) اس (کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے۔''(۲)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات

روزانہ سوتے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرنے سے بھی انسان شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ ﴾ ''جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیتا ہے، اسے یہ آیات (ہر مشکل سے) کافی ہو جاتی ہیں۔''(۳)

یہ آیات ''کافی ہو جاتی ہیں'' اس کے مفہوم کے حوالے سے امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ یہ تہجد کے لیے کافی ہو جاتی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ شیطان سے حفاظت کے لیے کافی ہو جاتی ہیں اور ایک اور قول یہ ہے کہ مصائب وآفات سے بچاؤ کے لیے کافی ہو جاتی ہیں اور اس میں تمام چیزیں ہی شامل ہیں۔(٤)

(2) ایک دوسری روایت میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَ لَا يُقْرَآنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب تحریر فرمائی، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا گیا ہے اور جس گھر میں بھی تین رات ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی جائے گی شیطان اس کے قریب بھی نہیں آئے گا۔''(٥)

ان دونوں آیات کے الفاظ بمعہ ترجمہ حسب ذیل ہیں:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

---

(۱) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها : باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته ، ترمذی (۲۸۷۷)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۱٤٦۰) السلسلة الصحیحة (۳۹۹۲) مسند احمد (۲٤۹/۵) دارمی (۳۲٤/۲) شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۰۰)]

(۳) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة ، بخاری (٤۰۰۸)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۹۱/٦)]

(٥) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۸۸۲) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی آخر سورة البقرة]

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَاغْفِرْ لَنَا ٚ وَارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

[البقرۃ : ۲۸۵-۲۸۶] ''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے' یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے' اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے' انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی' ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا' جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا' اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر' تو ہی ہمارا مالک ہے' ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔''

آیت الکرسی

شیطان سے بچاؤ کے لیے آیت الکرسی بھی ایک اہم آیت ہے۔ اس حوالے سے صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث مروی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں بھرنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں محتاج عیالدار اور سخت حاجت مند ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے کہا کہ وہ بہت سخت حاجت مند اور عیالدار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر بھی آئے گا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں چوکنا رہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں ڈالنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، مجھے چھوڑ دو میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل وعیال کی

ذمہ داری کا بوجھ ہے، میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے اپنی سخت حاجت اور اہل وعیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔

میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیاء ڈالنا شروع کردیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا، وہ کلمات کیا ہیں؟ کہنے لگا جب (سونے کے لیے) بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ...﴾ پڑھا کرو۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آسکے گا۔ چنانچہ میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا، وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی، اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اول سے لے کر آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آسکے گا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿اَمَا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ﴾ ''اس نے تم سے بات سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے۔'' ابو ہریرہ! تمہیں یہ معلوم ہے کہ تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ عرض کی نہیں تو آپ نے فرمایا ''یہ شیطان تھا''۔ (۱)

آیت الکرسی کے الفاظ بمعہ ترجمہ حسب ذیل ہیں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾

[البقرۃ: ۲۵۵] ''اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر

(۱) [بخاری (۲۳۱۱)، (۳۲۷۵)، (۵۰۱۰) کتاب الوکالۃ: باب اذا وکل رجلا فترك الوكيل شيئا]

اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اُکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔''

گھر سے نکلنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اللہ کے نام سے نکلتا ہوں' اللہ کی توفیق کے سوا نہ کچھ کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی چیز سے بچنے کی۔''

اس کے لیے کہا جاتا ہے ﴿كُفِيتَ وَ وُقِيتَ﴾ ''تجھے کفایت کی گئی اور تجھے بچا لیا گیا'' اور شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ سنن ابوداود کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَ كُفِيَ وَ وُقِيَ﴾ ''ایک دوسرا شیطان اس سے مل کر کہتا ہے کہ تو ایسے شخص پر کیسے قابو پا سکتا ہے جسے (اللہ کی طرف سے) ہدایت دے دی گئی، کفایت کی گئی اور بچا لیا گیا۔''(۱)

شیخ عبد المحسن العباد اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (مذکورہ دعا پڑھنے والے کو) اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازتے ہیں، جس کام کا وہ ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے اسے خود ہی کافی ہو جاتے ہیں اور اسے دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تمام برائیوں سے بچا لیتے ہیں، بالفاظِ دیگر اسے سلامتی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسا صرف اللہ تعالیٰ پر اس کے کامل توکل و اعتماد اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے (جیسا کہ اس دعا کا یہی مفہوم ہے)۔(۲)

گھر میں داخلے اور کھانے کی دعا

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَ لَا عَشَاءَ وَ إِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَ إِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَ الْعَشَاءَ﴾ ''جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے (یعنی بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے) اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (دوسرے اپنے

---

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی' ترمذی (۳۴۲۶) کتاب الدعوات: باب ما جاء ما یقول اذا خرج من بیتہ، ابوداود (۵۰۹۵)]

(۲) [شرح سنن ابی داود (تحت الحدیث: ۵۰۹۵)]

ساتھیوں سے) کہتا ہے' نہ تو (یہاں) تمہارے لیے رات کا قیام ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ لیکن جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے (یہاں) رات کا قیام پالیا اور جب انسان کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا قیام اور رات کا کھانا (دونوں کو) پالیا۔"(۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ﴾ "شیطان اس کھانے کو (اپنے لیے) حلال بنالیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔"(۲)

کلمہ تہلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہتا ہے:

﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ "اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تو اسے دس غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھ لی جاتی ہیں اور اس کی سو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں ﴿ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ ﴾ "اور اس دن (شام تک) وہ شیطان کے شر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔"(۳)

اذان

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ ﴾ "جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر بھاگ اٹھتا ہے۔"(٤)

(2) سہیل بن ابو صالح کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد نے بنو حارثہ کے پاس بھیجا۔ میرے ساتھ ہمارا ایک لڑکا بھی تھا۔ دیوار کی جانب سے کسی پکارنے والے نے اسے اس کے نام سے پکارا۔ اس نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا

---

(۱) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷۶۵)]

(۲) [مسلم (۲۰۱۷) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷٦٦)]

(۳) [بخاری (٦٤٠٣) کتاب الدعوات : باب فضل التهليل ' مسلم (۲٦۹۱) ترمذی (۳٤٦۸)]

(٤) [بخاری (٦٠٨) کتاب الاذان : باب فضل التاذين]

لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ واپس آ کر میں نے یہ واقعہ اپنے والد محترم کو سنایا تو انہوں نے فرمایا اگر مجھے علم ہوتا کہ تمہارے ساتھ ایسا ہونے والا ہے تو میں تمہیں کبھی نہ بھیجتا۔ اگر تمہیں پھر کبھی ایسی آواز سنائی دے تو نماز والی اذان دو، کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ﴾ ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان تیزی کے ساتھ پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھتا ہے۔''(۱)

اذان کے الفاظ بمعہ ترجمہ حسب ذیل ہیں:

﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''(۲)

ہر قسم کے نقصان سے بچنے کی دعا

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''(میں شروع کرتا ہوں) اس اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

اس دعا کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ﴿مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَ مَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ ... ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ يَضُرُّهُ شَيْءٌ﴾ ''جو شخص روزانہ صبح وشام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔''(۳) بلاشبہ ''کوئی چیز'' میں شیاطین بھی شامل ہیں۔

تلاوت قرآن

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [مسلم (۳۸۹) کتاب الصلاة : باب فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه ، شرح السنة (۱۰۸/۱)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (٤٦٩) کتاب الصلاة : باب کيف الاذان ، ابو داود (٤٩٩) ابن ماجه (٧٠٦)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح ترمذی ، ترمذی (۳۳۸۸) ابو داود (۵۰۸۸) صحيح الجامع الصغير (٥٧٤٥)]

﴿ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴾

[الاسراء : ٤٥] ''اور جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔'' بلاشبہ ان بے ایمانوں میں جناتی شیاطین بھی شامل ہیں۔

گھروں میں نوافل کی ادائیگی

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَ لَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا ﴾ ''اپنی نمازوں میں سے (سنن ونوافل کو) اپنے گھروں میں بھی ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔''(١)

(امام نووی رحمہ اللہ) گھروں میں نوافل پڑھنے کی اس لیے تلقین کی گئی ہے کیونکہ یہ عمل لوگوں سے پوشیدہ، ریاکاری سے دور اور دیگر اعمال ضائع کرنے والے اسباب سے محفوظ ہوتا ہے، اس سے گھروں میں برکت ہوتی ہے، رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔(٢)

(شیخ عبد المحسن العباد) گھروں میں نفلی نماز کی ترغیب اس لیے دلائی گئی ہے کیونکہ گھروں میں اس عمل کی کسی کو خبر نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس مساجد میں نماز پڑھتے ہوئے لوگ آپ کو دیکھتے ہیں۔ لہٰذا گھروں میں نماز پڑھنے سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے، اور شیاطین بھی بھاگ جاتے ہیں کیونکہ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت بھی کی جاتی ہے (جو جنات وشیاطین کو بھگانے کی ایک اہم دواء ہے)۔(٣)

(شیخ صالح الفوزان) سنن ونوافل کی ادائیگی گھروں میں افضل ہے اور اس میں چند مصلحتیں بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ ریاکاری سے دور رہنا، لوگوں سے اپنا عمل چھپانا، مکمل خشوع وخضوع کا حصول، گھروں کو اللہ کے ذکر سے آباد کرنا، نماز کی وجہ سے گھر والوں پر رحمت کا نزول اور شیطان سے بچاؤ۔(٤)

بسم اللہ کی برکت سے شیطان کا انتہائی چھوٹا اور حقیر ہو جانا

اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھا، ہمارا اونٹ ذرا پھسلا تو میں نے کہا' شیطان کا برا ہو' تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّهُ يَعْظُمُ حَتَّى يَصِيرَ مِثْلَ الْبَيْتِ وَيَقُولُ بِقُوَّتِي وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللهِ فَإِنَّهُ يَصْغُرُ حَتَّى يَصِيرَ مِثْلَ الذُّبَابِ ﴾ ''یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو کیونکہ اس سے شیطان پھول کر مکان کی طرح (بڑا) ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے اپنی

---

(١) [بخاری (٤٣٢)، (١١٨٧)، (٦١٠٨)، (٧٤٠١) مسلم (١٦٤٦) ترمذی (١٥٣٤) ابوداود (٣٢٤٩)]

(٢) [شرح النووی علی مسلم (٦/٦٨)]

(٣) [شرح سنن ابی داود (٦/٣٢٧)]

(٤) [الملخص الفقهی (١/١٧٣)]

قوت سے (یہ کیا ہے) لیکن تم بسم اللہ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا ہو کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔"(۱)
امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ بسم اللہ کی برکت کی وجہ سے ہے۔(۲)

استعاذہ

استعاذہ کا مفہوم

استعاذہ یہ ہے کہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے۔ نیز ہر شریر کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ طلب کرنا بھی استعاذہ کے مفہوم میں ہی شامل ہے۔ عربی زبان میں عِیَاذَة کا لفظ دفع شر کے لیے اور لِیَاذ کا لفظ حصولِ خیر کی طلب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ استعاذہ کے بنیادی الفاظ یہ ہیں ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴾ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (اس امر کی) شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ دین یا دنیا میں مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے یا مجھے اس کام سے روک سکے جس کے کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے یا مجھے کسی ایسے کام پر اُبھارے جس سے مجھے منع کیا گیا ہے کیونکہ شیطان سے انسان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے بچنے کے لیے استعاذے کا حکم دیا ہے۔(۳)

استعاذہ کے لیے بطورِ خاص وہ تمام مواقع بھی ذہن نشین رکھنے چاہییں جن میں شیطان سے پناہ مانگنے کی کتاب وسنت میں نصیحت کی گئی ہے اور اگر مسنون الفاظ بھی یاد کیے جائیں اور انہی الفاظ میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے تو یہ اور بھی بہتر ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ استعاذہ بھی اذکار کی ہی ایک قسم ہے، لیکن مخصوص عنوان کے ساتھ اسے اس لیے الگ کیا گیا ہے کیونکہ شیطان سے بچاؤ کے لیے پناہ مانگنے کی دعاؤں کی ایک خاص اہمیت ہے (جیسا کہ اس کا بیان آئندہ عنوان کے تحت آ رہا ہے)۔ محض اسی لیے شیطان سے پناہ مانگنے کی دعاؤں کو آئندہ سطور میں الگ کر کے ذکر کیا جا رہا ہے۔

استعاذہ کی اہمیت وضرورت

ذکر واذکار کے بعد بلاشبہ شیطان مردود سے بچاؤ کے لیے دوسری اہم چیز استعاذہ ہی ہے، یعنی شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی یہ قوت رکھتا ہے کہ انسانوں سے شیطانی اثرات کو دور کر سکے، انہیں شیطانی حملوں سے بچا سکے اور انہیں ہر قسم کے شیطانی وساوس سے نجات دلا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود (۴۹۸۲) کتاب الادب، مسند احمد (۵۹/۵) السنن الکبری للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول اذا عثرت بہ دابتہ (۱۴۲/۶)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۹۴/۱)]
(۳) [ماخوذ از تفسیر ابن کثیر (۸۸/۱)]

خود اس کی نصیحت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ﴾ [حم السجدة : ٣٦] ''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر شیطان کی طرف سے تمہیں اس قدر غصہ آ جائے جو تمہیں جاہلوں سے کنارہ کشی سے روک دے اور ان سے انتقام لینے پر آمادہ کرے تو اس کے وسوسے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ کیونکہ وہ جاہل کی جہالت کو بھی سنتا ہے اور شیطان کے وسوسے سے آپ اللہ کی جو پناہ مانگتے ہیں وہ اسے بھی سنتا ہے، علاوہ ازیں ساری مخلوق کے دیگر کلام کو بھی وہ سنتا ہے اور کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیطان کا وسوسہ آپ سے کس طرح دور ہوگا اور مخلوق کے دیگر تمام اُمور کو بھی خوب جانتا ہے۔[(١)]

قرآن کریم میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔[(٢)] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کی ابتداء میں بھی تعوذ پڑھا کرتے تھے[(٣)] اور صحابہ کرام کو غصہ دور کرنے کا فارمولا بھی یہی بتایا کرتے تھے کہ وہ غصے کے وقت تعوذ پڑھ لیا کریں۔[(٤)] اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ لَا تَسُبُّوا الشَّيْطَانَ وَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِ ﴾ ''شیطان کو گالی مت دو (بلکہ) اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''[(٥)] امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''شیطان کو گالی مت دو'' کیونکہ گالی دینے سے اس کا ضرر تم سے دور نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ عمل اس کی دشمنی سے تمہیں کچھ کفایت کرے گا اور لیکن ''تم اللہ کی پناہ طلب کرو'' کیونکہ وہ مالک ہے اور وہ اپنے حکم سے جس بندے سے بھی چاہے اس (شیطان) کا مکر و فریب دور کر سکتا ہے۔[(٦)]

علاوہ ازیں قرآن کریم میں مذکور ہے کہ والدۂ مریم (علیہا السلام) نے اپنی بیٹی کو شیطان مردود سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہی پناہ طلب کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے جب بچی کو جنم دیا، اس کا نام مریم رکھا اور پھر کہا:

﴿ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ ﴾ [آل عمران : ٣٦] ''اور بیشک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

---

(١) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٨/٩)] (٢) [النحل : ٩٨]

(٣) [صحیح : صحیح ترمذی ، مسند احمد (٥٠/٣) ابوداود (٧٧٥) ترمذی (٢٤٢)]

(٤) [بخاری (٦١١٥) کتاب الادب : باب الحذر من الغضب]

(٥) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٢٤٢٢) صحیح الجامع الصغیر (٧٣١٨)]

(٦) [فیض القدیر (٥١٨/٦)]

والدۂ مریم کے اسی استعاذے کا نتیجہ تھا کہ پھر ولادت کے وقت نہ تو مریم علیہا السلام کو اور نہ ہی (ان کے بیٹے) عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان نے چھوا حالانکہ وہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھوتا ہے اور پھر اس کے چھونے کی وجہ سے بچہ روتا اور چیختا چلاتا ہے۔ (۱)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ بعض سلف سے حکایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایک شاگرد سے دریافت کیا کہ اگر شیطان تیری نظروں میں گناہ کو مزین کر کے پیش کرے تو تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے جہاد کروں گا (یعنی اسے مشقت میں ڈالوں گا)۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ اگر دوبارہ ایسا کرے تو پھر تو کیا کرے گا؟ شاگرد نے کہا کہ اس کو پھر مشقت میں ڈالوں گا۔ بزرگ نے پوچھا کہ اگر وہ تیسری بار بھی ایسا کرے تو تو کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ میں پھر اس کو مشقت میں ڈالوں گا۔ بزرگ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ بتا کہ اگر تو بکریوں کے کسی ریوڑ پر سے گزرے اور ریوڑ کا کتا تجھ پر حملہ کرے اور تجھ کو چلنے سے باز رکھے تو تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ میں کتے کو ماروں گا اور بقدر امکان اس کو دور ہٹاؤں گا۔ بزرگ نے فرمایا کہ یہ تیرے لیے بڑا کام ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ ریوڑ کے مالک کو پکارے، وہ تجھ کو کتے کے شر سے بچائے گا۔ (۲)

مزید فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ عزوجل سے اس کی پناہ تو طلب کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ شیطان ہمارے اندر وسوسے ڈالتا، شر و فساد پر اُکساتا اور ہماری نمازوں میں حائل ہو کر ہمیں دوسری طرف مشغول کرتا رہتا ہے۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ استعاذہ (پناہ طلبی) کسی جنگجو کے ہاتھ میں تلوار کی مانند ہے۔ اگر تمہارے ہاتھ اسے اٹھا کر چلانے کے لیے مضبوط اور طاقتور ہیں تو اس کے ذریعہ تم اپنے دشمن کو بہ آسانی قتل کر سکتے ہو ورنہ یہ تمہارے لیے بالکل بے فائدہ چیز ہے خواہ وہ کتنی ہی دھار دار، پالش کی ہوئی اور چمکدار تلوار ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر پناہ طلب کرنے والا متقی، پرہیزگار اور دین دار شخص ہے تو اس کا استعاذہ شیطان کے لیے آگ کی مانند ہے جو اسے جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ لیکن اگر اس کا ایمان کمزور اور ملا جلا ہو تو دشمن پر اس کے استعاذہ کی تاثیر تیز نہیں ہوتی۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ جاننا چاہیے کہ ابلیس کی مثال متقی اور دین دار شخص کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے ایک آدمی بیٹھا ہو اور اس کے سامنے کھانا نہ ہو۔ اگر اس پر سے کتے کا گزر ہو اور وہ اس کتے کو دھتکارے تو وہ جھٹ چل دیتا ہے۔ پھر وہ کسی دوسرے شخص پر سے گزرے جس کے آگے کھانا اور گوشت رکھا ہو پس اگر وہ اس کو ڈانٹتا ہے تو وہ نہیں بھاگتا۔ پہلی مثال متقی شخص کی ہے کہ اس کے پاس شیطان آتا ہے تو اس کو دور بھگانے کے لیے فقط اللہ کا ذکر ہی کافی ہے اور دوسری مثال دنیادار شخص کی ہے کہ اس سے شیطان جدا نہیں ہوتا

---

(۱) [بخاری (۴۵۴۸) کتاب التفسیر : باب وانی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطان الرجیم، مسلم (۲۳٦٦)]

(۲) [تلبیس ابلیس (ص : ۴۸)]

کیونکہ وہ ہر ایک سے ملا جلا رہتا ہے۔ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہتا ہے اور اس کے وساوس سے نجات چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے کیونکہ وہی اس سے پناہ دینے پر قادر ہے۔

استعاذہ کے اسرار ورموز

استعاذے کے اسرار ورموز میں سے نمایاں یہ ہے کہ اس کے ساتھ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے لیے اپنے منہ کو اس لغو اور بے ہودہ گفتگو سے پاک صاف کر لیتا ہے جو اس نے کی ہوتی ہے۔ استعاذے کے ساتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا بھی مقصود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت اور بندے کے عجز وکمزوری کا اعتراف بھی کہ انسان اپنے اس کھلم کھلا مگر پوشیدہ دشمن (شیطان) کے مقابلے سے عاجز وقاصر ہے۔ اسے دور ہٹانے اور اس کے شر سے بچانے پر صرف وہ اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور یہ دشمن بھی ایسا ہے جو کسی قسم کے حسن سلوک اور احسان کو قبول نہیں کرتا جبکہ کوئی انسان دشمن ہو تو اسے حسن سلوک اور احسان وغیرہ سے قابو کیا جا سکتا ہے۔ انسانی دشمن سے جنگ کے لیے تو فرشتے بھی نازل ہوئے تھے۔ جس مسلمان کو کوئی ظاہری اور انسانی دشمن قتل کر دے تو وہ شہید ہے مگر جسے یہ باطنی دشمن قتل کر دے وہ طَرِید یعنی مردود ہے۔ جس پر ظاہری دشمن غالب آ جائے، اسے اجر وثواب ملے گا مگر جس پر یہ باطنی دشمن غالب آ جائے وہ مبتلائے فتنہ یا گناہگار ہوگا۔ شیطان انسان کو دیکھتا ہے مگر انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا، اس لیے شیطان کے شر اور وسوسے سے بچنے کے لیے استعاذے کے ساتھ اسی ذات گرامی سے مدد طلب کی جاتی ہے جو شیطان کو تو دیکھتی ہے مگر شیطان اسے نہیں دیکھ سکتا۔ (۲)

استعاذہ کے چند کلمات اور مواقع

کتاب وسنت میں شیطان سے پناہ مانگنے کی مختلف دعائیں مذکور ہیں اور چند خاص اوقات ومواقع کا بھی ذکر ہے۔ آئندہ سطور میں انہی چند دعاؤں اور مواقع کا مختصر بیان پیش کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

استعاذہ کی بہترین سورتیں

سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس، یہ قرآن کریم کی آخری تین سورتیں ہیں اور یہ شیطان، نظر بد اور جادو وسحر سے بچاؤ کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں، ان کے متعلق چند احادیث حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [ایضاً]

(۲) [ماخوذ از تفسیر ابن کثیر (۸۸/۱)]

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا﴾ ''رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذ تین سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں' پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔''(۱)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا ابْنَ عَابِسٍ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ مَا تَعَوَّذَ بِهِ الْمُتَعَوِّذُوْنَ﴾ ''اے ابن عابس! کیا میں تمہیں سب سے افضل سورتوں کے متعلق نہ بتاؤں جن کے ساتھ پناہ مانگنے والے پناہ مانگتے ہیں۔'' انہوں نے عرض کی، ضرور اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سکھائی۔ (۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سکھائی اور پھر فرمایا کہ ﴿مَا تَعَوَّذَ بِمِثْلِهِنَّ أَحَدٌ﴾ ''کسی نے ان جیسی سورتوں کے ساتھ پناہ نہیں مانگی (یعنی پناہ مانگنے کی ان جیسی اور کوئی سورتیں نہیں)۔''(۳)

(4) ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ صبح و شام تین تین مرتبہ سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھو ﴿تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کر جائیں گی۔(۴)

یہ تینوں سورتیں بمعہ ترجمہ حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾﴾ [سورۃ الاخلاص] ''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

(2) ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾﴾ [سورۃ الفلق] ''آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے۔ اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی۔ اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔''

(3) ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ إِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ

---

(۱) [صحیح: هداية الرواة (٢٨٢/٤) ترمذی (٢٠٥٨) نسائی (٥٤٩٤) ابن ماجه (٣٥١١)]
(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (١١٠٤) نسائی (٣١٢/٢) مسند احمد (١٥٣/٤)]
(۳) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (٧٩٥٠) نسائی (٥٤٣٠) كتاب الاستعاذة]
(٤) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (٤٤٠٦) ترمذی (٣٥٧٥) كتاب الدعوات]

﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾ [سورة الناس] ''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں' لوگوں کے مالک کی (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں)' وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے' جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے' (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

عقائد میں شیطانی وساوس کے وقت استعاذہ

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ يَـأْتِـي الشَّـيْـطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ : مَنْ خَلَقَ كَذَا ؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا ؟ حَتّٰى يَقُوْلَ : مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَ لْيَنْتَهِ ﴾ ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اسے اس وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں چیز کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ حتی کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو وہ تعوذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) پڑھے اور اس سوچ سے باز آ جائے۔''(۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کے فرمان ''تو وہ تعوذ پڑھے اور اس سوچ سے باز آ جائے'' کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی کو ایسا وسوسہ پیش آئے تو وہ اس کے شر سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ کا طلبگار رہو، اس قسم کے خیال میں غور وفکر سے اجتناب کرے اور یہ یاد رکھے کہ ایسا خیال محض شیطانی وسوسے کے باعث ہی ہے جو ہمہ وقت فتنہ وفساد اور گمراہی پھیلانے کی کوشش میں مصروف ہے۔(۲) علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم شیطان کو بھگانے کے لیے دیا گیا ہے جو اس طرح کا برا خیال انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ جس سے برا اور کوئی خیال نہیں۔ لہٰذا اس شخص کو چاہیے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھے۔(۳) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جو بھی اس قسم کے خیال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے وہ سچے دل اور پورے اخلاص کے ساتھ پناہ طلب کرے (تب ہی اس کا کچھ فائدہ ہوگا)۔(٤)

بیت الخلاء میں داخلے کے وقت استعاذہ

بیت الخلاء میں داخلے کے وقت ایک تو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھ لینی چاہیے کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ سَتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَ عَوْرَاتِ بَنِيْ آدَمَ إِذَا دَخَلَ اَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ اَنْ يَقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ ﴾ ''جب کوئی

---

(۱) [بخاري (٣٢٧٦) كتاب بدء الخلق : باب صفة ابليس و جنوده ، مسلم (١٣٢) كتاب الايمان]

(٢) [شرح مسلم للنووي (١٥٥/٢)]

(٣) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١٤٤/١)]

(٤) [شرح رياض الصالحين (تحت الحديث : ١٤٥٧)]

بیت الخلاء میں داخلے کے وقت " بِسْمِ اللهِ " کہہ لیتا ہے تو اولادِ آدم کی شرمگاہوں اور جنات کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔"(۱)

امام مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ کہنے سے بنی آدم کی شرمگاہوں کے سامنے پردہ اس لیے حائل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کا نام اولادِ آدم پر مہر کی مانند ہے جسے کوئی بھی جن کھولنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض شافعی ائمہ کا کہنا ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ "الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ نہیں پڑھنے چاہییں کیونکہ حدیث کا ظاہر اسی کا تقاضا کرتا ہے (یعنی حدیث میں صرف بسم اللہ کہنے کا ہی ذکر ہے)۔(۲)

علاوہ ازیں بیت الخلاء میں داخلے کے وقت جنوں اور چڑیلوں سے پناہ پر مشتمل یہ دعا بھی ضرور پڑھنی چاہیے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ﴾ "اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث چڑیلوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"(۳)

اس دعا کے متعلق ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿اِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَاِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ﴾ "بلاشبہ ان قضائے حاجت کے مقامات پر جنات و شیاطین موجود ہوتے ہیں لہٰذا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آنے کا ارادہ کرے تو یوں کہے "میں خبیث جنوں اور خبیث چڑیلوں سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔"(۴)

مسجد میں داخلے کے وقت استعاذہ

مسجد میں داخلے کے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان مردود سے پناہ مانگا کرتے تھے، اس دعا کے الفاظ یہ ہیں: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِیْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ "میں شیطان مردود سے عظمت والے اللہ کی اس کے کریم چہرے کی اور قدیم سلطنت کی پناہ میں آتا ہوں۔"

اس دعا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخلے کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے ﴿حُفِظَ مِنِّیْ سَائِرَ الْیَوْمِ﴾ "یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہو گیا۔"(۵)

مسجد سے نکلتے وقت استعاذہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی مسجد سے نکلے تو

---

(۱) [**صحیح**: صحیح الجامع الصغیر (۳۶۱۰) ترمذی (۶۰۶) مشکاة المصابیح (۳۵۸)]

(۲) [کما فی تحفة الاحوذی (۱۸۴/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۲) کتاب الصلاة: باب ما یقول عند الخلاء' الأدب المفرد (۶۹۲) مسلم (۳۷۵)]

(۴) [**صحیح**: السلسله الصحیحة (۱۰۷۰) مسند احمد (۳۶۹/۴) ابن حبان (۱۴۰۶) طیالسی (۶۷۹)]

(۵) [**صحیح**: صحیح ابو داود' ابو داود (۴۶۶) کتاب الصلاة: باب فیما یقوله الرجل عند دخوله المسجد]

نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر کہے ﴿اَللّٰھُمَّ اَعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ ''اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے محفوظ رکھ۔''(۱)

ہم بستری کے وقت استعاذہ

فرمانِ نبوی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

﴿بِسْمِ اللهِ، اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾ ''اللہ کے نام کے ساتھ (ہم جماع کرتے ہیں) 'اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔'' ﴿فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہُ الشَّیْطَانُ﴾ ''تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''(۲)

غصہ کے وقت استعاذہ

سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے ان میں سے ایک تو اس قدر غصے میں تھا کہ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَةً لَوْ قَالَھَا لَذَھَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ ، لَوْ قَالَ : اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ ''بلاشبہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے'' اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ '' یعنی میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا، تم نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔(۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب غصہ آ جائے تو شیطان سے پناہ مانگنی چاہیے کیونکہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر انسان اس وقت شیطان سے اللہ کی پناہ میں آ جائے تو غصہ دور ہو جائے گا اور انسان شیطان کے حملے کی وجہ سے کسی بھی غلط فیصلے اور نقصان سے بچ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے غصہ سے اجتناب اور اسے پی جانے کی بہت زیادہ تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی نصیحت فرمائی کہ ''غصہ نہ کرو۔''(۴) اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (۷۷۳) کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد]

(۲) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء : باب التسمیة علی کل حال وعند الوقاع ' مسلم (۱۴۳۴)]

(۳) [بخاری (۶۱۱۵) کتاب الادب : باب الحذر من الغضب ' مسلم (۲۶۱۰) ابو داود (۴۷۸۱)]

(۴) [بخاری (۶۱۱۶) کتاب الأدب : باب الحذر من الغضب ' ترمذی (۲۰۲۰) احمد (۳۶۲/۲)]

غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔'' (۱)

کسی مقام پر اترتے وقت استعاذہ

عہد جاہلیت میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ لوگ جب کسی غیر آباد جگہ میں رات گزارتے تو وہاں جنات سے پناہ طلب کرتے جیسے کسی علاقے کے بڑے سردار سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔ان کا عقیدہ تھا کہ ہر غیر آباد جگہ میں جنات رہائش پذیر ہوتے ہیں اوران میں بھی انسانوں کی طرح سرداراور بادشاہ ہوتے ہیں جواس شخص کوسزا دینے کا حق رکھتے ہیں جوان کے زیر تسلط علاقے میں رہائش پذیر ہولیکن ان سے پناہ طلب نہ کرے۔اسی عقیدہ وعمل کا نتیجہ تھا کہ جنات کا دماغ مزید خراب ہوگیا اور وہ سرکشی وتکبر میں اور بڑھ گئے۔اس کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ جن کی آیت نمبر ۶ میں یوں کیا گیا ہے کہ ''اور انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے جنوں کے غرور کواور زیادہ بڑھادیا تھا۔'' بعدازاں اسلام نے اس باطل عقیدے کا خاتمہ کیا اور لوگوں کوصرف ایک اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا اور کسی غیر آباد مقام یا کسی وادی میں رہائش اختیار کرنے والے کودرج ذیل دعا کے ذریعے ہر قسم کے شر سے اللہ کی پناہ پکڑنے کی تلقین کی۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جوشخص کسی مقام پر اترے اور پھر یہ دعا پڑھے:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، اس کی مخلوق کے شر سے۔'' تو جب تک وہ اس مقام سے کوچ نہیں کر جاتا اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (۲)

امام زرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی'' سے مراد ہے تمام مخلوقات (یعنی جو چیز بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی)۔ (۳) علامہ ابن علان الصدیقی الشافعی فرماتے ہیں کہ ''ہر چیز'' میں تمام نقصان دہ چیزیں شامل ہیں جیسے داخلی طور پر انسان کا اپنا نفس اور نفسانی خواہشات وغیرہ اور خارجی طور پر شیطان اور دیگر تمام اذیت پہنچانے والی اشیاء۔ (۴)

صبح وشام کے اوقات کا خاص استعاذہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح وشام یہ دعا پڑھنے کی نصیحت فرمائی ہے:

---

(۱) [بخاری (٦١١٤) كتاب الأدب : باب الحذر من الغضب ' الأدب المفرد (١٣٢٣) مسلم (٢٦٠٩)]

(۲) [مسلم (٢٧٠٨) كتاب الذكر والدعاء : باب في التعوذ من سوء القضاء]

(۳) [شرح الزرقاني على مؤطا (٤٩٩/٤)]

(۴) [دليل الفالحين شرح رياض الصالحين (٣٠٣/٦)]

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، اس کی مخلوق کے شر سے۔''(۱)

صبح وشام اور سوتے وقت استعاذہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسے کلمات سکھایئے جو میں صبح کے وقت اور شام کے وقت پڑھا کروں تو آپ ﷺ نے انہیں درج ذیل کلمات سکھائے اور فرمایا کہ صبح وشام اور سوتے وقت یہ کلمات پڑھا کرو:

﴿ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْئٍ وَمَلِيكَهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ ﴾ ''اے اللہ! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کی شراکت سے۔''(۲)

نیند میں بے چینی کے وقت استعاذہ

نبی کریم ﷺ صحابہ کو نیند میں بے چینی، گھبراہٹ اور نیند نہ آنے کے حل کے لیے درج ذیل دعا کی تلقین فرمایا کرتے تھے:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ ﴾

''میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں' اس کے غضب سے' اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسے سے اور ان کے میرے پاس حاضر ہونے سے۔''(۳)

برا خواب دیکھنے پر استعاذہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَ الْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا وَ لْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا لَا

(۱) [مسلم (۲۷۰۹) ابو داود (۳۸۹۸) ترمذی (۳٦۰٤) مسند احمد (۲۹۰/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۳۳۹۲) کتاب الدعوات، ابو داود (۵۰٦۷) مسند احمد (۱۰/۱) حاکم (۵۱۳/۱) السلسلة الصحيحة (۲۷۵۳)]

(۳) [حسن: السلسلة الصحيحة (۲٦٤) مسند احمد (۵۷/٤) ابن ابی شیبة (٦۰/۸) ابن السنی فی عمل اليوم والليلة (٦۳۸) شیخ سلیم ہلالی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[التعليق على الاذكار للنووی (۲٤۸/۱)]

تَصُرُّہُ﴾ ''اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے، پس جو شخص کوئی برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں طرف کروٹ لے کر تین مرتبہ تھوتھو کرے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے، ایسا کرنے سے وہ برا خواب اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔''(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ برا خواب دیکھنے والا کسی کو اپنا خواب بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز ادا کرے۔(۲)

وفات کے وقت شیطانی حملے سے استعاذہ

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْھَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا﴾ ''اے اللہ! میں دیوار کے گرنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اونچی جگہ سے گرنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور ڈوبنے، جلنے اور بڑھاپے کی عمر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھ پر حملہ آور ہو اور میں تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے کی وجہ سے مجھے موت آئے۔''(۳)

گدھے کی آواز سن کر استعاذہ

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَاِنَّھَا رَأَتْ مَلَکًا وَ اِذَا سَمِعْتُمْ نَھِیْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّهُ رَأَی شَیْطَانًا﴾ ''مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھو) کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔''(۴)

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ (گدھے کے ہینکنے کی آواز سن کر) تعوذ پڑھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ شیطان اور اس کے وسوسہ کے شر سے بچا جا سکے لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ کا طلبگار رہنا چاہیے۔(۵)

---

(۱) [بخاری (۶۹۹۵) کتاب التعبیر : باب من رأی النبی فی المنام ، مسلم (۲۲۶۱) ابوداود (۵۰۲۱)]

(۲) [بخاری (۷۰۱۷) کتاب التعبیر : باب القید فی المنام ، مسلم (۲۲۶۳) ابو داود (۵۰۱۹)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابوداود ، ابوداود (۱۵۵۲) کتاب الصلاۃ : باب فی الاستعاذۃ]

(۴) [بخاری (۳۳۰۳) کتاب بدء الخلق : باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال]

(۵) [کما فی تحفة الاحوذی (۹/۳۰۰)]

یہاں یہ واضح رہے کہ طبرانی کی جس روایت میں ہے کہ ﴿لَا یَنْهَقُ الْحِمَارُ حَتّٰی یَرٰی شَیْطَانًا﴾ ''گدھا صرف اسی وقت ہینکتا ہے جب شیطان کو دیکھتا ہے۔'' اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے۔(۱)

نماز کی ابتدا میں استعاذہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو نماز شروع کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر یہ پڑھتے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ''میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی حمد وثنا کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ اور تیری شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پڑھتے اور پھر یہ پڑھتے:

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾ ''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے شیطان مردود سے، یعنی اس کے وسوسے سے اور اس کی پھونک اور اس کے جادو سے۔''(۲)

دورانِ نماز شیطانی وساوس سے استعاذہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلاشبہ شیطان میرے، میری نماز اور میری قرائت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسے مجھ پر خلط ملط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهٗ خِنْزِبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَ اتْفِلْ عَلٰى يَسَارِكَ﴾ ''یہ شیطان ہے جس کو ''خنزب'' کہا جاتا ہے، اگر تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھو) اور پھر بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے یہی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ چیز ختم کر دی۔(۳)

(امام نووی رحمہ اللہ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے (نماز میں) شیطانی وسوسہ محسوس ہو اس کے لیے تعوذ پڑھ کے تین مرتبہ بائیں جانب تھوکنا مستحب ہے اور شیطان کے نماز کو خلط ملط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں

---

(۱) [السلسلة الضعيفة (٦٣٨٧)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٧٠١) كتاب الصلاة : باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم ، ابو داود (٧٧٥) ترمذى (٢٤٢) ابن ماجه (٨٠٤) مسند احمد (٥٠/٣)]

(۳) [مسلم (٢٢٠٣)]

شک وشبہ پیدا کر دینا (اور انسان کو یہ بھلا دینا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے اور کتنی باقی ہے؟)۔ (۱)

(امام ابن قیم رحمہ اللہ) اس حدیث کے فوائد میں یہ چیز شامل ہے کہ جب بندہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرلے اور بائیں جانب تھوک لے تو اسے وہ وسوسہ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی اس کی نماز منقطع ہوگی بلکہ ایسا کرنے سے اس کی نماز کامل ہو جائے گی۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اس حدیث کے ظاہر پر ہی عمل کیا جائے گا جیسا کہ اس میں بیان ہوا ہے۔ (۳)

تلاوتِ قرآن کے وقت استعاذہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [النحل : ۹۸] ''اور جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔''

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تلاوتِ قرآن سے پہلے شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے یعنی یہ الفاظ ﴿ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾ پڑھ لینے چاہییں۔ اس حکم کی وجہ سے اگرچہ کچھ اہل علم نے تلاوتِ قرآن سے پہلے استعاذہ کو واجب بھی کہا ہے (۴) لیکن جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ یہاں حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ (۵) نیز تلاوت سے پہلے استعاذے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ تلاوتِ قرآن کے دوران انسان شیطانی وساوس اور گمراہ کن افکار سے بچتے ہوئے صحیح رہنمائی حاصل کر سکے۔

بچوں کے لیے استعاذہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے ﴿ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ﴾ ''میں تم دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پورے کلموں کے ذریعے ہر شیطان اور زہریلے' ہلاک کرنے والے جانور سے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) بھی (اپنے بچوں) اسماعیل واسحٰق (علیہما السلام) کے لیے (اسی طرح) پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ (۶)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۴/۱۹۰)] (۲) [زاد المعاد (۲۹/۳)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۲۱/۵)]

(۴) [تفسير الرازی (۱۱۵/۲۰)] (۵) [تفسیر ابن کثیر (۸۷/۱)]۔

(۶) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (۴۷۳۷) مسند احمد (۲۰/۴) ابن ماجہ (۳۵۲۵) ابن حبان (۱۰۱۲) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۱۲)]

شیطان سے بچاؤ کا ایک اہم اور خاص استعاذہ

ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک رات مختلف وادیوں اور گھاٹیوں سے شیاطین اتر کر نبی کریم ﷺ پر حملے کے لیے اکٹھے ہو گئے حتی کہ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ بھی تھا جس کے ساتھ وہ آپ ﷺ کا چہرہ جلا دینا چاہتا تھا۔ تب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو شیاطین سے پناہ پر مشتمل ایک دعا سکھائی جس کی برکت سے ان کی آگ بھی بجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست خوردہ بھی کر دیا، وہ دعا یہ ہے:

﴿أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کے ان مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں جن سے نہ تو کوئی نیک تجاوز کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بد' اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا' پھیلایا اور جسم دیا' اور اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی ہے' اور اس چیز کے شر سے جو اس میں چڑھتی ہے' اور اس چیز کے شر سے جسے اس نے زمین میں پھیلایا' اور اس چیز کے شر سے جو اس سے نکلتی ہے' اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے' اور رات کے وقت ہر آنے والے کے شر سے' سوائے اس کے جو خیر لے کر آئے' اے انتہائی مہربان!۔''(۱)

دیگر مختلف اعمال

شام کو بچوں کو گھروں میں روکنا اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لینا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ ۔ أَوْ أَمْسَيْتُمْ ۔ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ وَ أَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا﴾ ''جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلتے ہیں۔ البتہ جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو، اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔''(۲)

---

(۱) [حسن : صحیح الترغیب والترھیب (۱۶۰۲) الصحیحۃ (۸۴۰) صحیح الجامع الصغیر (۷۴) مسند احمد (۴۱۹/۳) ابن السنی (۶۳۷) مجمع الزوائد (۱۲۷/۱۰)]

(۲) [بخاری (۳۳۰۴) کتاب بدء الخلق : باب صفۃ ابلیس ، مسلم (۲۰۱۲)]

رات کو برتن ڈھک کے اور چراغ بجھا کے سونا

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام کے وقت بچوں کو گھروں میں روک لیا کرو کیونکہ اس وقت شیطان پھیلتے ہیں پھر جب عشاء کے وقت میں سے ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو (تاکہ وہ چلیں پھریں) ﴿ وَ اَغْـلِقْ بَابَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ اَطْفِیْءْ مِصْبَاحَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ اَوْكِ سِقَائَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَ خَمِّرْ اِنَائَكَ وَ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا ﴾ ''پھر اللہ کا نام لے کر اپنا دروازہ بند کر لو، اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھا دو، پانی کے برتن اللہ کا نام لے کر ڈھک دو اور دوسرے برتن بھی اللہ کا نام لے کر ڈھک دو (اور اگر ڈھکن نہ ہو) تو درمیان میں ہی کوئی چیز رکھ دو۔''(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ وَ اَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ ﴾ ''اور سوتے وقت چراغ بجھا دیا کرو۔''(۲)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَ اَوْكُوا السِّقَاءَ وَ اَغْلِقُوا الْبَابَ وَ اَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَ لَا يَفْتَحُ بَابًا وَ لَا يَكْشِفُ اِنَاءً ﴾ ''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کر لو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ تو (بند) مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ (بند) دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی (ڈھکا ہوا) برتن کھول سکتا ہے۔''(۳)

اس حدیث میں چراغ بجھا کے سونے کی حکمت بھی موجود ہے کہ ﴿ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ ''بعض اوقات موذی چوہا جلتی بتی کو کھینچ لاتا ہے اور اس طرح سارے گھر کو جلا دیتا ہے۔''(٤)

دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے بچنا

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى اَنْ يُجْلَسَ بَيْنَ الضَّحِّ وَ الظِّلِّ وَقَالَ مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ ﴾ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ اور چھاؤں کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔''(٥)

---

(۱) [بخاری (۳۲۸۰) کتاب بدء الخلق]

(۲) [بخاری (۳۳۱٦) کتاب بدء الخلق]

(۳) [مسلم (۲۰۱۲) کتاب الاشربۃ : باب الامر بتغطیۃ الاناء وایکاء السقاء واغلاق الابواب]

(٤) [بخاری (۳۳۱٦) کتاب بدء الخلق]

(٥) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۳۰۸۱) مسند احمد (٤۱۳/۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٥٤٥۹)]

امام ابن اثیر رحمہ اللہ حدیث کے ان الفاظ ((بَيْنَ الضَّحِّ وَ الظِّلِّ)) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی آدھا سورج (کی دھوپ) میں اور آدھا سائے میں ہو۔''(۱) لہٰذا بیک وقت دھوپ اور سائے میں بیٹھنے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا مقام ہے۔

کھڑے ہو کر پانی پینے سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہو کر پانی پی رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ﴿ أَيَسُرُّكَ أَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ ؟ ﴾ ''کیا تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ بلی بھی پیے؟'' اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ﴿ فَإِنَّهُ قَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ ، الشَّيْطَانُ ﴾ ''تو بلاشبہ جس نے تیرے ساتھ پیا ہے وہ اس بلی سے کہیں برا یعنی شیطان ہے۔''(۲)

جن شکوک کے ذریعے شیطان دلوں تک پہنچ سکتا ہے ان کا ازالہ کرنا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رمضان کے آخری عشرے میں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا ''کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔'' انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ نے فرمایا ''شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔''(۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوا تھا کہ کہیں دونوں کے دل میں آپ کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے اور وہ کافر ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں یہ بات ان پر شفقت ورحمت کرتے ہوئے کہی نہ کہ ذاتی خیر خواہی کے لیے۔(٤)

امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو ہر ایسی مکروہ چیز سے اجتناب

---

(۱) [النهاية في غريب الحديث (۳/۱۶۳)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (تحت الحديث : ۱۷۵) مسند احمد (۷۹۹۰) دارمی (۲/۱۲۱)]

(۳) [بخاری (۲۰۳۵، ۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد، مسلم (۲۱۷۵) أبو داود (۲٤۷۰) ابن ماجة (۱۷۷۹) أحمد (۳۳۷/٦) عبد الرزاق (۸۰٦٥)]

(٤) [تلبيس ابليس (ص : ٤٦)]

کرنا چاہیے جس کے متعلق عموماً بدگمانی ہو سکتی ہو اور مشکوک چیز سے اظہارِ برائت کر کے لوگوں سے محفوظ رہنا چاہیے۔ (۱)

مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ وَلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ ﴾ ''جس بستی یا دیہات میں تین آدمی ہوں اور وہ باجماعت نماز نہ پڑھیں تو شیطان ان پر حملہ کر دیتا ہے پس تم جماعت کو لازم پکڑو، بلاشبہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا جو ریوڑ سے دور نکل جاتی ہے۔'' (۲)

اس حدیث کی شرح میں علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''یہاں مراد یہ ہے کہ شیطان اس شخص پر مسلط ہو جاتا ہے جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے خارج ہو جاتا ہے۔'' (۳) امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''شیطان جماعت اور اہل سنت سے نکلنے والے پر مسلط ہو جاتا ہے۔'' (۴) علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ''مراد یہ ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو، بلاشبہ شیطان جماعت سے دور رہتا ہے اور اُس پر حملہ کر دیتا ہے جو جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔'' (۵)

نتیجتاً یہاں دونوں مفہوم مراد لیے جا سکتے ہیں کہ جو شخص نماز باجماعت کی پابندی نہیں کرتا اس پر بھی شیطان حملہ کر دیتا ہے اور جو مومنوں کے ساتھ جماعتی زندگی بسر نہیں کرتا اس پر بھی شیطان غالب آ جاتا ہے۔ اس لیے شیطان سے بچنے کیلئے دونوں عمل اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔ مزید برآں جماعت سے وابستگی سے متعلقہ مزید چند روایات حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ ﴾ ''تم پر لازم ہے کہ جماعت سے وابستہ رہو اور تنہا رہنے سے بچو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ لگا رہتا ہے لیکن جب دو ہوں تو ان سے دور رہتا ہے اور جو جنت کے پسندیدہ مقام میں رہنا چاہتا ہے وہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہے۔'' (۶)

---

(۱) [كما في عالم الجن والشياطين (ص: ١٦٦)]

(۲) [**صحيح**: صحيح الجامع (٥٧٠١) ابوداود (٥٤٧) نسائي (٨٤٧) المشكاة (١٠٦٧)]

(۳) [شرح سنن النسائي للسندي] (٤) [شرح سنن النسائي للسيوطي]

(۵) [عون المعبود شرح ابوداود (٢/١٧٦)]

(٦) [**صحيح**: صحيح ترمذي، ترمذي (٢١٦٥) ابن ماجه (٢٣٦٣) حاكم (١/١١٤) بيهقي (٩١/١) امام حاکمؒ نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(2) ﴿ إِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِينَ : ثِنْتَانِ وَ سَبْعُونَ فِي النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ هِيَ الْجَمَاعَةُ ﴾ ''یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے بہتر (۷۲) گروہ جہنم میں اور صرف ایک گروہ جنت میں جائے گا اور یہ گروہ جماعت سے وابستہ ہوگا۔''(۱)

(3) ﴿ يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ ﴾ ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''(۲)

جماعت سے وابستگی کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بھی کہا تھا:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں   موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

صبح سویرے نماز کے لیے بیدار ہونا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جو سویا ہی رہا حتی کہ صبح ہوگئی اور وہ نماز کیلئے کھڑا ہی نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ذَالِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ أَوْ أُذُنَيْهِ ﴾ ''یہ ایسا آدمی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے یا فرمایا اس کے دونوں کانوں میں۔''(۳)

اندازہ لگائیے صبح نماز کے لیے نہ اٹھنا کتنا قبیح عمل ہے۔ کیا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا بیٹا اس کے کان میں پیشاب کرے، یقیناً نہیں! تو پھر یہ کیسے پسند کر سکتا ہے کہ اس کا بدترین دشمن شیطان اس پر پیشاب کرے۔ اس لیے شیطان کو ذلیل و رسوا کرنے اور اس کے حملے سے بچنے کے لیے صبح سویرے اٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس حوالے سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ بات کہتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے، پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق وچوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔''(٤)

نماز کی صفوں کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑنا

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ فِي خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا

---

(۱) [صحیح: السلسلة الصحيحة (٢٠٤) صحيح الترغيب (٥١) ابوداود (٤٥٩٧) ابن ماجه (٣٩٩٣)]

(۲) [صحیح: صحيح الجامع (٨٠٦٥) نسائی (٤٠٢٠) ظلال الجنة للالبانی (٨١)]

(۳) [بخاری (١١٤٤) مسلم (٧٧٤)]

(٤) [بخاری (١١٤٢) كتاب التهجد : باب عقد الشيطان على قافية الرأس اذا لم يصل بالليل ، مسلم (١٨١٦)]

الْحَذَفُ﴾ ''اپنی صفوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح (مضبوطی سے) ملاؤ اور ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ اور گردنیں برابر کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں میں اس طرح داخل ہوتا ہے جس طرح حذف (بکری کا بچہ) ہوتا ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَ حَاذُوْا بَيْنَ مَنَاكِبِكُمْ وَ لِيْنُوْا فِيْ اَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَ سُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ فِيْمَا بَيْنَكُمْ مِثْلَ الْحَذَفِ﴾ ''اپنی صفیں برابر کرو، اپنے کندھے ایک دوسرے کے برابر کرو اور اپنے بھائیوں کے حق میں نرم ہو جاؤ اور (صفوں کے) درمیانی خلا کو بند کر دو کیونکہ شیطان بکری کے بچے کی طرح تمہارے درمیان آ کر داخل ہو جاتا ہے۔''(۲)

(3) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَ سُدُّوا الْخَلَلَ وَ لِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَ لَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَ مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ﴾ ''صفوں کو قائم کرو، اپنے کندھے ایک دوسرے کے برابر کرو، اپنے بھائیوں کے حق میں نرم ہو جاؤ اور (صفوں کے درمیان) شیطان کے لیے خالی جگہیں نہ چھوڑو اور جو صف ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو صف کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا۔''(۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ شیطان مومنوں کی صفوں میں بھی گھس جاتا ہے۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بتلایا ہے کہ صفوں کو مضبوطی کے ساتھ ملایا جائے اور درمیان میں بالکل فاصلہ نہ چھوڑا جائے تاکہ شیطان صفوں میں نہ گھس سکے اس لیے ہمیں اپنی صفیں اچھی طرح ملانی چاہئیں۔

تشہد کے دوران انگشتِ شہادت کو حرکت دینا

نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے اور اپنی نظر اس (انگلی) پر جمائے رکھتے، پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿لَهِيَ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيْدِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ﴾ ''یہ یعنی انگشتِ شہادت شیطان پر لوہے سے زیادہ سخت ہے۔''(۴)

---

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۱/۱۱۹) ابو داود (۶۶۷) نسائی (۸۱۵) المشکاۃ (۱۰۹۳)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۸۴۰) صحیح الترغیب (۱/۱۱۸) مسند احمد (۵/۲۶۲) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۲۶۳)]

(۳) [صحیح: السلسلۃ الصحیحۃ (۷۴۳) صحیح الترغیب (۴۹۵) ابو داود (۶۶۶) مسند احمد (۲/۹۷)]

(۴) [حسن: المشکاۃ للألبانی (۹۱۷) مسند احمد (۲/۱۱۹)]

علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''لوہے سے زیادہ سخت ہے'' کا مطلب ہے کہ شیطان کو اس سے تیر وتلوار کی کاٹ سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ یہ انگلی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے جس سے نمازی کو کفر وشرک میں مبتلا کرنے کی شیطانی خواہش مٹی میں مل جاتی ہے۔(۱)

ہمیشہ اچھی بات کہنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں سے ہمیشہ خیر و بھلائی کی بات کی جائے اور ہمیشہ ان سے بہت پاکیزہ، شائستہ اور احسن انداز میں گفتگو کی جائے تا کہ شیطان مومنوں کے درمیان عداوت ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الاسراء : ۵۳]

''اور میرے بندوں (یعنی مومنوں) سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات زبان سے نکالیں کیونکہ شیطان انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔''

اپنے مومن بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ نہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا يُشِيْرَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ اَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ اَنْ يَنْزِعَ فِيْ يَدِهِ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے اور وہ (ایک مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''(۲)

معلوم ہوا کہ اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار کے ساتھ اشارہ کرنا اسے قتل کرنے کا سبب بن سکتا ہے جو کہ بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور جس کی وجہ سے باہمی لڑائی جھگڑے جنم لے سکتے ہیں اور یہ سارا عمل شیطان کرتا ہے۔ اس لیے شیطان کے اس فتنہ سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی حال میں بھی ہتھیار کا رخ اپنے بھائی کی طرف نہ کیا جائے۔ نہ تو سنجیدگی میں اور نہ ہی مذاق میں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ایسا سنجیدگی میں کیا جائے یا مذاق میں دونوں طرح حرمت میں برابر ہے۔(۳)

علاوہ ازیں ایک دوسری روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ

(۱) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۲۴۵/۳)]

(۲) [مسند احمد (۳۱۷/۲) بخاری (۷۰۷۲) کتاب الفتن : باب قول النبی : من حمل علينا السلاح ، مسلم (۲۶۱۷) کتاب البر والصلة والأدب : باب النهي عن الاشارة ، مصنف عبد الرزاق (۱۸۶۷۹)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۱۷۰/۱٦)]

مِنّا﴾ ''جس نے ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) خلاف اسلحہ اٹھایا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔''(۱)

کسی کو برے کام پر بد دعا نہ دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا ''اسے مارو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ حکم سن کر) ہم میں سے کوئی (اسے) اپنے ہاتھ سے مار رہا تھا' کوئی اپنے جوتے سے مار رہا تھا اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا۔ پس جب آپ (واپس) پلٹے تو لوگوں میں سے بعض نے (اسے بد دعا دیتے ہوئے) کہا ﴿ اَخْزَاكَ اللّٰهُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے''۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ ﴾ ''اس طرح مت کہو (اور یوں) اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔''(۲)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ذلیل و رسوا ہونے کی بد دعا دینا شیطان کا تعاون اس طرح ہے کہ شیطان اس شخص کے لیے گناہ کو مزین کر کے چاہتا ہے کہ اسے رسوائی حاصل ہو اور جب ان لوگوں نے اسے رسوائی کی بد دعا دے دی تو گویا انہوں نے شیطان کا مقصود حاصل کر لیا۔ اور ایک روایت کے آخر میں یہ لفظ زائد ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) لیکن تم یہ کہو' اے اللہ! اسے بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما۔''(۳)

معلوم ہوا کہ کسی کو بد دعا دینا بالخصوص کسی گنہگار کو ذلیل و رسوا ہونے کی بد دعا دینا شیطان کا تعاون ہے۔ کیونکہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ لوگ فسق و فجور کے ذریعے رسوا ہوں۔ اس لیے اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دعا دینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما کر اسے سیدھی راہ دکھائیں۔ تاہم سخت حالات میں اعداء اللہ یعنی کفار و مشرکین کے لیے بد دعا کرنا درست ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ نماز قنوت نازلہ کرتے ہوئے کافروں پر بد دعا کیا کرتے تھے۔(۴) اور بعض اوقات تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نام لے لے کر بد دعا فرماتے۔(۵)

شیطان کے لیے لقمہ نہ چھوڑنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

(۱) [بخاری (٦٨٧٤-٧٠٧٠) كتاب الديات : باب قول الله ومن أحياها ' مسلم (٩٨) نسائی (١١٧/٧٠) ابن ماجه (٢٥٧٦) احمد (٥٣-٣/٢)]

(۲) [بخاری (٦٧٧٧)]

(۳) [فتح الباری (٣١٧-٣١٦/١٠)]

(۴) [أحمد (١٣٧/٣)]

(۵) [بخاری (٤٠٨٩) كتاب المغازی : باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان ' مسلم (٦٧٧) نسائی (٢٠٣/٢) ابن خزيمة (٦٢٠) دارقطنی (٣٩/٢) احمد (١٦٢/٣)]

شَيْءٍ مِّنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَقَطَتِ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنَ الْأَذَى ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ تَكُونُ الْبَرَكَةُ ﴾ ''شیطان تمہارے ایک کے پاس اس کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے حتی کہ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے۔ جب (تمہارے کھانے کا کوئی) لقمہ گر جائے تو وہ اس سے گندگی صاف کر کے اسے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔''(۱)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس حدیث پر عمل کے تین فوائد ہیں۔ ایک نبی ﷺ کے حکم پر عمل۔ دوسرے تواضع وانکساری۔ اور تیسرے شیطان کو اس لقمہ سے محروم کرنا۔ لیکن ان فوائد کے باوجود اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر ان کے صاف ستھرے دستر خوان پر بھی کوئی لقمہ گر جائے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں (اور اسے اٹھا کر کھانے میں توہین سمجھتے ہیں) یہ سنت کی مخالفت ہے۔(۲)

(شیخ عبد المحسن العباد) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر بسم اللہ پڑھ کے کھانا شروع کیا جائے تو شیطان اس میں شرکت کی تو طاقت نہیں رکھتا البتہ اگر اس میں سے کچھ گر جائے تو اسے کھا لیتا ہے لیکن اگر صاحب طعام گرا ہوا لقمہ اٹھا کر اسے صاف کرے اور کھا لے تو پھر وہ شیطان کے لیے نہیں رہتا۔(۳)

(علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرا ہوا لقمہ اٹھا لینا اور اس سے گندگی صاف کر کے اسے کھا لینا مستحب ہے بشرطیکہ وہ کسی نجاست کی جگہ پر نہ گرا ہو اور اگر کسی نجاست کی جگہ پر گرا ہو تو وہ ناپاک ہے اس لیے اگر ممکن ہو تو اسے دھونا ضروری ہے اور اگر ناممکن ہو تو اسے کسی جانور کو کھلا دینا چاہیے اور اسے شیطان کے لیے نہیں چھوڑنا چاہیے۔(۴)

ایک جوتی میں نہ چلنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَلْيَنْعَلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی ایک جوتے میں مت چلے، اسے

---

(۱) [مسلم (۲۰۳۳) کتاب الأشربة : باب استحباب لعق الأصابع والقصعة ، مسند احمد (۳۳۱/۳) ابو داود (۳۸۴۵) ابن ماجه (۳۲۷۸) ترمذی (۱۸۰۲)]

(۲) [شرح ریاض الصالحین (۱۸۶/۱)]

(۳) [شرح سنن ابی داود (۱۵۳/۲۰)]

(۴) [عون المعبود شرح سنن ابی داود (۲۲/۱۰)]

چاہیے کہ دونوں اکٹھے پہنے یا دونوں اکٹھے اتارے۔"(۱)

معلوم ہوا کہ ایک جوتی میں چلنا ممنوع ہے اور اس کا سبب ایک دوسری روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ ﴿ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَمْشِیْ فِی النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ ﴾ "بلاشبہ شیطان ایک جوتی میں چلتا ہے۔"(۲) لہٰذا اس شیطانی فعل سے بچنے کے لیے یا تو دونوں جوتوں میں چلنا چاہیے یا پھر دونوں ہی اتار دینے چاہییں۔ علاوہ ازیں اہل علم نے اس ممانعت کی یہ حکمت بھی بیان کی ہے کہ جوتے پہننے کا مقصد پاؤں کو تکلیف دہ اشیاء مثلاً کانٹوں یا پتھروں وغیرہ سے بچانا ہے اور اگر ایک پاؤں ننگا ہوگا تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس پر مستزاد وہ صحیح طریقے سے چل بھی نہیں سکے گا' ایک طرف جہاں اس کے گرنے کا اندیشہ ہے تو دوسری طرف اسے پاؤں میں موچ آنے کا بھی خدشہ ہے۔

غیر محرم عورتوں سے تنہائی اختیار نہ کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّیْطَانُ ﴾ "کوئی بھی آدمی کسی (غیر) عورت سے تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ ان میں تیسرا شیطان ہوگا (جو انہیں برائی پر اُکسائے گا)۔"(۳)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا شیطان ہو تو کیا خیال ہے (وہ کیا کرے گا) ہمیں یقین ہے کہ وہ ان دونوں کو کسی فتنے میں ضرور مبتلا کر دے گا۔ **(العیاذ باللہ)**(۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ لَا یَخْلُوَنَّ اَحَدُکُمْ بِامْرَأَةٍ اِلَّا مَعَ ذِی مَحْرَمٍ ﴾ "تم میں سے کوئی بھی کسی (غیر) عورت کے ساتھ محرم کے بغیر تنہائی اختیار نہ کرے۔"(۵)

تنہا یا بلاضرورت عورت کا گھر سے باہر نکلنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّیْطَانُ ﴾ "عورت پردہ کی چیز ہے، جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔"(۶)

---

(۱) [بخاری (۵۸۵۵) کتاب اللباس : باب لا یمشی فی نعل واحدۃ' مسلم (۲۰۹۷) ابو داود (۴۱۳۶)]

(۲) [**صحیح** : السلسلة الصحیحة (۳۴۸) مشکل الآثار للطحاوی (۱۴۲/۲)]

(۳) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۲۵۴۶) صحیح الترغیب (۱۹۰۸) ترمذی (۱۱۷۱)]

(۴) [شرح ریاض الصالحین (تحت الحدیث : ۱۶۳۰)]

(۵) [بخاری (۳۰۰۶) مسلم (۱۳۴۱)، (۴۲۴)]

(۶) [**صحیح** : صحیح الجامع (۶۶۹۰) ارواء الغلیل (۲۷۳) الصحیحة (۲۶۸۸) ترمذی (۱۱۷۳)]

امام مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے'' سے مراد یہ ہے کہ شیطان اس عورت کی طرف نظر اُٹھاتا ہے تاکہ اسے گمراہ کر دے یا کسی اور کو اس کے ذریعے گمراہ کر دے۔(۱) علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان اس عورت کو مردوں کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔(۲)

معلوم ہوا کہ عورت کے لیے گھر کی چاردیواری ہی شیطان سے بچاؤ کا اہم ذریعہ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ﴾[الاحزاب : ۳۳] ''تم اپنے گھروں میں ہی ٹھہری رہو (اور بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلو)۔''

کوئی اجنبی عورت اچھی لگے تو فوراً اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا اور وہ آپ کو اچھی لگی تو آپ اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ اس وقت کھال کو رنگ دے رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اپنی حاجت پوری فرمائی (یعنی ان سے ہم بستری کی)۔ پھر اپنے صحابہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا ﴿ إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَ تُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَالِكَ يَرُدُّ مِمَّا فِيْ نَفْسِهِ ﴾ ''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی شکل میں ہی پیٹھ پھیر کر جاتی ہے اس لیے جب بھی تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے (یعنی اس سے ہم بستری کرے) ایسا کرنے سے وہ چیز ختم ہو جائے گی جو اس کے دل میں ہے۔''(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے اور کچھ دیر بعد گھر میں داخل ہوئے تو غسل کر کے باہر نکلے۔ صحابہ نے غسل کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَرَّتْ بِيْ فُلَانَةٌ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ شَهْوَةُ النِّسَاءِ ... ﴾ ''فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں عورت کی خواہش پیدا ہوئی تو میں اپنی ایک بیوی کے پاس آیا اور اس سے ہم بستر ہوا۔ پس تم بھی اسی طرح کیا کرو، یقیناً حلال راستہ اختیار کرنا تمہارے بہترین اعمال میں سے ہے۔''(۴)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی (غیر) عورت کو دیکھے اور اس کی

---

(۱) [فيض القدير (٦/٣٤٦)]

(۲) [تحفة الاحوذى (٤/٢٨٣)]

(۳) [مسند احمد (٣/٣٣٠) مسلم (١٤٠٣) كتاب النكاح : باب ندب من رأى امرأة فوقعت فى نفسه]

(۴) [صحيح : السلسلة الصحيحة (٢٣٥)]

شہوت بھڑک اٹھے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی یا لونڈی ہو تو اس کے پاس آئے اور اس سے ہم بستری کرے، ایسا کرنے سے اس کی شہوت دور ہو جائے گی اور اس کے نفس کو سکون آ جائے گا (اور وہ کسی شیطانی وسوسے کا شکار ہونے سے بھی بچ جائے گا)۔[1]

تین یا تین سے زیادہ افراد کی جماعت میں سفر کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَ الرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَ الثَّلَاثَةُ رَكْبٌ ﴾ ''ایک سوار (مسافر) شیطان ہے اور دو سوار بھی شیطان ہیں جبکہ تین جماعت ہیں۔''[2]

اہل علم کا کہنا ہے کہ ''ایک سوار شیطان ہے'' سے مراد ہے وہ شیطان کے حکم میں ہے یا اس کا یہ فعل شیطانی فعل ہے۔[3] علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ امام مظہر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکیلے یا دو آدمیوں کا سفر کرنا ممنوع ہے اور جو بھی کسی ممنوع کام کا ارتکاب کرتا ہے وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور جو شیطان کی اطاعت کرتا ہے گویا کہ وہ وہی ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے ایسے شخص پر شیطان کا لفظ بولا ہے۔ شرح السنہ میں ہے کہ (امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میرے نزدیک حدیث کا معنی وہی ہے جو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان ایک اور دو آدمیوں کو وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے لیکن جب تین آدمی ہوں گے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ امام خطابی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اکیلے رہنا اور اکیلے سفر کرنا یقیناً شیطانی عمل ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس پر شیطان ہی انسان کو اُبھارتا ہے اور دو کا بھی یہی معاملہ ہے، البتہ جب تین آدمی ہوں تو وہ ایک جماعت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر اکیلا مسافر راستے میں کہیں فوت ہو جائے تو وہاں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اسے غسل دے یا دفنا دے اور نہ ہی کوئی ایسا ہوگا جسے وہ اپنے مال کی وصیت کر دے اور پھر وہ اس کا ترکہ بحفاظت اس کے اہل و عیال تک پہنچا دے۔ لہٰذا اگر وہ تین ہوں گے تو ایک دوسرے کا تعاون کریں گے، اپنے کام اور پہرہ داری کے اوقات تقسیم کر لیں گے، با جماعت نماز پڑھیں گے اور سامان کی بھی حفاظت کریں گے۔[4]

ان تمام تشریحات سے وہ تمام اسباب و وجوہات نکھر کر سامنے آ جاتی ہیں جن کی بنا پر اکیلے مسافر کو شیطان کہا گیا ہے۔ لہٰذا انسان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اکیلے سفر نہ کرے۔ تاہم اگر کوئی مجبوری ہو یا تلاش کے باوجود کوئی ساتھی نہ ملے تو اکیلے سفر کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۷۸/۹)]

(۲) [حسن: الصحیحة (۶۲) صحیح الترغیب (۳۱۰۸) ابوداود (۲۶۰۷) ترمذی (۱۶۷۴)]

(۳) [المنتقی شرح مؤطا (۴۳۲/۴)]

(۴) [تحفة الاحوذی (۲۶۱/۵)]

جمائی کو روکنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِكْ بِیَدِهٖ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ ﴾ ''جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے ہاتھ سے اسے روکے کیونکہ شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔''(۱)

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب انسان جمائی لینے کے لیے منہ کھولتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔(۲) شیخ عبد المحسن العباد فرماتے ہیں کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ شیطان ابن آدم (کے جسم) میں خون کی طرح گردش کرتا ہے لہٰذا (جب وہ جمائی لینے کے لیے منہ کھولتا ہے اور اسے ہاتھ کے ساتھ نہیں روکتا) تو شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے۔(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی جمائی کو نہیں روکتا اور (منہ کھول کے) ہاہا کرتا ہے تو ﴿ ضَحِكَ الشَّیْطَانُ ﴾ ''شیطان ہنستا ہے۔''(٤) معلوم ہوا کہ جمائی شیطان کو بہت پسند ہے (کیونکہ اس سے انسان میں سستی جو پیدا ہوتی ہے) اور بعض اوقات تو وہ جمائی کے وقت انسان کے منہ میں داخل بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی کسی کو جمائی آئے وہ اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرے۔

جلد بازی سے بچنا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ التَّاَنِّیْ مِنَ اللّٰهِ وَ الْعَجَلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ ﴾ ''انتظار (اور صبر و تحمل) اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔''(٥)

معلوم ہوا کہ جلد بازی شیطان کا پسندیدہ کام ہے کیونکہ وہ اس کے ذریعے انسان کو بہت سارے نقصانات کا شکار بنا دیتا ہے۔ بلاشبہ بہت سے فوائد و مصالح ایسے ہیں جو محض جلد بازی اور مناسب غور و فکر کے بغیر کام کرنے کی وجہ سے انسان ضائع کر بیٹھتا ہے اور ایسا کرنے پر انسان کو شیطان ہی اُبھارتا ہے۔ لہٰذا ہر کام کرنے سے پہلے انسان کو چاہیے کہ اس کی تمام جوانب پر گہرائی سے سوچ بچار کرے۔ اسی میں اس کے لیے خیر ہے اور یہی صفت اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا تھا، تم میں دو خصلتیں

---

(۱) [مسلم (۲۹۹٥) کتاب الزهد]

(۲) [فیض القدیر (۱/٤۰٤)]

(۳) [شرح سنن ابی داود (۲۸/٤۳۷)]

(٤) [بخاری (۳۲۸۹) کتاب بدء الخلق، مسند احمد (۲/٥۱٦) ابن حبان (٦/۱۲۱)]

(٥) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۷۹٥) صحيح الترغيب (۱٥۷۲)]

ایسی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتے ہیں ﴿ الْحِلْمُ وَ الْأَنَاةُ ﴾ ''بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔''(١) یہاں یہ یاد رہے کہ غور وفکر بھی صرف انہی کاموں میں کرنا چاہیے جو غور وفکر کے محتاج ہیں اور جو کام بالکل واضح ہیں جیسے نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی اور مساجد کی تعمیر وغیرہ تو ایسے کاموں کو فوراً کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے کہ ''تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔''(٢) ایسے اُمور میں بلاوجہ سوچ میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ ﴾ ''یہ تو ایک جھپٹا ہے جس کے ذریعے شیطان بندے کی نماز کو جھپٹ لیتا ہے۔''(٣)

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''شیطان بندے کی نماز کو جھپٹ لیتا ہے'' سے مراد یہ ہے کہ شیطان ہی انسان کو ایسی حرکات پر اُبھارتا ہے۔(٤) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اختلاس یہ ہے کہ چھپ کر کوئی چیز پکڑ لینا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان دورانِ نماز انسان پر غلبہ پا کر اسے دائیں بائیں دیکھنے کی رغبت دلاتا ہے تاکہ اس کے اجر میں کمی کرا سکے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (دورانِ نماز) اپنے چہرے کے ساتھ بندے کی طرف رخ کیے ہوتے ہیں لیکن جب بندہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔(٥)

معلوم ہوا کہ شیطان ہی انسان کی نماز خراب کرنے، اس کے خشوع خضوع میں نقص پیدا کرنے اور نمازی کی توجہ نماز سے ہٹانے کے لیے دورانِ نماز اسے اِدھر اُدھر دیکھنے پر اُبھارتا ہے۔ لہٰذا شیطان کے اس حملے سے بچنے کے لیے ایسی حرکات سے اجتناب کرنا چاہیے، جمہور علماء نے دورانِ نماز اس عمل کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔

کبوتر بازی سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ :

---

(١) [مسلم (١٧) كتاب الايمان : باب الأمر بالايمان بالله تعالى ورسوله]

(٢) [فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۔ البقرة : ١٤٨، المائدة : ٤٨]

(٣) [بخارى (٧٥١) كتاب الأذان : باب الالتفات فى الصلاة ' ابو داود (٩١٠) ترمذى (٥٩٠)]

(٤) [تحفة الاحوذى (١٦١/٣)]

(٥) [شرح رياض الصالحين (تحت الحديث : ١٧٥٦)]

شَیْطَانٌ یَتْبَعُ شَیْطَانَةً ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کسی کبوتر کے تعاقب میں ہے تو آپ نے فرمایا' شیطان شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔''(۱)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کبوتر کے پیچھے لگنے والے شخص کو شیطان اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وہ حق سے دور ہے اور ایسے کام میں مشغول ہے جو بے فائدہ ہے اور کبوتر کو شیطان اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اسی نے اسے اللہ کے ذکر سے غافل کیا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بچوں اور انڈوں کے لیے یا دل بہلانے کے لیے یا خطوط روانہ کرنے کے لیے کبوتر رکھنے میں کوئی کراہت نہیں لیکن اگر اڑانے کے لیے کبوتر رکھے جائیں تو صحیح قول کے مطابق یہ عمل مکروہ ہے اور اگر کبوتر بازی کے ساتھ جوا بھی مل جائے تب تو شہادت ہی مردود ٹھہرتی ہے۔(۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کبوتروں کے ساتھ کھیل کود کرنا (یعنی کبوتر بازی) ممنوع ہے ... اور جو کوئی کبوتروں کے ساتھ کھیل کود کرتا ہے وہ ایک تو لوگوں کی حرمتوں کو جھانکتا ہے اور دوسرے انہیں پتھر بھی مارتا ہے جو پڑوسیوں پر گرتے ہیں پھر اسے اس پر ملامت کی جاتی ہے اور روکا بھی جاتا ہے، تو یقیناً یہ کام پڑوسیوں پر ظلم و زیادتی کے مترادف ہے مزید برآں یہ ایسا کھیل ہے جو شرعاً ممنوع بھی ہے۔(۳) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاکم وقت پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے سروں (یعنی اونچے مقامات یا چھتوں) پر چڑھ کر کبوتر بازی کرنے والوں کو روکے کیونکہ وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے لوگوں اور ان کی پردہ کی چیزوں کو جھانکنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔(۴)

معلوم ہوا کہ کبوتر بازی بھی ایک شیطانی کام ہے جس میں نہ صرف انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات وہ ذکرِ الٰہی سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور اگر کبوتر بازی جوئے پر مشتمل ہو تو اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں۔ لہٰذا شیطان کے اس پسندیدہ کام سے بھی اجتناب ہی بہتر ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا اور لینا دینا

(1) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿لَا یَأْکُلْ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِهِ وَ لَا یَشْرَبْ بِشِمَالِهِ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ یَأْکُلُ

---

(۱) [**حسن صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۳۷۲٤) صحیح الادب المفرد (۹۸۲) المشکاۃ (٤٥۰٦) ابن ماجه (۳۷٦٥) ابو داود (٤۹٤۰) مسند احمد (۳٤٥/۲) بیهقی (۲۱۳/۱۰)] ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کے شواہد موجود ہیں اور یہ حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔[الاسرار المرفوعة (ص : ٤۷۰)] شیخ عبدالقادر ارناؤوط کی تحقیق کے مطابق اس کی سند حسن ہے۔[تحقیق علی جامع الاصول (۸٤۱۳)، (۷٤۸/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۸٥۲٤)]

(۲) [عون المعبود (۱۹٤/۱۳)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲٤٦/۳۲)] (٤) [الطرق الحکمیة (ص : ٤۰۸)]

بِشِمَالِهِ وَ يَشْرَبُ بِشِمَالِهِ ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے مت کھائے پئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔''(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ لِيَأْكُلْ اَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ وَ لِيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ وَ لِيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ وَ يُعْطِي بِشِمَالِهِ وَ يَأْخُذُ بِشِمَالِهِ ﴾ ''تم سے ہر کوئی دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پئے، دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا، بائیں ہاتھ سے پیتا، بائیں ہاتھ سے دیتا اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔''(۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا یا کچھ لینا دینا شیطانی کام ہے اور اس شیطانی کام یا شیطان کی پیروی یا مشابہت سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھایا پیا جائے اور کچھ دیتے یا لیتے وقت بھی دایاں ہاتھ ہی استعمال کیا جائے۔

قیلولہ کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ قِيلُوْا فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَا تَقِيْلُ ﴾ ''قیلولہ کرو، بلاشبہ شیطان قیلولہ نہیں کرتے۔''(۳)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ امام جوہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قیلولہ دوپہر کے وقت سونے کا نام ہے اور امام ازہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قیلولہ عرب کے ہاں نصف النہار کے وقت کچھ دیر استراحت کو کہا جاتا ہے خواہ سویا نہ بھی جائے ... سلف وخلف کا ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ وہ قیلولہ کیا کرتے تھے تاکہ انہیں قیام اللیل کے لیے اٹھنے میں تعاون حاصل ہو سکے۔(٤)

معلوم ہوا کہ قیلولہ کرنا مستحب ہے، جمہور اسی کے قائل ہیں اور اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ایسا کرنے میں شیطان کی مخالفت ہے اور دوسرے یہ کہ دوپہر کو کچھ دیر آرام کر لینے سے انسان دوبارہ چست اور چاق وچوبند ہو جاتا ہے اور رات کے وقت بھی بآسانی تہجد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے کیونکہ سوتے وقت وہ بہت زیادہ تھکا نہیں ہوتا۔

گھر کو گھنٹی، کتوں اور تصاویر سے پاک رکھنا

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ ﴾ ''گھنٹی

---

(۱) [صحیح : الصحيحة (۱۲۳٦) ترمذی (۱۷۹۹) ابن ماجه (۳۲٦٦) ابو داود (٤۱۳۷)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۱۲۳٦) صحيح الترغيب (۲۱۱٤) ابن ماجه (۳۲٦٦)]

(۳) [حسن : السلسلة الصحيحة (۱٦٤۷) صحيح الجامع (٤٤۳۱) ابو نعيم في " الطب " (۲/۱۲ نسخة السفرجلاني) وفي " اخبار اصفهان " (۱/۱۹٥) ، (۲/٦۹)]

(٤) [فيض القدير (٤/٦۹٥)]

شیطان کے باجے ہیں۔"(۱)

امام مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ گھنٹی کو شیطان کا باجا اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اس کی آواز ذکر وفکر سے غافل کر دیتی ہے اور یہی شیطان چاہتا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ جو بھی ایسی آواز سنے اپنے کان بند کر لے۔(۲) امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق گھنٹی کی آواز ناپسند کرنے کی وجہ سے فرشتے اس جگہ نہیں آتے جہاں یہ گھنٹی ہو۔(۳) علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ متقدم علمائے شام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ بڑی گھنٹی ناپسندیدہ ہے چھوٹی نہیں۔ جبکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث کے لفظ مطلق ہیں جن میں ہر گھنٹی شامل ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اور یہاں بڑی گھنٹی کی قید دلیل کی محتاج ہے (جو کہ موجود نہیں)۔(٤)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ﴾ "فرشتے ان مسافروں کے ساتھ نہیں رہتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔"(٥)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت واستغفار کے فرشتے ہیں۔(٦)

(3) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں صبح کی کہ آپ غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے، خاموش تھے۔ آپ فرمانے لگے جبرئیل علیہ السلام نے آج رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہیں ملے اللہ کی قسم انہوں نے (کبھی) وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر آپ کے دل میں کتے کے ایک بچے کا خیال آیا جو آپ کی چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حکم دیا تو اسے نکال دیا گیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کی جگہ پر پانی چھڑکا پس جب شام ہوئی تو آپ کو جبرئیل علیہ السلام ملے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ نے تو مجھ سے کل رات ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا ﴿أَجَلْ وَلَكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ﴾ "ہاں، لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔"(۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں گھنٹی، کتا یا تصاویر ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے نہیں آتے اور

---

(۱) [مسلم (۲۱۱٤) کتاب اللباس : باب کراهة الكلب والجرس فی السفر]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير (۹۹۲/۱)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٩٥/١٤)]

(٤) [تحفة الاحوذی (۲۹۳/٥)]

(٥) [مسلم (۲۱۱۳) کتاب اللباس : باب كراهة الكلب والجرس فی السفر]

(٦) [شرح السيوطی علی مسلم (١٥٣/٥)]

(۷) [مسلم (۲۱۰٥) کتاب اللباس : باب تحريم تصوير صورة الحيوان]

بلاشبہ جہاں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے وہاں شیطان ضرور آتا ہے۔ لہٰذا شیطان سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ گھر کو اس قسم کی تمام اشیاء سے پاک رکھا جائے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ گھنٹی سے مراد ساز کی آواز پر مشتمل گھنٹی ہے اور اگر گھنٹی ساز کے بجائے انسانی آواز یا کسی ذکر جیسے السلام علیکم ، الله اکبر اور سبحان الله وغیرہ پر مشتمل ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کتے سے مراد وہ کتا ہے جو محض شوقیہ گھر میں رکھا ہو اور اگر مویشیوں یا کھیتوں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا رکھا ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان اُمور کے لیے کتا رکھنا شرعاً جائز ہے۔ نیز تصاویر سے مراد صرف جاندار کی تصاویر ہیں کیونکہ بے جان اشیاء کی تصاویر بنانے کی شرعاً اجازت ہے۔

نبی ﷺ کی شان میں غلو نہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آ کر نبی ﷺ کو کہا، اے ہمارے سردار! اے ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہمارے بہترین! اے ہمارے بہترین کے بیٹے! ۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَـأَيُّهَـا الـنَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ اللهِ ، عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ ، وَ الـلّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ ﴾ ”اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو (اور اپنی بات کہو) کہیں تمہیں شیطان مائل نہ کر دے۔ (یاد رکھو!) میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس مقام سے اوپر اٹھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔“ (۱)

شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں کہ ”کہیں تمہیں شیطان مائل نہ کر دے“ کا مطلب یہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں ہلاک نہ کر دے یا کہیں وہ تمہیں گمراہی میں مبتلا نہ کر دے یا کہیں وہ تمہیں ایسی خواہش میں مبتلا نہ کر دے جو تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ بلاشبہ شیطان آہستہ آہستہ بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے حتی کہ اسے ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ شیطان، بتدریج اس کے حملے اور اس کے پھسلانے سے ڈرے اور شیطان کے کسی بھی معاملے میں سستی نہ کرے خواہ کوئی معاملہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہی بڑا اور عظیم بھی ہو سکتا ہے... ”میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے اونچا اٹھاؤ“ یہ وہ حکمت ہے جس بنا پر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو منع فرمایا۔ آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ آپ کو آپ کے حقیقی مرتبے یعنی عبودیت و رسالت سے اٹھا کر ربوبیت کی جانب نہ لے جائیں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کیا تھا... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدح

(۱) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۱۰۷۲) مسند احمد (۱۵۳/۳) الضياء في المختارة (۱۶۲۷) عبد بن حميد (۱۳۰۹)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۲۵۵۱)]

وستائش کرتے ہوئے نبی ﷺ کے حق میں غلو سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (۱)

لوگوں کو یہ نصیحت آپ ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر یوں فرمائی ہے ﴿لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ﴾ "میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے بارے میں کیا تھا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔" (۲)

واضح رہے کہ دنیا میں شرک و بت پرستی کا آغاز بھی اولیاء وصالحین کی شان میں غلو کی وجہ سے ہی ہوا تھا اور اس کا محرک شیطان ہی تھا۔ (۳) لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی ﷺ کی ہدایات کے مطابق آپ کی شان میں غلو (حد سے تجاوز) سے اجتناب کیا جائے اور احسن طریقے سے دعوت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں کو بھی یہ بات سمجھائی جائے۔ کیونکہ آج بھی شیطان لوگوں کو اس بیماری مبتلا کر چکا ہے اور روزانہ ہزاروں عقیدت منداور نام نہاد محبِّ رسول کہیں نعتوں میں، کہیں قوالیوں میں، کہیں تقریروں میں اور کہیں تحریروں میں آپ ﷺ کی شان میں غلو کا ارتکاب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

فضول خرچی سے بچنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ [الاسراء: ۲۶۔ ۲۷] "اور فضول خرچی نہ کرو، بیشک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔"

فضول خرچ کو شیطان کا بھائی اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ کام شیطان کو بہت پسند ہے۔ اسی لیے اسلام نے مال کے ضیاع کو ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ﴾ "نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔" (٤) اور قرآن کریم میں اللہ کے بندوں کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ نہ تو کنجوسی کرتے ہیں اور نہ ہی فضول خرچی (بلکہ ہمیشہ میانہ روی کا مظاہرہ کرتے ہیں)۔ (٥)

واضح رہے کہ فضول خرچی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ انسان بلاضرورت گھر میں سامان اکٹھا کرتا جائے۔ یہی بات

---

(۱) [اعانة المستفيد شرح كتاب التوحيد (۲/۳۱۲)]

(۲) [بخاری (۳٤٤٥) مسند احمد (۱/۲۳)]

(۳) [بخاری (٤٩٢٠) كتاب تفسير القرآن : باب ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق]

(٤) [بخاری تعليقا : كتاب الزكاة : باب لا صدقة الا عن ظهر غنى ، غاية المرام (٦٩)]

(٥) [وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ... سورة الفرقان : آیت ٦٧]

سمجھانے کے لیے ایک مرتبہ نبی ﷺ نے گھر کے بستروں کے متعلق فرمایا کہ ﴿ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَ فِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ وَ الرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ ﴾ ''ایک بستر مرد کے لیے، ایک اس کی عورت کے لیے، ایک مہمان کے لیے اور چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔''(۱)

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چوتھے بستر کو شیطان کے لیے اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وہ زائد از ضرورت ہے اور فضول خرچی اور دنیوی زیب و زینت اختیار کرنے میں شمار ہوتا ہے اور یہ کام شیطان کو پسند ہے۔ اسی لیے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔(۲) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز بھی ضرورت سے زائد ہو اور اسے محض فخر، غرور، تکبر اور دنیوی زیب و زینت کے لیے رکھا گیا ہو تو یہ مذموم ہے اور ہر مذموم کام کی نسبت شیطان کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہی ایسا کرنے پر اُکساتا ہے، اس سے خوش ہوتا ہے اور ایسے کاموں پر تعاون بھی کرتا ہے۔(۳) شیخ عبد المحسن العباد فرماتے ہیں کہ اس بات کو انسان کی عادت پر محمول کیا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس زیادہ مہمان آتے ہیں تو اس کے (ضرورت کے) بستروں کی تعداد بھی اسی لحاظ سے شمار کی جائے گی اور اگر کسی کے پاس مہمان کم آتے ہیں تو اس کا حساب اسی کے مطابق لگایا جائے گا۔ مقصود صرف یہ ہے کہ گھر میں کوئی چیز محض فخر و غرور کے لیے یا ضرورت سے زائد نہ رکھی جائے۔ البتہ اگر کسی چیز کے (زیادہ تعداد میں) رکھنے کی ضرورت موجود ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔(٤)

سترے کے قریب ہو کر کھڑا ہونا

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا ، لَا يَمُرُّ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا ﴾ ''جب تم میں سے کوئی سترے کی جانب (رخ کر کے) نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے قریب ہو کر کھڑا ہو (تاکہ) شیطان اس کے اور سترہ کے درمیان سے نہ گزر سکے۔''(٥)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نمازی سترے کے قریب ہو کر کھڑا ہو ﴿ لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ صَلَاتَهُ ﴾ ''(تاکہ) شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے۔''(٦)

---

(۱) [مسلم (۲۰۸٤) مسند احمد (۲۹۳/۳) ابو داود (٤١٤٢) نسائی (۳۳۸۵)]

(۲) [فیض القدیر (٥٥٨/٤)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٥٩/١٤)]

(٤) [شرح سنن أبی داود (۲۳٦/۲۳)]

(٥) [**صحیح** : السلسلة الصحیحة (۱۳۸٦) طبرانی کبیر (۷۹/۱۰) بیهقی (۲۷۲/۲)]

(٦) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (٦٥٠) ابو داؤد (٦٩٥) کتاب الصلاة : باب الدنو من السترة ، نسائی (۷٤۸) کتاب القبلة : باب الامر بالدنو من السترة ، المشکاة (۷۸۲)]

سترہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے انسان بوقتِ نماز اپنی سجدہ گاہ کے سامنے نصب کرتا ہے جیسے لکڑی، نیزہ، دیوار اور ستون وغیرہ۔ درج بالا روایات سے معلوم ہوا کہ ایک تو نمازی کو اپنے سامنے سترہ ضرور رکھنا چاہیے اور دوسرے یہ کہ نماز میں سامنے سے شیطان کے گزرنے اور شیطان کی طرف سے نماز تڑوانے کی کوشش سے بچنے کے لیے نمازی کو سترے کے قریب ہو کر کھڑا ہونا چاہیے اور اپنے اور سترے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے جس میں بآسانی سجدہ کیا جا سکے۔ لہٰذا یہ یاد رہے کہ اگر کوئی سترہ نہیں رکھتا یا دور رکھتا ہے تو سامنے سے شیطان بھی گزر سکتا ہے اور نماز بھی ٹوٹ سکتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ امام بغوی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اہل علم نے سترے کے قریب ہو کر کھڑے ہونے کو مستحب کہا ہے ... اور ابوداود کی ایک روایت میں اس کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ... کہیں شیطان اس کی نماز نہ توڑ دے۔[۱] شیخ عبد المحسن العباد کی توضیح کے مطابق بھی نمازی اور سترے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر کوئی نمازی سامنے سترہ نہیں رکھتا یا سترہ دور رکھتا ہے تو شیطان اس کی نماز میں تشویش اور خلل اندازی کی کوشش کر سکتا ہے جس کے باعث نماز میں نقص واقع ہو سکتا ہے۔[۲]

وفات کی خبر سن کر رونے سے بچنا

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ فرمایا تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی باہر نکلے، آپ ﷺ انہیں نصیحت فرما رہے تھے، وہ سوار تھے اور آپ ﷺ پیدل چل رہے تھے، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو (آخر میں) فرمایا﴿ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا وَ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ وَ قَبْرِيْ ﴾ ''اے معاذ! یقیناً قریب ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھ سے نہیں ملو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے ہی گزرو گے۔'' یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے جدائی کے غم سے رونے لگے تو آپ نے فرمایا﴿ لَا تَبْكِ يَا مُعَاذُ لَلْبُكَاءُ أَوْ إِنَّ الْبُكَاءَ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴾ ''اے معاذ! مت رو، یقیناً (کسی کی وفات کی خبر پر رونا دھونا) شیطان کی طرف سے ہے۔''[۳]

شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ ''رونا شیطان کی طرف سے ہے'' سے مراد ایسا رونا ہے جو چیخ و پکار پر

---

(۱) [فتح الباری (۱/۵۷۵)]

(۲) [شرح سنن ابی داود (۴/۲۸۱)]

(۳) [صحیح : السلسلۃ الصحیحۃ (۲۴۹۷) مسند احمد (۵/۲۳۵) طبرانی کبیر (۲۰/۲۴۲) بیھقی فی السنن (۱۰/۸۶) وفی دلائل النبوۃ (۵/۴۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۰۵۴)]

مشتمل ہو جبکہ اس کے علاوہ مطلق رونا تو رحمت ہے۔(۱) جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب اپنی ایک بیٹی کے بچے کو موت وحیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس (رونے) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا﴿ هَـٰذِهِ رَحْـمَةٌ جَـعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرحَمُ اللّٰـهُ مِن عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ﴾ ''یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اُن پر ہی رحم فرماتے ہیں جو لوگ خود رحم کرنے والے ہیں۔''(۲)

معلوم ہوا کہ اگر کسی کی وفات کی خبر سن کر یا کسی کو موت وحیات کی کشمکش میں دیکھ کر محض فرطِ غم کے باعث آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر رونے کے ساتھ چیخ وپکار بھی کی جائے یا نوحہ خوانی کی جائے یا گریبان پھاڑا جائے یا ایسی باتیں کی جائیں جن سے تقدیر پر ایمان کی نفی ہوتی ہو تو ایسے تمام کام یقینی طور پر شیطانی کام اور حرام ہیں، ان سے بہر صورت بچنا چاہیے۔

جادو کا علاج جادو کے ذریعے نہ کرانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ: هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ سے نشرہ (یعنی جادو کے ذریعے جادو کا علاج کرنے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا' یہ شیطانی کام ہے۔''(۳)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سحر زدہ شخص سے جادو ختم کرنے کو ''نشرہ'' کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جادو کو جادو کے ذریعے ہی ختم کیا جائے۔ یہ ناجائز اور شیطانی عمل ہے... دوسری صورت یہ ہے کہ دم' تعوذات' ادویات اور مباح دعاؤں کے ذریعے اس کا علاج کیا جائے۔ یہ عمل بلا تردد جائز ہے۔(۴) معلوم ہوا کہ جادو کا علاج تو کرانا چاہیے لیکن جادو کے ذریعے نہیں بلکہ مسنون اذکار و وظائف اور شرعی دم درود کے ذریعے۔

لَوْ (اگر) کے لفظ سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا وَ لَكِنْ قُلْ ((قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ)) فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ

(۱) [الموسوعة الحديثية (تحت الحديث: ۲۲۰۵٤)، (۳۷۸/۳٦)]

(۲) [بخاری (۱۲۸٤) کتاب الجنائز: باب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه' مسلم (۹۲۳)]

(۳) [صحیح: هدایة الرواة (۲۷۹/٤) ابو داود (۳۸٦۸) کتاب الطب: باب النشرة' مستدرك حاكم (٤۱۸/٤) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(٤) [زاد المعاد (۱۲٤/٤) کتاب التوحید، للإمام محمد بن عبد الوهاب: باب ما جاء فی النشرة]

الشَّيْطَانِ ﴾ ''اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یوں نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ یوں کہو' اللہ تعالیٰ نے (اسی طرح) تقدیر میں لکھا تھا اور اس نے جو چاہا کر دیا'' بلاشبہ لَوْ (اگر) کا لفظ شیطان کا عمل شروع کر دیتا ہے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو جزع فزع کی بجائے یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ایسا صرف اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کی وجہ سے ہی ہوا ہے اور بلاشبہ ہمیں معلوم نہیں کہ خیر و بھلائی کس چیز میں ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نقصان کرایا ہے اسی میں کوئی خیر کا پہلو مضمر ہو کیونکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے لیکن وہ اس کے لیے بری ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[البقرة : ٢١٦] ''اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس لیے ہر قسم کے نقصان کی صورت میں صرف یہی الفاظ زبان پر لانے چاہییں کہ ﴿ قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھا تھا اور جو چاہا وہ کر دیا''۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ ''اگر میں یوں کرتا تو یوں ہوتا'' اور اپنی ذات کو ہی موجبِ نقصان ٹھہرایا جائے تو اس سے شیطان کا دروازہ کھل جاتا ہے، وہ انسان کے دل میں مختلف قسم کے اوہام و خیالات اور وساوس ڈالنا شروع کر دیتا اور انسان کو پریشان اور غمگین بنا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ یاد رہنا چاہیے کہ لَوْ (اگر) کا لفظ شیطان کے دروازے کی چابی ہے اور اسے بند کرنے کا طریقہ یہ الفاظ ﴿ قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ ﴾ ہیں۔ یہ الفاظ کہنے سے اس کے شر اور وساوس سے بھی چھٹکارا مل جائے گا اور انسان غمگین و پریشان ہونے سے بھی بچ جائے گا۔

یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر لَوْ کا لفظ ممنوع ہے تو پھر نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے حج تمتع کرنے کی خواہش کا اظہار کیوں کیا ﴿ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً ﴾ ''اگر مجھے اپنے معاملے کا پہلے علم ہوتا کہ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں قربانی لے کر نہ چلتا بلکہ اسے عمرہ بنا لیتا۔''(۲) تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت ماضی کے کسی کام پر جزع فزع کرتے ہوئے یوں کہنے میں ہے کہ ''اگر میں یوں کرتا تو یوں ہوتا'' جبکہ نبی ﷺ نے تو مستقبل کی خبر دی ہے کہ اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی اپنے حج کو تمتع بنا لیتا۔ اس لیے ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

---

(۱) [مسلم (٢٦٦٤) كتاب القدر، ابن ماجه (٧٩)]

(۲) [صحيح : صحيح نسائي، نسائي (٢٧١٢) مسند احمد (٣٢٠/٣) ابن الجارود (٤٦٥) ابو يعلى (٢١٢٦)، عبد بن حميد (١١٣٥) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٤٤٨٠)]

باوضو ہو کر سونا

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر (سونے کی غرض سے) آنے کا ارادہ کرو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹو اور یہ دعا پڑھو...... پھر اگر (رات سوتے ہوئے) تم فوت ہو گئے تو تم فطرت (یعنی فطرتِ اسلام) پر فوت ہو گے۔[1]

ہر چند کہ اس حدیث میں شیطان سے بچاؤ کی وضاحت نہیں لیکن ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص باوضو ہو کر رات گزارتا ہے وہ ساری رات فرشتوں کی حفاظت میں رہتا ہے حتی کہ ایک فرشتہ اس کے ساتھ رہتا ہے جو اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اپنے اس بندے کو معاف فرما کہ جس نے طہارت کی حالت میں رات گزاری ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ باوضو انسان ساری رات فرشتوں کی حفاظت میں رہتا ہے اور یقیناً جس کی حفاظت میں فرشتے موجود ہوں شیطان اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ لہٰذا رات کے وقت باوضو ہو کر سونا شیطان سے بچاؤ کا ایک مفید اور مؤثر ذریعہ ہے۔

(۱) [بخاری (٦٣١١) كتاب الدعوات : باب اذا بات طاهرا وفضله ، مسلم (٢٧١٠) ابوداود (٥٠٤٧)]

(۲) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (٥٩٧) السلسلة الصحيحة (٢٥٣٩) شعب الايمان (٢٨٣/٤) النسائی فی السنن الكبرى (١٠٦٤٥) وفی عمل اليوم والليلة (٨٠٩) احياء علوم الدين (١٧٢/٢) المسند الجامع (١٠٧٩٠) كنز العمال (٤١٣٣٦)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[فتح الباری (١٠٩/١١)] امام منذریؒ اور امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الترغيب (١٣/٢) مجمع الزوائد (١١٣٠)، (٥١٨/١)]

باب الاحادیث الضعیفۃ عن الشیاطین

شیاطین سے متعلقہ چند ضعیف احادیث کا بیان

(1) ﴿اِذَا اسْتَشَاطَ السُّلْطَانُ تَسَلَّطَ الشَّيْطَانُ﴾ ''جب بادشاہ غصہ سے بھڑکتا ہے تو شیطان اس پر قابو پا لیتا ہے۔''(۱)

(2) ﴿مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا كَثِيبَ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ يَتَلاعَبُونَ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَ مَنْ لا فَلا حَرَجَ﴾ ''جو کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے تو چھپ جائے۔ اگر چہ وہ ریت کا ٹیلہ ہی پائے جسے وہ اپنے پیچھے کر لے۔ کیونکہ شیطان بنی آدم کی پیٹھوں سے کھیلتا ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا اور جو نہ کرے اس پر کوئی حرج نہیں۔''(۲)

(3) ﴿إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ: الْوَلْهَانُ فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَاءِ﴾ ''بلاشبہ وضوء کا ایک شیطان ہے جس کا نام ''الولھان'' ہے، پس تم پانی کے وسوسوں سے بچو۔''(۳)

(4) ﴿إِذَا أَوَى الْإِنْسَانُ إِلَى فِرَاشِهِ ابْتَدَرَهُ مَلَكٌ وَ شَيْطَانٌ فَيَقُولُ الْمَلَكُ اخْتِمْ بِخَيْرٍ وَ يَقُولُ الشَّيْطَانُ اخْتِمْ بِشَرٍّ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهَ ثُمَّ نَامَ بَاتَ الْمَلَكُ يَكْلَؤُهُ وَ إِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْمَلَكُ: افْتَحْ بِخَيْرٍ وَ قَالَ الشَّيْطَانُ افْتَحْ بِشَرٍّ﴾ ''جب آدمی سونے کے لیے اپنے بستر پر آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف لپکتے ہیں۔ فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ اپنے دن کے حصہ کو خیر کے ساتھ پورا کرے اور شیطان کہتا ہے کہ اس کا اختتام شر پر ہو۔ پس اگر وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہوا سو جاتا ہے تو فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جب وہ جاگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ دن کی ابتدا خیر کے ساتھ ہو جب کہ شیطان کہتا ہے کہ دن کی ابتدا شر کے ساتھ ہو۔''(٤)

(۱) [**ضعیف**: مسند احمد (۲۲٦/٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے محمد بن عطیہ راوی کی جہالت کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۸۰۱۳)] شیخ البانی نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[السلسلۃ الضعیفۃ (۲۳۲۸) ضعیف الجامع الصغیر (۳۵٦)]

(۲) [**ضعیف**: ضعیف ابو داود، ابو داود (۳۵) کتاب الطهارة: باب الاستتار فی الخلاء، ابن ماجه (۳۳۷) کتاب الطهارة، سنن دارمی (٦۸۹) کتاب الطهارة: باب التستر عند الحاجة، اگرچہ شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے لیکن حسین سلیم اسد نے سنن دارمی کی تحقیق میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[سنن دارمی (۱۷۷/۱) مطبوعه: دار الكتاب العربی، بیروت]

(۳) [**ضعیف**: ضعیف الجامع الصغیر (۱۹۷۰) المشكاة (٤۱۹) ترمذی (۵۷) ابن ماجه (٤۲۱)]

(٤) [**ضعیف**: ضعیف الترغیب والترهیب (۳٤٦) ضعیف الادب المفرد (۱۹۲) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۸۵۳) ابن السنی (ص: ۳٤۷) حاکم (۵٤۸/۱) مجمع الزوائد (۱۲۰/۱۰)]

(5) ﴿ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَ اِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ ﴾ ''بلاشبہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کر لے۔''(۱)

(6) ﴿ اِنَّ الشَّیْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمِهِ عَلَی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَاِنْ ذَکَرَ اللّٰهَ تَعَالٰی خَنَسَ وَ اِنْ نَسِیَ اللّٰهَ الْتَقَمَ قَلْبَهُ ﴾ ''شیطان نے اپنی سونڈ انسان کے دل پر رکھی ہوئی ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ دور ہٹ جاتا ہے اور جب وہ اللہ کو بھول جاتا ہے تو شیطان اس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے۔''(۲)

(7) ﴿ اِنَّ لِاِبْلِیْسَ مَرَدَةً مِّنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقُوْلُ لَهُمْ عَلَیْکُمْ بِالْحُجَّاجِ وَ الْمُجَاهِدِیْنَ فَاَضِلُّوْهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ ﴾ ''بلاشبہ ابلیس کے پاس بہت سے سرکش شیاطین ہیں، وہ ان سے کہتا ہے کہ حجاج اور مجاہدین کو چمٹ جاؤ اور انہیں راہِ راست سے گمراہ کر دو۔''(۳)

(8) ﴿ اَلتَّسْوِیْفُ شُعَاعُ الشَّیْطَانِ یُلْقِیْهِ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''ٹال مٹول شیطانی چمک ہے جسے وہ مومنوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔''(۴)

(9) ﴿ مَا احْتَلَمَ نَبِیٌّ قَطُّ اِنَّمَا الْاِحْتِلَامُ مِنَ الشَّیْطَانِ ﴾ ''کبھی بھی کسی نبی کو احتلام نہیں ہوا، بلاشبہ احتلام شیطان کی طرف سے ہے۔''(۵)

(10) ﴿ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُحِبُّ الْحُمْرَةَ فَاِیَّاکُمْ وَ الْحُمْرَةَ ﴾ ''سرخ رنگ شیطان کو پسند ہے اس لیے تم سرخ رنگ سے بچو۔''(۶)

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف الجامع (۱۵۱۰) السلسلۃ الضعیفۃ (۵۸۲) ابو داود (۴۷۸۴)]

(۲) [**ضعیف** : المغنی عن حمل الاسفار (۷۲۷/۲) کنز العمال (۱۷۸۱) امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عدی بن ابی عمارہ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳۱۱/۷)] علامہ محمد طاہر مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں زیادہ راوی ضعیف ہے۔[ذخیرۃ الحفاظ (ص : ۵۶۰)] شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[السلسلۃ الضعیفۃ (۱۳۶۷) ضعیف الجامع (۱۴۸۰)]

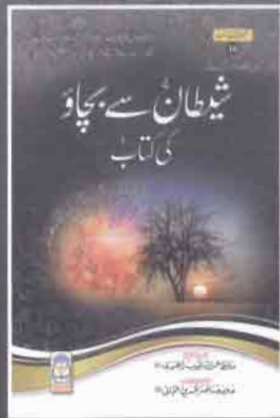
(۳) [**ضعیف** : السلسلۃ الضعیفۃ (۶۸۰) ضعیف الجامع الصغیر (۱۹۱۳)]

(۴) [**موضوع** : السلسلۃ الضعیفۃ (۱۳۶۰) الدیلمی (۷۵/۲)]

(۵) [**باطل** : السلسلۃ الضعیفۃ (۱۴۳۲) طبرانی اوسط (۸۰۶۲) طبرانی کبیر (۱۱۵۶۴) امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالکریم بن ابی ثابت راوی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۴۴۶)]

(۶) [**ضعیف جدا** : السلسلۃ الضعیفۃ (۱۷۱۸) ابن الجعد فی المسند (۴۶۴/۱) طبرانی اوسط (۷۷۰۸) ابن عدی (۳۲۵/۳) ابو نعیم فی المعرفۃ (۲۶۷۰) بیھقی فی شعب الایمان (۶۳۲۷)] علامہ ابن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ اس میں ابوبکر ہذلی راوی متروک ہے۔[ذخیرۃ الحفاظ (ص : ۵۶۰)]

تفہیم کتاب و سنت
16
کتاب الوقایۃ من الشیطان



- اللہ تعالیٰ کی ایک غیر مرئی مخلوق جنات بھی ہیں۔ ان میں بھی شیطان روزِ اول سے انسان کا ازلی دشمن ہے جس نے تخلیقِ آدم پر اعتراض کیا اور بارگاہِ ایزدی سے راندۂ درگاہ ٹھہرا۔ اس تکوینی نظام میں وہ ہر انسان کو راہِ حق سے گمراہ کرتا ہے اور مختلف وساوس پیدا کر کے اس کو مقصدِ تخلیق یعنی عبودیت سے دور لے جاتا ہے۔
- قرآن وحدیث اور اسلامی ادب میں شیطان کے وجود اور حقیقت کے بارے میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ جہاں بنی نوع انسان کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی ضرورت ہے وہاں گمراہیوں میں مبتلا کرنے والے ذرائع اور طریقوں کا علم بھی ضروری ہے تاکہ انسان ان سے آگاہ ہو اور بچاؤ کے طریقے اختیار کر سکے۔
- نوجوان محقق اور کئی کتابوں کے مصنف حافظ عمران ایوب لاہوری کی تازہ کاوش "شیطان سے بچاؤ کی کتاب" اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ مذکورہ کتاب میں انہوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ شیطان کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔
- لفظ شیطان کا مادہ کیا ہے؟ جنات اور شیاطین کے درمیان کیا فرق ہے؟ شیطان کو کیوں تخلیق کیا گیا؟ اس کو قیامت تک کیوں مہلت دی گئی؟ شیطان کس طرح انسان پر حملہ آور ہوتا ہے اور کس طریقے سے وساوس میں مبتلا کرتا ہے؟ فاضل مصنف نے نہایت مدلل انداز میں ان سوالات کے جوابات دیے ہیں، مزید برآں شیطان سے بچاؤ کے طریقوں کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔
- موجودہ گمراہی کے دور میں شیطان کے جدید ہتھکنڈوں، ہتھیاروں اور نت نئے حملوں سے بچاؤ کے لیے موصوف کی مذکورہ کتاب ہر مسلمان مرد وعورت کی اہم ضرورت ہے جو ہر گھر میں لازماً ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو جزائے خیر دے اور اس کاوش کو امتِ مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔ (آمین!)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ حفظہ اللہ
اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور

Sh 14
4650410001164

تفہیم کتاب و سنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور — پاکستان
0300-4206199
Website: fiqhulhadith.com, E-Mail: editor@fiqhulhadith.com